مؤلف

حجۃ الاسلام علامہ سید صالح شہرستانی

مترجم

حافظ اقبال حسین جاوید

ناشر: ادارہ پاسبان اسلام ۔ بھلوال

"تاریخچہ عزاداریٔ حُسینی"

مؤلف

حجۃ الاسلام والمسلمین سید صالح شہرستانی

مترجم

حافظ اقبال حُسین جاوید، ایم۔اے

ناشر

ادارہ پاسبانِ اسلام، بھلوال۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشخصات

نام کتاب: تاریخچہ عزاداری حسینی

مؤلف: حجۃ الاسلام والمسلمین سید صالح شہرستانی

مترجم: حافظ اقبال حسین جاوید، ایم۔اے

کمپوزنگ: وجاہت علی زیدی (ماہوز ادفتر کتابت) فیصل آباد

پروف ریڈنگ: مسرت حسین زیدی، 0300-7263514

مطبع: ادارہ پاسبانِ اسلام، بھلوال، ضلع سرگودھا۔

قیمت: 120 روپے

دوسرا ایڈیشن 2005ء

ملنے کا پتہ: پرنسپل: مدرسہ آیت اللہ العظمیٰ شیرازی
حسینیہ ہال، ہوپ روڈ لوکوشیڈ، لاہور،
پاکستان فون: 042-6862267,6840622

اِنتساب

میں اس کتاب کو ثانی زہرا حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا اور بیمارِ کربلا، امام زین العابدین علیہ السلام اولین عزادارانِ سید الشہدا کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

ع "گر قبول اُفتد، زہے عزّ و شرف"

اَلْمُسْتَغْفِرُ عَنِ الذَّنْبِ وَهُوَ مُصِرٌّ عَلَيْهِ كَالْمُسْتَهْزِئِ بِرَبِّهٖ

(اخبار النبیؐ: ص32)

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"گناہ سے اس صورت میں توبہ کرنے والا کہ پھر وہی گناہ وہ بار بار کرے، اس طرح سے ہے کہ گویا وہ اپنے پروردگار سے مذاق کرتا ہے۔"

''سخنِ مترجم''

جناب محترم سید شبر عباس مرحوم آف رتہ متہ ضلع جھنگ نے اپنی زندگی کے آخری چند برسوں میں دینِ اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے کئی کتب شائع کیں اس سلسلہ میں مجھ ناچیز اور دیگر جن احباب نے اس کارِ خیر میں دامے، درمے، قدمے، سخنے تعاون کیا خداوند تعالیٰ انہیں اور اُن کے عزیز و اقارب کے لئے صدقہ جاریہ اور زادِ آخرت قرار دے بالخصوص سید شبر عباس مرحوم اور ان کے اعزا و اقربا کو وافر مقدار میں اجر جزیل عطا فرمائے اور مجھ ناچیز کی اس خدمت کو میرے اور شہیدانِ راہِ اسلام کے لئے بطفیلِ چہاردہ معصومین علیہم السلام توشۂ آخرت قرار فرمائے، آمین ثم آمین۔

''مترجم''

اِنَّ اللّٰــهَ اِذَا اَحَــبَّ اللّٰــهُ عَبْدًا اِبْتَلَاهُ
لِيَسْمَعَ تَضَرُّعَهُ (اخبار النبیؐ: ص14)

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
”بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو زیادہ پسند کرتا ہے تو اس کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے تاکہ اس کی گریہ و زاری کی آواز کو سنے۔“

اداریہ

رسول اکرمؐ کا ارشادِ گرامی ہے، ''بہترین صدقۂ جاریہ علم کا پھیلانا ہے''
ادارہ پاسبانِ اسلام اس ضمن میں اگر چہ اپنی ہمت سے بڑھ کر کام کر رہا ہے، تاہم یہ ادارہ اتنا مال دار نہیں ہے کہ کتابیں مفت تقسیم کر سکے یہ درست ہے کہ خاصی کتابیں مفت دی جاتی ہیں پھر بھی ایک ایڈیشن میں ایک ہزار کتاب چھپنے کے بعد کافی مدت میں ختم ہو پاتی ہے۔ بعض لوگ علمِ دین سے عدم دلچسپی کی بنا پر خریدنا پسند نہیں کرتے اور بعض قیمت دے کر کتاب خرید نہیں پاتے، جب کہ روس، امریکہ، اسرائیل اور دیگر شرق و غرب کے غیر مسلم ممالک اسلام کے خلاف جوزہر اگل رہے ہیں، وہ بے حد نقصان دہ ہے اور ان کے جواب میں بظاہر کوئی ایسا مبسوط ادارہ نہیں ہے جو کتابیں چھاپ کر مفت تقسیم کر سکے' البتہ معدودے چند افراد اپنی بساط کے مطابق کام کر رہے ہیں دوسری جانب دیگر مسیحی اداروں کے علاوہ فقط کیتھولک کلیسا چار ہزار تبلیغی انجمنیں رکھتا ہے جو دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلی ہوئی ہیں اور مسیحیت کی نشر و اشاعت کے لئے دامے، درمے، سخنے، قدمے ہر لمحہ تیار رہتی ہیں حد یہ ہے کہ کانگو، تبت اور افریقہ وغیرہ کے دور دراز خطوں میں

بھی تبلیغ ہورہی ہے صرف انگلستان کا کلیسا دینِ مسیح کی تبلیغ پر سالانہ 9 سوملین (19 ارب روپیہ پاکستانی) خرچ کرتا ہے۔ تقریباً دنیا کی ایک ہزار مختلف زبانوں میں انجیل کا ترجمہ ہو چکا ہے اور صرف ایک سال کی مدت میں تین اداروں نے انجیل کے چوبیس 24 ملین نسخے بالکل مفت تقسیم کیے ہیں، اس کے علاوہ امریکہ بھر کے ریڈیو ایک ہفتہ میں 2700 گھنٹے بی بی سی کے 3000 ہزار گھنٹے اور روس کے ریڈیو 2400 گھنٹے اسلام کے خلاف مختلف زبانوں میں تبلیغ کرتے ہیں۔ اسی طرح ان کے حواریین بھی کم نہیں ہیں اور روس جو کمیونسٹ ہے وہ بھی کسی طرح ان سے پیچھے نہیں ہے، یہ اعداد وشمار 1985ء تک کی تبلیغ کے ہیں اور اس میں روز بروز مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔

دشمنِ اسلام تحریراً، تقریراً اور دولت سے اسلام کے خلاف کام کررہے ہیں چنانچہ مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ دینِ اسلام کی خاطر تحریر وتقریر، مال اور دیگر مفید اور موثر ذرائع سے اسلام کی حفاظت اور دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کریں۔ یہ ادارہ اسلام کی پاسبانی کی خاطر مالدار لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کرواتا ہے کہ اگر وہ علم نہیں رکھتے تو اپنے مال کے ذریعہ ہی سے اس صدقۂ جاریہ میں حصہ لیں، اور وہ احباب جو اس ادارہ کی تالیف شدہ مطبوعہ یا غیر مطبوعہ کتب چھاپ کر مفت تقسیم کرنا چاہتے ہوں وہ ادارہ کے مسؤل سے رابطہ کریں تاکہ ان کی رہنمائی کی جاسکے۔

امید ہے مخیّر حضرات اس صدقۂ جاریہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے۔
اگر ایک فردِ واحد بھی اس نیکی کے کام میں حصہ لینا چاہتا ہے، تو وہ کتاب کی اشاعت میں مقدور بھر تعاون کر سکتا ہے، اس کے تعاون سے کم سے کم قیمت میں کتاب لوگوں تک پہنچائی جا سکتی ہے اور یوں نیکی کا یہ سلسلہ جاری وساری رہ سکتا ہے۔

مسئول: ادارہ پاسبانِ اسلام، پاکستان.

تَصَا فَحُوا يَذْهَبِ الْغِلُّ عَنْ قُلُوْ بِكُمْ

(اخبار النبیؐ: ص 21)

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کرو تا کہ تمہارے دلوں سے کینہ دور ہو جائے۔''

مترجم کا مختصر تعارف

حافظ اقبال حسین جاوید ولد غلام محمد، بھلوال، ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، دینی تعلیم کا شوق تھا، پرائمری پاس کرنے کے بعد قرآن کریم کو حفظ کرنا شروع کیا، اپنے برادرِ بزرگ علامہ غلام رضا ناصر نجفی مرحوم کے پاس دارالعلوم جعفریہ، خان پور، ضلع رحیم یار خان، میں دینی تعلیم کی ابتدا کی، طویل سفر اور حفظ قرآن کریم کی کلاس وہاں نہ ہونے کی وجہ سے دارالعلوم محمدیہ، بلاک 19، سرگودھا میں داخلہ لیا اور قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد فاضل فارسی، فاضل عربی، سلطان الافاضل، سرگودھا ہی میں کیا، فاضل کے بعد پرائیویٹ میٹرک کا امتحان دیا۔

اعلیٰ تعلیم کے لیے حوزہ علمیہ قم، ایران جانے کی تمنا تھی مگر کچھ عرصہ ویزہ نہ ملنے کی وجہ سے دینی وقومی خدمات انجام دیتے رہے، انقلاب اسلامی ایران کے بعد موقع ملا تو 1979ء میں حصولِ علم کے لیے حوزہ علمیہ قم مقدسہ، ایران، چلے گئے، پھر حجۃ المسلمین

علامہ سید صفدر حسین نجفی مرحوم کے فرمان پر 1987ء میں ایران سے واپس آکر جامعہ امام حسینؑ، خانقاہ ڈوگراں، میں مدرسہ کی تعمیر و ترقی اور درس و تدریس کی مسئولیت کو سنبھالا، 1992ء میں وہاں سے جامعہ حیدریہ، باب حیدر، ضلع سرگودھا میں، برادر بزرگ کی طویل بیماری کی وجہ سے خدمات انجام دیتے رہے، 1993ء سے مدرسہ آیت اللہ العظمیٰ شیرازیؒ کی مسئولیت کو قبول کرتے ہوئے مدرسہ ھذا کی تعمیر و ترقی اور درس و تدریس میں مصروف ہو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ بحقِ چہاردہ معصومینؑ دینی خدمات قبول فرما کر زادِ آخرت قرار دے۔

مسئول: ادارہ پاسبانِ اسلام، بھلوال، ضلع سرگودھا

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

عزاداریٔ حُسین علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے زمانے تک

''میری شہادت کے بعد خداوند تعالیٰ ایک ایسی قوم کو ظاہر کرے گا، جس کے افراد حق و باطل کی پہچان رکھتے ہوں گے، وہ ہماری قبروں کی زیارت کریں گے اور ہماری مصیبت پر گریہ کریں گے، اُن لوگوں کو میںؑ اور میرے نانا بزرگوار (رسولِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ والہٖ وسلم) دوست رکھتے ہیں اور وہ لوگ قیامت کے روز ہمارے ساتھ محشور ہوں گے۔''

ماخوذ کتابِ ہٰذا

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

عزاداریٔ حُسین علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے زمانے تک

''میری شہادت کے بعد خداوند تعالیٰ ایک ایسی قوم کو ظاہر کرے گا، جس کے افراد حق و باطل کی پہچان رکھتے ہوں گے، وہ ہماری قبروں کی زیارت کریں گے اور ہماری مصیبت پر گریہ کریں گے، اُن لوگوں کو میںؑ اور میرے نانا بزرگوار (رسولِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ والہٖ وسلم) دوست رکھتے ہیں اور وہ لوگ قیامت کے روز ہمارے ساتھ محشور ہوں گے۔''

ماخوذ کتابِ ہذا

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

يَا عَلِى انا و انت و ابناك الْحَسَنْ وَ
الْحُسَيْن وَ تِسْعَةٌ مِنْ وُلْدِ الْحُسَيْن اَرْكَانِ
الدِّيْنِ وَدَعَائم الْاِسْلام مَنْ تَبِعَنَا نَجا
وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنَّا فَاِلَى النَّارِ

(الامالی، شیخِ مفید، ص: 135، اثبات الہداۃ: 635/1)

حضرت رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:

''اے علیؑ! میں اور تُو اور تیرے بیٹے حسنؑ و حُسینؑ اور حُسینؑ کی اولاد میں سے نو اِمامؑ، دِین کے اَرکان اور اِسلام کی بُنیاد ہیں، جس نے ہماری پیروی کی اُس نے نجات پائی اُور جو پیچھے رہا (پیروی نہ کر سکا)، ہم سے دُور ہوا اور جہنّم کی طرف گیا۔''

❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخچہ عزاداری حُسینی

زمانِ آدم سے ہمارے زمانے تک دنیا کے تمام ممالک میں

پیامبرانؑ	ایران	یمن
چہاردہ معصومؑ	عراق	جزائر عربی
اسیرانِ کربلا	پاک وہند	ترکی
بنی امیّہ	افغانستان	روس
بنی عباس	لبنان	چین
علماء وصحابہ	مصر	افریقہ
آل بویہ	سوریہ	یورپ
ہمارے زمانے تک	حجاز	امریکہ

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

پیش گفتار

اِس پر آشوب زمانے میں ہر طرف سے مذہب شیعہ پر کئی قسم کے حملے ہوتے رہتے ہیں، زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ شعارِ مذہبِ شیعہ کو مختلف طریقوں سے ختم کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں اور سادہ لوح افراد اُن گمراہ تبلیغات، متعصب وہابیوں اور یہود و نصاریٰ کی طرف سے ثقہ شعائر اللہ کو حذف کرنے کے لیے کی جانے والی کوششوں سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ ہمارے بزرگان و مراجع عظام کے اصرار اور تاکید کے باوجود عزاداری و سوگواری پوری، قدرت کے ساتھ سنت قدیم ہے کچھ فریب خوردہ لوگ وجدان کو اپنے ہاتھوں سے چھوڑ کر خود ساختہ و من گھڑت قصوں کو ایسے اپنے دل میں جگہ دے چکے ہیں کہ معصومین علیہم السلام اور بزرگانِ دین کا کلام اُن پر اثر ہی نہیں کرتا۔

شعائر حُسینی جو اپنی تمام اقسام کے ساتھ ایک بزرگ ترین شعارِ مذہب شیعہ ہے تمام دنیا والوں کو یہاں تک کہ آتش پرستوں کو بھی اپنی طرف جذب اور شرکت پر آمادہ کرتا ہے، تمام شعائر سے زیادہ مورد حملہ واقع ہوا ہے احمد تیمیہ، محمد بن عبدالوہاب، سید محمد علی باب، احمد کسروی، شریعت سنگلجی

اور دوسرے بہت سے لوگوں نے اُن شعائر اور مراسمِ عزا کی عظمت کو لوگوں کی نظروں سے گرا دینے کی ہزاروں کوششیں کی ہیں۔ مثلاً:

کبھی کہا کہ، ''گریہ وزاری اور سینہ زنی عیسائیوں کی اختراع ہے''
کبھی کہا ''مجالسِ عزا اور مراسمِ عزاداری کو صفوی خاندان نے شروع کیا''
وغیرہ لیکن الحمد للہ اُن کی تمام کوششیں نہ صرف یہ ناکام ہو گئیں بلکہ نتیجہ بالکل اُلٹ نکلا۔

عزاداری کی ابتداء، نیز امام حسین علیہ السلام پر گریہ، ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے دور تک ہوتا رہا ہے اور ان کے زمانہ سے لے کر ہمارے زمانہ تک گریہ وعزاداری ہوتی رہی ہے، ہو رہی ہے اور انشاء اللہ العزیز نہ صرف ہوتی رہے گی بلکہ روز بروز اس کی قدر و قیمت میں اضافہ اور وسعت پیدا ہوتی چلی جائے گی۔

عزاداری حضرت امام حُسین علیہ السلام خداوند کریم نے شروع فرمائی اور ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام اور باقی تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے لیے مصائب امامِ مظلوم بیان فرمائے۔ اس کتاب میں گریہ وعزاداری کی مختصر سی تاریخ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج کے زمانے تک، بیان کی جائے گی اور اس کی ابتداء احادیثِ رسولؐ سے ہو گی۔

امام حُسین علیہ السلام پر انبیاء ومرسلین کی گریہ وعزاداری اور حزن و ملال سے متعلق دس احادیث کتب سے نقل ہوں گی، اور اس کے بعد بزرگوار سید صالح شُہرستانی کی تالیف "(تاریخ النیاحہ علی الامام الشہید الحسین ابنِ علیؑ)" کا ترجمہ ذکر کیا جائے گا۔

میں امید کرتا ہوں کہ امام شہید میرے اور میرے فرزند کے اس عمل کو، جس نے مجھے اس تالیف کے لیے آمادہ کیا، شرفِ قبولیت بخشیں گے اور دنیا وآخرت میں اس کا صلہ عنایت فرمائیں گے، والحمد للّٰہ الذی ھدانا لھذا و ما کنّا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللّٰہ!

سید صالح شہرستانی

حوزۂ علمیّہ قم،

عیدِ غدیر 1402. ہجری قمری

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

حضرت امام حسینؑ پر حضرت آدمؑ سے لے کر رسول اکرمؐ تک انبیاء علیہم السلام کا حزن وگریہ

(1) ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کا گریہ:

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار، جلد: 44، صفحہ: 245، صاحب درالثمن سے نقل کیا ہے، کہ "صاحبِ درالثمن نے آیتِ کریمہ فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ .... (البقرہ، آیت: 37) کی تفسیر کرتے ہوئے روایت درج کی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے عرش کے کنارے نظر کی تو دیکھا کہ رسولِ اکرمؐ اور آئمہ معصومین علیہ السلام کے نام درج ہیں اور جبریلِ امین نے ابوالبشر سے فرمایا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کو پکارو: یا حمید بحق محمد، یا عالی بحق علی یا فاطر بحق فاطمه یا محسن بحق الحسن والحسین ومنک الاحسان " اور حضرت آدم علیہ السلام نے جیسے ہی حضرت امام حُسین علیہ السلام کا نام اپنی زبان سے جاری کیا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل مغموم ہوا، ابوالبشر نے فرمایا، "اے بھائی جبریل! اس پانچویں نام پر میرا دل کیوں اتنا غمگین ہوا کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے

ہیں؟''

جبریلِ امین نے عرض کی''اے ابوالبشر! آپ کا یہ فرزند (حُسین علیہ السلام) شدید مصائب وآلام میں مبتلا ہوگا لیکن خوشنودی الٰہی کے مقابلہ میں وہ تکالیف اس کی نظر میں کوئی چیز ہی نہیں ہوں گی''۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا،''اے برادر جبریل! وہ مصائب وآلام کیا ہیں؟''جبریلِ امین نے کہا، ''وہ بھوکا، پیاسا، مسافرت میں بے یارو مددگار مارا جائے گا اے آدم! اگر تو اسے اس حال میں دیکھے جب کہ وہ فریاد کررہا ہوگا واعطشاہ واقلۃ ناصرہ اور اس کے اور آسمان کے درمیان دھوئیں کی طرح تشنگی حائل ہوگی لیکن اس کے دشمنوں میں سے کوئی بھی تیر وشمشیر کے سوا جواب نہیں دیتا ہوگا کیونکہ وہ اسے قتل ہی کرنا چاہتے ہوں گے وہ اسے گوسفند کی طرح لیکن پسِ گردن سے ذبح کریں گے اس کے دشمن اس مظلوم کے اہل وعیال کے اموال کو لوٹ لیں گے اور اس کے اور اس کے یار وانصار کے سروں کو نوکِ نیزہ پر سوار کریں گے اور شہر بہ شہر پھرائیں گے اور خداوندِ عالم کے علم میں یہ سب اسی طرح سے ہے''اس وقت حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت جبریلِ امین اس طرح روئے جیسے کوئی ضعیفہ ماں اپنے جواں بیٹے کی لاش پہ روتی ہے۔

(2) کربلا میں حضرت نوح علیہ السلام کا حزن وملال:

بحار الانوار: جلد نمبر 44، صفحہ نمبر 243، حدیث نمبر 38، میں بیان ہوا

ہے کہ، جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوکر ساری دنیا سے گزرتے
ہوئے زمینِ کربلا پر پہنچے تو کشتی ہچکولے کھانے لگی اور حضرت نوح علیہ السلام کو
یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کشتی غرق ہونے لگی ہے، آپ نے خداوند کریم کی بارگاہ میں
التجا کی کہ اے اللہ تعالیٰ! میں نے ساری دنیا کا چکر لگایا ہے کسی جگہ بھی مجھے حزن
وملال دامن گیر نہیں ہوا مگر اس مقام پر اتنا حزن وملال کیوں محسوس ہورہا ہے؟
جبریلِ امین نازل ہوئے اور فرمایا، ''اے نوحؑ! اس زمین پر امام الانبیاء کا
نواسہ اور خاتم الانبیاء کا فرزند حُسینؑ شہید کیا جائے گا'' حضرت نوح علیہ السلام
نے فرمایا، ''اے جبریل اس کا قاتل کون ہوگا؟'' جبریلِ امین نے فرمایا کہ
ساتوں زمین وآسمان کے رہنے والے (حُسینؑ کے) قاتل پر لعنت کرتے
ہیں، اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے امام حُسین علیہ السلام کے قاتل پر
چار مرتبہ لعنت کی تو کشتی آرام وسکون کے ساتھ اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئی
اور کوہِ جودی پر جا کر ٹھہری۔

(3) حضرت امام حُسینؑ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی گریہ وزاری:

بحار الانوار: جلد: 44، صفحہ: 255، حدیث: 2، میں امالی شیخ صدوق
سے نقل کیا گیا ہے کہ:

ابنِ عبدوس نے ابنِ قتیبہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت امام رضا
علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے، ''جب خداوند کریم نے حضرت ابراہیم علیہ

السلام کو اپنا فرزند اسماعیل ذبح کرنے کے لیے حکم دیا تو اسماعیل کی جگہ ایک گوسفند بھیجا، حضرت ابراہیم علیہ السلام چاہتے تھے کہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو خود اپنے ہاتھوں سے راہِ خدا میں ذبح کریں تا کہ بیٹے کو ذبح کرنے سے انہیں اپنے دل پر وہ ضرب پہنچے جو ایک باپ کے دل پر اپنے ہاتھوں سے اپنا بیٹا ذبح کرنے سے پہنچتی ہے اور اس اطاعت وعمل کے سبب، مصائب پر صبر کرنے والوں کو جو بالاترین ثواب اور مقام ملتا ہے، وہ اس کے مستحق بنیں۔

خداوند کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وحی کی کہ "اے ابراہیمؑ میری تمام مخلوق میں تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ترین شخصیت کون ہے؟ عرض کی کہ "اے پروردگار میرے نزدیک تیری تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب تیرا حبیب محمدؐ ہے"

خداوند کریم نے پھر وحی کی اور پوچھا "تو اسے زیادہ دوست رکھتا ہے یا اپنی ذات کو؟" حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی کہ "میں اسےؐ زیادہ دوست رکھتا ہوں" خداوند کریم نے فرمایا "تیرے نزدیک میرے حبیب کا بیٹا محبوب ترین ہے یا تیرا اپنا بیٹا؟" حضرتِ خلیلؑ نے عرض کی کہ میرے حبیب (محمدؐ) کا بیٹا میرے نزدیک محبوب ترین ہے"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اسؐ کے بیٹے کا اپنے دشمنوں کے ہاتھوں ظلم و ستم کے ساتھ شہید کیا جانا تیرے لیے زیادہ رنج والم کا باعث ہوگا یا تو اپنے بیٹے کو

اپنے ہاتھوں سے میری اطاعت میں ذبح کرے تو تیرے لئے زیادہ دردِ دل کا باعث ہوگا؟" حضرت خلیلؑ نے عرض کی کہ "اے پروردگار تیرے حبیبؐ کے بیٹے کا اپنے دشمنوں کے ہاتھوں ظلم وستم کے ساتھ شہید ہونا میرے لیے زیادہ رنج والم اور حزن وملال کا باعث ہوگا" خالق لم یزل نے فرمایا "اے ابراہیمؑ خود کو امتِ محمدیہ میں سے گمان کرنے والا ایک گروہ وصالِ محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے بعد اُس کے فرزند کو ظلم وستم کے ساتھ شہید کرے گا اور اپنے اس عمل کی وجہ سے وہ گروہ میرے غضب کا مستحق ہوگا"

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے یہ کلمات سنتے ہی دردوالم میں مبتلا ہو گئے اور رونا شروع کر دیا تو خداوند کریم نے فرمایا "اے ابراہیمؑ! اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو اپنے ہاتھوں ذبح کر کے جو گریہ وزاری تو نے کرنا تھی، اس کو میں شہادتِ حسینؑ پر فدیہ کرتا ہوں اور تیرے مصائب پر جو اجر وثواب اور بلند درجات عطا کرنا تھے وہ تیرے لیے واجب کرتا ہوں" چنانچہ خداوند کریم کا سورۃ الصّٰفّٰت، آیت: 107 میں فرمان ہے، وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ٥

(4) قاتلانِ امام حسین علیہ السلام پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نفرین:

بحارالانوار، ج44، ص243، حدیث:40 میں بیان ہوا ہے کہ:

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گوسفند، بھیڑ، بکریاں وغیرہ دریائے فرات کے کنارے چرتی تھیں اُن کے چرواہے نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی خدمت میں

عرض کیا کہ، "فلاں دن سے آپ کے گوسفند نہر فرات سے پانی نہیں پیتے"، آپؑ نے بارگاہِ احدیت میں التجا کر کے سبب پوچھا، جبریل امین نازل ہوئے اور فرمایا، "اے اسماعیلؑ اس کا سبب بھی اپنے گوسفندوں ہی سے پوچھو وہ خود آپ کو جواب دیں گے چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان سے پوچھا!" تم دریائے فرات سے پانی کیوں نہیں پیتے؟" گوسفندوں نے بزبانِ فصیح جواب دیا:

"ہمیں اطلاع دی گئی ہے کہ آپ کا فرزند اور حضرت محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نواسہ حسین علیہ السلام اس جگہ پیاسا شہید کیا جائے گا، ہم امام حسین علیہ السلام کے غم کی وجہ سے پانی نہیں پیتے"، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے گوسفندوں سے پوچھا، "اُن کا قاتل کون ہوگا؟" انہوں نے عرض کی کہ "زمین وآسمان کی تمام مخلوق امام حسینؑ کے قاتل پر لعنت کرتی ہے۔"

حضرت اسماعیل، علیہ السلام نے کہا "اے خدا! حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتل پر لعنت فرما۔"

(5) حضرت زکریا علیہ السلام کا حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ ونوحہ خوانی:

بحار الانوار، ج: 44، ص: 223، حدیث: 1، از احتجاج طبرسی

سعد بن عبداللہ کہتا ہے کہ قائمِ آلِ محمدؐ علیہم السلام سے کھٰیٰعص کی تاویل کے بارے میں سوال کیا گیا، امام عالی مقام عجل اللہ فرجہ الشریف نے فرمایا کہ، "یہ حروف غیب کی خبر دے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت

زکریا علیہ السلام کو آگاہ فرمایا تھا اور اس کے بعد محمد وآلِ محمدؐ علیہم السلام کو مطلع فرمایا ہے حضرت زکریاؑ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی تھی کہ،''تو مجھے پانچ تنِ پاکؑ کے اسمأ مبارک کی تعلیم دے،'' چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل امین نازل ہوئے اور انہیں پانچ اسمائے مبارک تعلیم فرمائے جب حضرت زکریاؑ محمدؐ وعلیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ کا نام مبارک لیتے تھے تو رنج والم دور ہو جاتا لیکن جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام مبارک زبان پر آتا تھا تو گریہ گلو گیر ہو جاتا تھا اور اس کے ساتھ ہی اُن کا سانس گھٹنے لگتا تھا، آخر عرض کیا،''اے اللہ! یہ کیا بات ہے، کہ پہلے چار اسماء مبارک زبان پر جاری کرتا ہوں تو حزن وملال اور غم واندوہ دور ہو جاتا ہے لیکن جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام زبان پر جاری کرتا ہوں تو آنکھوں سے آنسو جاری جاتے ہیں اور سانس میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے؟'' تو خداوند کریم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا اور ارشاد فرمایا،''کٓھٰیٰعٓصٓ ،میں کاف،اسم کربلا ہے اور''ھ'' عترت طاہرہ کی ہلاکت وشہادت ہے،''یا'' یزید'' جو امام حسینؑ پر ظلم وستم اور اُن کی شہادت کا باعث ہوگا،''عین'' سے مراد امام حسینؑ کی''عطش''،یعنی پیاس اور''صاد'' سے مراد امام کا صبر ہے، جب حضرت زکریاؑ نے یہ قصہ سنا تو تین دن تک مسجد سے باہر نہیں گئے اور تمام

لوگوں کو بھی مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا اور آپ متواتر گریہ و زاری میں اور نوحہ خوانی میں مشغول رہے! اور کہتے تھے "اے پروردگار کیا تو اپنی تمام مخلوق سے بہترین مخلوق اور اپنے محبوب (محمدؐ) کو اس کے فرزند کی مصیبت کی وجہ سے حزن و ملال میں گرفتار کرے گا؟ اے خدا غم و اندوہ ایسی شدید مصیبت میں حضرت علیؑ اور حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو مبتلا کرے گا؟"

(6) حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتل پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی نفرین:

بحار الانوار، ج:44، ص:244، حدیث:42، میں بیان ہوا ہے کہ:

کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام بساط پر بیٹھ کر ہوا میں سیر کر رہے تھے کہ زمینِ کربلا کے اوپر سے گزرے تو بساط ہوا میں ہچکولے کھانے لگی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو خطرہ ہوا کہ وہ کہیں زمین ہی پر نہ گر پڑیں، تھوڑی دیر دیر بعد آرام وسکون پیدا ہوا اور بساط زمینِ کربلا پر اتری، حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا سے مخاطب ہو کر فرمایا، "تو نے مجھے کیوں یہاں اتارا ہے؟" ہوا نے عرض کیا: "اس جگہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا جائے گا،" حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا: "یہ امام حسین علیہ السلام کون ہیں؟" ہوا نے عرض کیا،": "وہ

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نواسے اور حضرت علی علیہ السلام کے فرزند ہیں،" حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا: "انؑ کا قاتل کون ہے؟" ہوا نے عرض کیا: "اُس کا نام یزید ہے اور زمینوں اور آسمانوں میں رہنے والے تمام کی طرف سے اس پر لعنت ہے،" حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہاتھ بلند کیے اور یزید لعین پر لعنت کی اور جنوں اور انسانوں نے آمین کہا پھر ہوا دوبارہ چلی اور اُنؑ کی بساط ہوا میں اُڑنے لگی۔

(7) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یزید پر نفرین:

بحار الانوار، ج:44، ص:244، حدیث:41، میں بیان ہوا ہے کہ:

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یوشع بن نون کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ آپ کا زمینِ کربلا سے گزر ہوا تو اُن کا جوتا ٹوٹ گیا، پاؤں میں کانٹا چبھا اور خون جاری ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: "بارِالٰہا! مجھ سے کون سے غلطی سے سرزد ہوئی ہے؟" خداوند کریم کی طرف سے ارشاد ہوا: "اس جگہ حسین علیہ السلام شہید ہوگا اور یہاں اس کا خون بہایا جائے گا اور تیرا خون بھی اس کی موافقت ہی میں جاری ہوا ہے،" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: "اے اللہ وہ حسین علیہ السلام کون ہے؟" ارشاد ہوا: "وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نواسہ اور حضرت علی، ابن ابی طالب علیہم السلام کا بیٹا ہے، کلیمؑ اللہ نے پوچھا: "اس کا قاتل کون

ہے؟'' ارشاد ہوا: ''اس کے قاتل پر دریا میں رہنے والی مچھلیوں، بیابان میں رہنے والے وحشی جانوروں اور ہوا میں اڑنے والے پرندوں کی لعنت ہے'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نفرین کہنے کے لیے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور یزید ابن معاویہ پر لعنت ونفرین کی اور یوشع بن نون نے آمین کہا اس کے بعد وہ وہاں سے چل دیئے۔

(8) حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتل پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نفرین:

بحارالانوار، ج:44، ص:244، حدیث:43، میں بیان ہوا ہے کہ:

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے ساتھ بیابان میں جارہے تھے کہ اِسی اثنا میں کربلا کی زمین پر سے آپ کا گزر ہوا، آپ نے ایک شیر کو دیکھا کہ اس نے اپنے پنجوں کو کھولا ہوا ہے اور راستہ روکے بیٹھا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے اور فرمایا، ''تو نے ہمارا راستہ کیوں روک رکھا ہے؟'' شیر نے فصیح زبان میں عرض کیا، ''جب تک آپؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں پر لعنت نہیں کریں گے میں آپ کا راستہ نہیں چھوڑوں گا،'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''امام حسین علیہ السلام کون ہیں؟'' شیر نے عرض کیا: ''وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نواسے اور حضرت علی ولی کے فرزند ہیں،'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا، ''حسین علیہ السلام کا قاتل کون ہے؟'' شیر نے

عرض کیا، ”حضرت امام حسینؑ کے قاتل پر تمام وحشی جانوروں، درندوں، پرندوں حتیٰ کہ حشرات الارض کی، (خصوصاً ایامِ عاشورہ میں) لعنت ہے، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے یزید پر لعنت کی اور حوارین نے آمین کہا تو شیر نے اُن کا راستہ چھوڑ دیا اور وہ اپنے کام کی طرف چل دیئے۔

(9) حضرت رسولؐ اکرم کی بعثت سے تین سو سال قبل امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کے متعلق ایک نصرانی کی پیشین گوئی:

بحار الانوار، ج:44، ص:334، حدیث:3، امالی شیخ صدوق نے بنی سلیم کے بزرگوں سے نقل کیا ہے کہ: ”روم کے شہروں میں ہم نے جنگ کی اور اُن کے کلیسا میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں لکھا ہوا تھا:

؎ أیَرجُوا معشر قتلو حسینا
شفاعة جده یوم الحساب

یعنی ”جس گروہ نے حسین علیہ السلام کو قتل کیا، کیا وہ بھی قیامت کے دن اسؑ کے نانا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں؟“

ہم نے پوچھا: ”اس کو لکھے ہوئے کتنا عرصہ گزر چکا ہے؟“ انہوں نے بتلایا کہ: ”یہ آپ کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت سے تین سو سال قبل کا لکھا ہوا ہے۔“

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بعد والی حدیث میں اس واقعہ کو قدرے اختلاف لفظی کے ساتھ دوسرے طریق سے نقل کیا ہے کہ امام حسینؑ کا نیزے پر سر لے کر شام جانے والوں میں سے ایک حاملِ سر سے نقل کیا ہے کہ:

''ہم نصاریٰ کے دَیر میں قیام پذیر اور کھانے پینے میں مشغول تھے اور امام حسینؑ کا سر نیزے پر سوار تھا ہم نے دیکھا اچانک کہ ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور دَیر کی دیوار پر لوہے کے قلم اور خون کے ساتھ ایک سطر لکھی،''

ے اترجوا امة قتلو احسینا
شفاعة جده یو م الحساب

''امت کے جن لوگوں نے حسین علیہ السلام کو شہید کیا، کیا وہ بھی قیامت کے دن اس کے نانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شفاعت کی اُمید رکھتے ہیں؟

جب ہم نے یہ منظر دیکھا تو بہت آہ وزاری کی اور ہم میں سے بعض نے کوشش کی کہ اس ہاتھ کو جس نے دیوار پر لکھا تھا، چھوئیں لیکن وہ غائب ہو گیا اور ہمارے ساتھی واپس آ گئے۔

اور عبدالرحمٰن مسلم، اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ، ''ہم جنگ کی غرض سے روم کے شہروں میں گئے، قسطنطنیہ کے نزدیک کلیسا (عیسائیوں کا عبادت خانہ) دیکھا، ہم اس میں داخل ہوئے تو اُس کی دیوار پر بھی ہم نے وہی شعر لکھا

ہوا پایا اور دریافت کرنے کے باوجود یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ شعر کس نے لکھا ہے''

(10) امام حسینؑ پر حضرت جبرائیل امین کا گریہ:

بحارالانوار، ج:44، ص:245، حدیث:45، میں علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بعض قابلِ اعتماد اشخاص سے روایت کی ہے کہ:

''ایک روز عید کے دن حضرت امام حسنؑ وحضرت امام حسین علیہ السلام اپنے نانا حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حجرے میں داخل ہوئے اور عرض کی کہ:''اے نانا جان! آج عید کا دن ہے، عربوں کے بیٹے قسم قسم کے عمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں، لیکن ہمارے پاس کوئی نیا لباس نہیں ہے اس لیے ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں'' رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم اُن کو اس حال میں دیکھ کر رو پڑے، حدیث بہت طویل ہے، اسی وقت بہشت سے دو سفید جوڑے آئے جن میں سے ایک کو حضرت جبرائیل نے امام حسنؑ کی پسند پر سبز رنگ اا ور دوسرے جوڑے کو حضرت امام حسینؑ کی پسند پر سرخ رنگ میں رنگ دیا گیا دونوں شہزادوں نے اپنے اپنے لباس کو زیبِ تن فرمایا اور خوش ہوگئے۔

جبرائیل امین نے جب یہ دیکھا تو گریہ کیا، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

''اے بھائی جبرائیل: آج کے دن جب کہ میرے بیٹے خوش ہیں آپ کیوں روتے ہیں، آپ کو عزتِ الٰہی کی قسم: اگر آپ کے رونے کا کوئی خاص سبب

ہے تو بیان کریں!" جبرائیل امین نے عرض کی: "اے رسولِ خدا آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ آپ کے دونوں شہزادوں نے لباس کے لیے مختلف رنگ پسند فرمایا ہے تو یہ بلاوجہ نہیں ہے بلکہ امام حسن علیہ السلام کو زہر پینا پڑے گا جس کی وجہ سے اُن کے چہرے کا رنگ سبز ہو جائے گا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا جائے گا اور اُن کا بدن اپنے ہی خون سے سُرخ ہو جائے گا" یہ سن کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی گریہ کیا اور آپ بہت دیر غمگین رہے۔

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ مؤلف

میرے پیارے بزرگ دوست استاد سید حسن امین صاحب 1388 ہجری قمری 1968ء میلادی کی گرمیوں میں جب تہران آئے تو مجھ پر لطف فرماتے ہوئے ''شیران'' علاقہ میں میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اور لائبریری کا جائزہ لینے لگے اسی دوران اُن کی نظر میرے تصنیف کردہ صفحات پر پڑی جنہیں میں نے مختلف کتب سے جمع کیا تھا اُن میں سے کچھ صفحات سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کی تاریخ پر مشتمل تھے کچھ گردشِ زمانہ کے ساتھ ساتھ تغیراتِ عزاداری، نوحہ خوانی اور گزشتہ زمانے میں جو حالات وواقعات پیش آئے، اُن پر مشتمل تھے۔

اس محترم ومعزز مہمان نے اس تحریر کا مقصد اور اس کے مصادر کے بارے میں پوچھا! میں نے عرض کیا، ''مجھے اپنی ذمہ داری کے احساس نے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں اپنا فارغ وقت اس موضوع پر لکھنے اور تنظیم واشاعت میں صرف کروں''

اس محترم مہمان کی طرف سے میری کاوش مورد تحسین وتشویق واقع ہوئی اور بعد کی ملاقات میں اور اُن کے بیروت پہنچنے پر وہاں سے بھیجے گئے خطوط

میں زور دیا گیا کہ، ''اس تحریر کو مکمل کر کے اشاعت کے مراحل سے گزار کر جلد سے جلد عوام تک پہنچایا جائے،،

آقائے امین صاحب کے اصرار، کتب خانوں کا تقاضا، عوام کا احساس امام مظلوم سید الشہدا کی تاریخ عزاداری، نوحہ ومرثیہ نوانی پر ایسی کتاب وقت کا اہم تقاضہ ہے اور مختلف کتب سے جمع شدہ تحریر نے بالآخر مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ اس موضوع پر یہ ایک نہایت تحقیقی کتاب عوام الناس تک پہنچانا چاہیے لہٰذا پانچ برسوں کی کاوشوں کے بعد تمام مواد کو مستقل طور پر جمع کر کے کتابی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔

اِس کتاب کے مطالعہ سے عزاداری سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی تاریخ کے بعض پہلوؤں سے آگاہی، اور اس موضوع پر بہت سے مطالب سے فیض یابی کے ساتھ ساتھ بہت سی کتابوں سے بے نیازی حاصل ہو جاتی ہے۔

خداوند کریم کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اپنے مقصود کی تکمیل تک اس کی توفیق شاملِ حال رہی اور یہ کتاب 1393 ہجری قمری ماہ محرم الحرام سے پہلے 1973ء میلادی میں مکمل ہوئی دعا ہے کہ یہ کتاب حقوق واجبہ کی ادائیگی کا سبب، راہِ خدا میں بزرگ ترین شہید، تمام شہدا کے امام اور میرے جدِ اعلیٰ اور قرآنِ کریم کے احکام کو روشناس کروانے کے لیے بہترین ذریعہ قرار پائے۔

کتاب کے موضوعات کو مطالعہ میں آسانی کے لیے چند فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور مزید بہتری پیدا کرنے والی آرأ کا (ان شاء اللہ العزیز) خیر مقدم کیا جائے گا۔

تمام تر قصد وارادہ ذاتِ خدا کے لئے ہے۔

التماسِ دعا کی تاکید کے ساتھ:

سید صالح شہرستانی، (تہران)

یکم ذی قعدہ 1393ہجری قمری

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

امام حسین علیہ السلام پر اولین گریہ کرنے والے خود حضرت رسولِ اکرمؐ اور اُن کے صحابہ کرام تھے

کتب احادیث، (اہلِ تسنن واہلِ تشیع) متفق ہیں کہ حضرت جبرائیلِ امین رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر وحی لے کر نازل ہوئے اور اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر اور مقامِ شہادت سے آگاہ کیا اس موضوع پر بہت سی روایات میں اس کی خبر دی گئی ہے۔

(1) علامہ سید محسن عاملی اپنی کتاب ''اقناع اللائم علی اقامۃ'' میں' ص: 30، پر لکھتے ہیں کہ:

شیخ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی شافعی نے کتاب اعلام النبوۃ، طبع مصر، ص:83، پر ذکر کیا ہے کہ:

جن روایات میں رسولؐ اکرم کو خبر دی گئی تھی اُن میں سے ایک روایت عروۃ نے حضرت عائشہ سے نقل کی ہے کہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ بازوؤں پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت امام حسین ابنِ علی علیہم السلام تشریف لائے

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پشت پر سوار ہو گئے اور کھیل میں مشغول ہوئے جبرائیلِ امین نے کہا: ''اے محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)! آپ کے انتقال کے بعد آپؐ کی امت فتنہ بر پا کرے گی اور آپؐ کے اس فرزند حسین علیہ السلام کوشہید کرے گی اس وقت جبرائیل نے ہاتھ بڑھایا اور تھوڑی سی مٹی لاکر دی اور فرمایا کہ آپؐ کے فرزند کو اس ''طف'' نامی زمین پر شہید کیا جائے گا'' اتنا فرما کر جبرائیلِ امین چلے گئے تو لوگوں نے دیکھا رسولؐ کے ہاتھ میں مٹی تھی اور آپ اسے دیکھ دیکھ کر گریہ کر رہے تھے پھر حالتِ گریہ ہی میں آپؐ اپنے صحابہ کی طرف آئے اُن میں حضرت علیؑ ،حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت حذیفہ، حضرت عمار، حضرت ابو ذر بھی موجود تھے، اصحابِ رسولؐ نے پوچھا یا رسولؐ اللہ کس چیز نے آپ کو رُلایا ہے؟

ارشاد فرمایا، ''جبرائیلِ امین نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ کا فرزند حسین علیہ السلام زمینِ ''طف'' میں شہید کیا جائے گا اور میرے لئے یہ خاک بھی لائے ہیں اور مجھے بتایا ہے کہ اسی جگہ آپ کے فرزند کو دفن کیا جائے گا۔ اس حدیث کے بعد علامہ محسن عاملی اضافہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

میں کہتا ہوں کہ جب صحابہ کرام نے رسولؐ خدا کو دیکھا کہ وہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سن کر گریہ کر رہے ہیں اور آپ کے مقتل کی خاک رسولؐ اکرم کے ہاتھ میں ہے اور جو کچھ جبرائیلِ امین نے حبیبؐ خدا کو خبر دی تھی،

وہ بتلا رہے ہیں اور جو مٹی جبرائیلِ امین نے رسولؐ اکرم کو دی تھی وہ اپنے صحابہ کرام کو دکھلا رہے ہیں تو صحابہ کرام نے لازماً گریہ کیا ہوگا رسولؐ خدا کو روتے ہوئے دیکھ کر صحابہ کرام بھی روئے ہوں گے اور فرزندِ رسول کی خبرِ شہادت سے حبیبِ خدا کو جو غم ہوا ہے اُس پر ہمدردی کا اظہار کیا ہوگا، اس لیے ایسے حالات اگر رسولِ خدا یا اُن کے اصحاب کے علاوہ کسی اور کو بھی درپیش ہوتے، تب بھی گریہ کا باعث تھے، لیکن جب ہادی و رہبر، حبیبِ خدا کو ایسے حالات اور حزن و ملال دامن گیر ہو تو بدرجہ اولیٰ رنج والم کا باعث ہوگا چنانچہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے یہ پہلی مجلسِ عزا منعقد ہوئی جس کا انعقاد ہماری مجلس عزا کے ساتھ بہت مشابہت رکھتا ہے فرق ہے یہ کہ اس مجلسِ عزا میں امام حسین علیہ السلام کے مصائب کا ذکر کرنے والے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور سننے والے اُن کے صحابہ کرام تھے۔

(2) اسی کتاب کے صفحہ 31 پر،

علاؤالدین بن حسام الدین المعروف متقی ہندی نے جو اہلِ سنت کے مشہور علماء میں سے ہیں، اپنی کتاب ''کنز العمال'' ج:5،ص:112، اور طبرانی نے کتاب ''کبیر'' میں مطلب بن عبد اللہ حنطب سے اور انہوں نے ام المومنین حضرت بی بی ام سلمہ سے نقل کیا ہے کہ:

ایک دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے

اور فرمایا کوئی شخص میرے نزدیک نہ آئے میں منتظر تھی کہ حسین علیہ السلام گھر میں داخل ہوئے اور کچھ دیر کے بعد میں نے رسولِ اکرم کا دردناک گریہ سنا اور جب میں نے دیکھا تو حضرت امام حسین علیہ السلام رسولؐ اکرم کی گود میں تشریف فرما تھے اور حبیبِ خدا اپنے فرزند حسین علیہ السلام کے سر پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے ام المومنین ام سلمہ سلام اللہ علیہا نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! جب تک حسین علیہ السلام گھر میں داخل نہ ہوئے تھے میں متوجہ نہ تھی،'' رسولؐ اکرم نے فرمایا: ''جبرائیلِ امین میرے پاس تشریف لائے تھے اور مجھ سے پوچھا تھا کہ، ''کیا آپ حسینؑ کو دوست رکھتے ہیں؟'' میں نے کہا، 'جی ہاں! اور فقط دنیا ہی میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی دوست رکھتا ہوں،' جبرائیلِ امین نے کہا، ''آپؐ کی امت کے لوگ زمینِ کربلا میں آپؐ کے بیٹے حسینؑ کو شہید کریں گے اس وقت جبرائیل اس زمین کی مٹی بھی لائے اور رسولؐ اکرم کو پیش کی،''

امام حسینؑ کو شہید کرنے کے لیے جب لوگوں نے گھیراؤ کیا تو امام نے پوچھا: ''اس زمین کا نام کیا ہے؟''

لوگوں نے کہا:

''کربلا'' امام نے فرمایا: ''رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سچ فرمایا تھا: ''یہ زمین رنج والم اور مصائب و آلام کی جگہ ہے''

اہلِ سنت کی بہت سی کتابوں میں بھی یہ روایت اسی طرح یا الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ موجود ہے۔

مثلاً صاحب عقد الفرید نے دوسری جلد میں اور احمد بن جنبل، ابویعلی، ابن سعد طبرانی، انس بن مالک، ابن عساکر اور اُن کے علاوہ بہت سے علماء اہلِ تشیع نے جن میں شیخ ابوجعفر محمد بن علی المعروف ابنِ بابویہ قمی بھی ہیں، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس عبارت کو نقل کیا ہے کہ:

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم ام المومنین بی بی ام سلمہ کے گھر میں تشریف فرما ہوئے اور آپ نے اُن سے فرمایا کہ "میرے پاس کوئی نہ آئے" اس عالم میں حضرت امام حسین علیہ السلام جو ابھی بہت چھوٹے تھے، تشریف لائے اور رسولِ خدا کے پاس پہنچے، ام المومنین حضرت بی بی ام سلمہ بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے تشریف لائیں تو دیکھا حضرت امام حسین علیہ السلام، حبیبِ خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سینہ مبارک پر تشریف فرما ہیں اور رسولؐ اکرم رو رہے ہیں اور آپ کے مبارک ہاتھوں میں ایک چیز ہے جسے آپؐ بوسے دے رہے ہیں، حبیبِؐ خدا نے فرمایا: "اے امِ سلمہ! جبرائیلِ امین نے مجھے بتایا ہے کہ آپ کا یہ فرزند شہید کیا جائے گا اور یہ مٹی اسی جگہ کی ہے جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا جائے گا، اس خاک کو اپنے پاس رکھو جب یہ مٹی خون ہو جائے اس وقت سمجھ لینا کہ

میرا پیارا فرزند حسین علیہ السلام شہید ہو گیا ہے۔

یہاں آخری کلام علامہ عاملی کا ہے۔

(3) شیخ مفید علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''ارشاد'' میں بیان فرماتے ہیں کہ: ''اوزاعی نے عبداللہ بن شداد سے، اس نے ام الفضل، دختر حارث سے روایت کی ہے کہ، ''اس نے رسولِ خدا کی خدمت میں عرض کی کہ:

یارسولؐ اللہ! آج کی رات میں نے ایک بُرا خواب دیکھا ہے،''
حبیبِ خدا نے پوچھا، ''بھلا تو نے کیا خواب دیکھا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا جدا ہو کر میری گود میں گر پڑا ہے،'' رسولؐ اکرم نے فرمایا، ''تو نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے، میری لختِ جگر فاطمۃ الزہراؑ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا اور وہ تیری گود میں پرورش پائے گا،'' کچھ مدت بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور جیسا کہ رسولِ خدا نے فرمایا تھا وہ میری گود کی زینت بنے۔ میں ایک مرتبہ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو امام حسین علیہ السلام میری آغوش میں تھے میں نے انہیں حبیبِ خدا کی گود میں ڈال دیا اور کچھ دیر کے لئے رسولِ خدا کے پاس سے ہٹ گئی پھر اچانک میں نے دیکھا کہ حبیبؐ خدا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، میں نے عرض کی، ''میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کو کیا ہوا ہے کہ آپ نے رونا شروع کر دیا؟''

فرمایا، ''جبرائیلِ امین میرے پاس آئے ہیں اور مجھے خبر دی ہے کہ میری امت کا ایک گروہ میرے اِس بیٹے کو شہید کرے گا''، میں نے عرض کی، ''اس حسین علیہ السلام کو!؟'' فرمایا، ''ہاں! اور مجھے کچھ مقدار وہاں کی سرخ مٹی بھی لا کر دی ہے''۔

سماک نے ابنِ فحارق سے، اور اس نے ام سلمہ سے نقل کیا ہے کہ:

ایک مرتبہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس بیٹھی تھی اور امام حسین علیہ السلام رسول کی آغوش میں تھے کہ رسولؐ اکرم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، میں نے عرض کی: ''اے رسولِؐ خدا! میں آپ پر قربان، کیا ہوا ہے کہ میں آپ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ رہی ہوں؟'' فرمایا، ''حضرت جبرائیلِ امین نازل ہوئے ہیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں تسلیت پیش کی ہے اور خبر دی ہے کہ امت کا ایک گروہ اسؑ کو شہید کرے گا، خداوند کریم اس گروہ کو میری شفاعت سے محروم رکھے'' (آمین)

حضرت ام سلمہ سے ایک اور سند کے ساتھ روایت نقل کی گئی ہے کہ:

میں نے ایک دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کا چہرہ غبار آلود اور بال پریشان ہیں، میں نے عرض کیا، ''یا رسولؐ اللہ! آپ کو کیا ہوا ہے کہ آپؐ کے بال پریشان اور چہرہ غبار آلود ہے؟''

فرمایا: ''عراق میں ایک جگہ کربلا ہے، مجھے وہاں لے جایا گیا تھا، وہاں مجھے میرے اہلِ بیت کے کچھ افراد اور امام حسین علیہ السلام کے شہید ہونے کی جگہ دکھائی گئی ہے میں اُن کا خون جمع کرتا رہا ہوں، میرے ہاتھ میں اِس وقت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے اعوان وانصار کا خون ہے،'' پھر حبیبِ خدا نے اپنا دستِ مبارک میری طرف بڑھایا اور فرمایا، ''اس کو پکڑ لو اور اسے حفاظت کے ساتھ رکھو'' میں نے اس چیز کو جو سرخ خون کی طرح معلوم ہوتی تھی، پکڑی اور اسے ایک شیشی میں ڈال کر اس کا منہ مضبوط کر کے باندھ دیا اور اسے محفوظ جگہ پر رکھا، جب حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ مکرمہ سے عراق کی طرف روانہ ہوئے میں دن رات اس شیشی کو نکال نکال کر دیکھتی تھی، اسے سونگھتی تھی اور امامؑ کی مصیبت کو یاد کر کے روتی تھی۔ یہاں تک کہ دسویں محرم روزِ عاشور آپہنچا اور وہ، وہ دن تھا جس دن امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے، عاشورا کے دن صبح کے وقت میں نے دیکھا تو وہ مٹی اپنی اصلی حالت ہی میں تھی پھر عاشورہ کے دن آخری وقت اسے دیکھا تو وہ مٹی خون میں بدل چکی تھی میں نے آہ وفغاں، فریاد اور گریہ شروع کیا لیکن اپنے عقیدہ کو اپنے دل میں رکھا اس لیے کہ امام حسین علیہ السلام کے دشمنوں کا ڈر تھا کہ کہیں مجھے سرزنش نہ کریں اس دن کے بعد ہر روز میں نے ایام کی گنتی

کرتی رہتی تھی جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر مدینہ منورہ میں پہنچی تو حقیقت روشن ہوگئی کہ وہی روزِ عاشور ہی آپ کا روزِ شہادت تھا۔

(4) کتاب مسند احمد بن حنبل جلد اول، ص:85، عبداللہ بن نجی سے اور اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ اُس کے پاس طہارت و وضو کا برتن تھا اور وہ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ سفر کر رہا تھا، وہ صفین کی طرف جا رہے تھے جب وہ نینوا کے سامنے پہنچے تو حضرت علی علیہ السلام نے آواز دی، ''اے اللہ کے بندے شطِ فرات میں ٹھہر جاؤ'' میں نے عرض کی، ''شطِ فرات کیا چیز ہے؟'' امامؑ نے فرمایا: ''میں ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا حضورؐ رو رہے ہیں، میں نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسولؐ کیا کسی نے گستاخی کی ہے کہ آپ رو رہے ہیں؟'' فرمایا، ''تھوڑی دیر پہلے جبرائیلِ امینؑ نے مجھے بتلایا ہے کہ حسین علیہ السلام شطِ فرات میں شہید کیا جائے گا اس کے بعد کہا، ''اگر آپ چاہتے ہیں تو حسین علیہ السلام کی شہادت کی جگہ کی مٹی سونگھنے کے لیے دوں؟'' میں نے کہا، ''جی ہاں!'' جبرائیلِ امین نے اپنا ہاتھ دراز کیا اور ایک مٹھی خاک اٹھائی اور وہ مجھے دی اس کے بعد میں اپنی آنکھوں پر کنٹرول نہ کر سکا اور بے ساختہ

آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور مجھ میں انہیں روکنے کی قدرت بھی نہیں تھی۔

اس حدیث کی عبارت یا کچھ اضافے کے ساتھ ابن حجر نے اپنی کتاب ''صواعق محرقہ،'' میں سبط ابنِ جوزی نے اپنی کتاب'' تذکرۃ الخواص میں'' بغوی نے اپنی کتاب ''معجم'' میں، متقی ہندی نے اپنی کتاب ''منتخب کنز العمال'' اور اُن کے علاوہ اور بہت سے اہلِ سنت اور شیعہ حضرات نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔

(5) ابن سعد نے اس واقعہ کو تھوڑے سے اضافے کے ساتھ حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ:

حبیبِؐ خدا نے فرمایا: ''کہ جبرائیلِ امین نے مجھے اس مقام کی مٹی لا کر دی ہے اور وہ جگہ بھی دکھلائی ہے، جہاں حسینؑ کو شہید کیا جائے گا اور جو حسین علیہ السلام کو شہید کریں گے اُن پر اللہ کا غضب ہو گا، اے عائشہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب وہ منظر میرے سامنے آتا ہے تو مجھے غم ناک اور محزون کر دیتا ہے وہ کیسے ملعون ہوں گے کہ میری امت میں ہونے کے باوجود میرے فرزند امام حسین علیہ السلام کو شہید کریں گے؟''

(6) احمد بن حنبل نے بھی چند روایات ابن عباس سے اپنی سند

میں نقل کی ہیں، مثلاً میں نے دوپہر کے وقت عالمِ خواب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کا چہرہ غبار آلود اور بال پریشان ہیں اور اُن کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے، میں نے عرض کی:

"اے رسولِؐ خدا! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے اپنی ایسی حالت کیوں بنا رکھی ہے؟" فرمایا، "کہ میرے فرزند امام حسین علیہ السلام کو اُن کے ساتھیوں سمیت قتل کر دیا گیا ہے" میں اس وقت سے ایام گنتی کرتا رہا اور ادھر ادھر سے معلومات حاصل کرتا رہا، واقعاً حضرت امام حسین علیہ السلام اسی دن شہید کر دیئے گئے تھے۔

(7) کتاب "اقناع اللائم"، ص:39، پر بھی یہ واقعہ اسی طرح درج ہے اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں، جامع ترمذی، السدی اور فضائل سمعانی سے روایت کی ہے کہ ام المومنین حضرت بی بی ام سلمہ فرماتی ہیں: "کہ میں نے عالمِ خواب میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا کہ اُنؐ کے سر میں خاک ہے، میں نے عرض کی: "یا رسولِؐ خدا آپ کو کیا ہوا کہ آپ نے ایسی حالت بنا رکھی ہے؟" فرمایا: "میں نے ابھی کچھ ہی دیر پہلے امام حسینؑ علیہ السلام کو اپنی آنکھوں کے سامنے شہید ہوتے دیکھا ہے....

مؤلف کتاب (شہرستانی) فرماتے ہیں کہ تمام علما نے روایت کی

ہے اور اس کو شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے امالی میں ام سلمہ سے نقل بھی کیا ہے کہ:

''میں ام سلمہ کے پاس ایسی حالت میں حاضر ہوا کہ وہ رو رہی تھیں، میں نے عرض کی، ''آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟'' بی بی نے فرمایا: ''میں نے عالمِ خواب میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا کہ اُن کے سر اور ریش مبارک میں خاک پڑی ہوئی تھی میں نے عرض کی، ''یا رسولؐ اللہ! آپ کے سر اور محاسن شریف میں خاک کیوں ہے؟'' حضورؐ نے فرمایا، ''ابھی کچھ ہی دیر پہلے میں نے اپنے فرزند حسینؑ کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔''

شیخ مفید نے مجالس میں اور شیخ طوسی نے امالی میں روایت کی ہے اور ہر دو بزرگوں نے حدیث کی سند امام جعفر صادق بن امام محمد باقر علیہما السلام تک پہنچائی ہے کہ، ''ایک دن صبح کے وقت ام المومنین زوجۃ النبیؐ حضرت بی بی ام سلمہ رو رہی تھیں لوگوں نے پوچھا، ''آپ کیوں رو رہی ہیں؟'' بی بی نے فرمایا، ''گزشتہ روز میرا بیٹا حسینؑ شہید ہو چکا ہے اور واقعہ اس طرح ہے کہ رسولؐ خدا نے جب سے انتقال فرمایا میں نے انہیں آج تک خواب میں نہیں دیکھا تھا مگر کل کی رات حضورؐ کو عجیب متغیر حالت میں دیکھا ہے کہ حبیبؐ خدا غمناک اور خاک آلودہ تھے اور

پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ'' میں آج کی رات حسینؑ اور اس کے اصحاب کی قبریں کھودتا رہا ہوں'' اِس قسم کی احادیث جو اسناد کے اعتبار سے قابلِ اطمینان ہیں، گنتی سے باہر ہیں اور اہلِ سنت اور شیعہ علما نے جس قدر درج کی ہیں اس سے کہیں زیادہ روایات موجود ہیں۔

(8) ابنِ نباتہ اپنی خطبات والی کتاب کے جس میں وہ خطبے درج ہیں جو جمعہ کے دن منبروں پر پڑھے جاتے ہیں، دوسرے خطبہ میں جو محرم الحرام کے لیے ہے، کہتا ہے کہ'' رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو امام حسینؑ سے بہت محبت تھی وہ امام کے لبوں کے بوسے لیتے تھے اور اُنہیںؑ اپنے کندھوں پر اٹھاتے تھے اگر امام حسینؑ کو اس حالت میں دیکھتے کہ وہ زمین پر سخت پیاس کے غلبہ میں منہ کے بل گرے ہوئے گریہ زاری کر رہے ہیں اور پانی اگرچہ سامنے ہے لیکن اپنی کم سنی کی وجہ سے وہ اسے پی نہیں سکتے تو یقیناً حبیبِؐ خدا چیخ مار کر زمین پر گر پڑتے اور آپ پر غش طاری ہو جاتا'' پس خداند کریم آپ لوگوں پر رحم کرے آپ حضورؐ کے اعلیٰ مقام کے حامل نواسے، شہید مظلوم پر گریہ و زاری کریں اور مضمحل کیفیت میں وقت بسر کریں اس لیے کہ آپ تک اِسلام پہنچانے کی خاطر آزاد و غلام راہِ خدا میں شہید ہوئے ہیں، اُن کے مصائب و آلام پر گریہ کریں اور خداوند کریم سے ایسے ڈریں کہ جس طرح ڈرنے کا حق

ہے۔

(9) حضرت بی بی ام سلمہ جو رسولؐ اکرم کی زوجہ تھیں اکسٹھ ہجری قمری کے وسط تک زندہ رہیں پھر اکسٹھ ہجری کے آخر میں وفات پائی۔

ڈاکٹرہ بنتِ شاطی ـــ اپنی کتاب ''موسوعۃ آلِ النبیؐ'' میں جو قاہرہ اور مصر میں کئی مرتبہ چھپ چکی ہے، لکھتی ہیں کہ ''رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زوجہ بی بی ام سلمہ کربلا کے خونین واقعات اور اہلِ بیتِ رسولؐ کی شہادت کے امتحان میں مبتلا ہوکر باقی مسلمان کے آزمائے جانے تک زندہ رہیں اور حضرت امام حسین ابنِ علی علیہم السلام کی خبرِ شہادت موصول ہونے کے بعد دنیا سے رخصت ہوئیں، بنتِ شاطی کہتی ہیں کہ حضرت بی بی ام سلمہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ازواج میں سے آخری زوجہ ہیں جو اکسٹھ ہجری قمری میں فوت ہوئیں حضرت ابو ہریرہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ جنت البقیع میں دفن ہوئیں،''

(10) مؤلف کتاب سید صالح شہرستانی فرماتے ہیں کہ:

''سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے اصحاب کی زمینِ کربلا پر شہادت کے اندوہ ترین حادثہ کی خبر اکسٹھ ہجری قمری

ماہِ محرم الحرام کے آخر میں مدینہ منورہ پہنچی۔ اہلِ حجاز اور خصوصاً مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں کے لیے یہ حادثہ ایک بہت بڑی مصیبت تھا آئندہ فصلوں میں اس کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے (ان شاء اللہ العزیز)،

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....
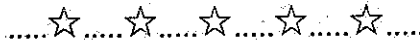
حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا اپنے بیٹوں کے لیے گریہ فرمانا

ابو الشہدا حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السلام اپنے بیٹے حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ فرماتے تھے، اس موضوع پر بہت سی روایات میں سے چند یہاں نقل کی جاتی ہیں:

(1) کتاب ''اقناع اللائم'' ص:65، پر علامہ سید محسن امین تحریر فرماتے ہیں کہ ''شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے امالی میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ''حضرت علیؑ امیر المومنین کے سفر میں مَیں اُن کے ہمراہ تھا، دریائے فرات کے کنارے جب آپؑ مقامِ ''نینوا'' پر پہنچے تو سواری سے اتر پڑے اور بلند آواز سے فرمایا، ''اے ابنِ عباس! کیا تو اس جگہ کو پہچانتا ہے؟'' میں نے عرض کیا، '' آقا و مولا میں اسے نہیں پہچانتا،'' امامؑ نے فرمایا جس طرح میں پہچانتا ہوں اگر تو بھی اسی طرح پہچانتا ہوتا تو اس جگہ سے میری طرح گریہ کئے بغیر نہ گزرتا،'' پھر امامؑ عالی مقام اتنا روئے کہ اُن کی ریش مبارک تر ہوگئی اور سینے پر بھی

آنسو جاری ہو گئے اور ہم بھی امامؑ کے ساتھ گریہ کرتے رہے مولا امیر المومنینؑ فرماتے ہیں، ''آہ آہ! میں نے آل ابی سفیان کا کیا بگاڑا تھا؟ اے ابا عبداللہ! تو آل ابی سفیان کے سلوک پر صبر کر، تیرے باپ کے ساتھ بھی انہوں نے ایسا ہی سلوک کیا ہے اسے بھی ان سے ایسے ہی مصائب و آلام پہنچے ہیں،''

(2) سبط ابن جوزی نے ''تذکرہ'' میں نقل کیا ہے کہ،''حسن ابن کثیر اور عبد خیر نے روایت کی ہے کہ،''جب حضرت علیؑ کربلا پہنچے تو وہاں رک گئے اور گریہ کیا پھر ارشاد فرمایا،''باپ قربان ہو اُن بیٹوں پر جو اس جگہ شہید کیے جائیں گے، یہاں اُن کی سواریاں بٹھائی جائیں گی یہاں اُن کا مال و اسباب اتارا جائے گا اور یہ اس مردِ مجاہد کی مقتل گاہ ہے،'' پھر بہت زیادہ روئے۔

یہ حدیث، مسند احمد بن حنبل، صواعق محرقہ ابن حجر اور منتخب کنز العمال میں بھی الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ نقل کی گئی ہے،''

(3) ابن حجر نے ''صواعق محرقہ'' فصل سوم، باب: 11، میں تحریر کیا ہے کہ،''امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام، جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کی جگہ پر سے گزرے تو آپؑ نے فرمایا،''یہاں اُن کی سواریاں بٹھائی جائیں گی، یہاں اُن کا مال و اسباب اتارا جائے

گا، یہاں اُن کا خون بہایا جائے گا، آلِ محمد علیہم السلام کے جوان یہاں شہید کیئے جائیں گے اور زمین و آسمان اُن پر گریہ کریں گے۔''

(4) ابن قولویہ نے ''کامل الزیارات'' میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے، حضرت علی علیہ السلام کی اپنے بیٹے حضرت امام حسین علیہ السلام پر نگاہ پڑی تو فرمایا ''اے ہر مومن کے آنسو!'' عرض کی، ''اے پدرِ جان کیا میں؟'' حضرتؑ نے فرمایا، ''ہاں! اے لختِ جگر!''

(5) کتاب ''مدینۃ الحسین''، تالیف سید محمد حسن آل الکلید دار، دوسرا ایڈیشن میں درج ہے کہ:

''شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ارشاد میں عثمان بن قیس عامری سے اس نے جابر بن حر سے اس نے جریر بن مسہر عبدی سے روایت کی ہے کہ، ''36 ہجری قمری میں جب میں صفین کی طرف امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ جا رہا تھا، تو ہم زمین کربلا پر پہنچے میں لشکر کے ایک طرف کھڑا تھا میں نے دیکھا حضرت علیؑ دائیں بائیں دیکھ رہے ہیں اور معلوم ہوا کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں، پھر ارشاد فرمایا، ''اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ اُن کی سواریوں کے بٹھائے جانے کی جگہ ہے اور یہ اُن کے شہید ہونے کی جگہ ہے،'' سوال کیا گیا، ''یہ کون سا مقام ہے؟'' حضرت علیؑ

نے جواب دیا، ''یہ زمین کربلا ہے، یہاں ایسا گروہ راہِ خدا میں شہید ہوگا جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا۔'' اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام وہاں سے چل پڑے اور لوگوں کو 61 ہجری میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے شہید ہونے تک حضرت علی علیہ السلام کے اس فرمان کا پوری طرح علم نہیں ہو سکا۔

(6) کتاب ''اقناع اللائم'' ص108 پر درج ہے اور ابن قولویہ نے کامل الزیارات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ، ''امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے لختِ جگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا:

''اے ہر مومن کے آنسو،'' حضرت امام حسین علیہ السلام نے عرض کی، ''اے والدِ محترم! کیا یہ آپ میرے بارے میں فرما رہے ہیں؟'' حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا، ''ہاں! میرے پیارے بیٹے،'' حضرت علیؑ کے گریہ ہی کی طرح خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے گریہ کے متعلق بھی یہ روایات متواترہ موجود ہیں مثلاً کتاب ''امالی'' شیخ مفید علیہ الرحمہ، ص:194، پر نیشا پوری سے نقل کیا گیا ہے کہ،

''درہ نامی ایک نوحہ خوان خاتون نے حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو عالم خواب میں دیکھا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بیٹی اپنے

لختِ جگر امام حسینؑ کی قبر کے سرہانے کھڑی ہو کر گریہ فرما رہی ہے پھر آپ نے حکم دیا کہ یہ شعر پڑھیں:

ے اے میری دونو آنکھو! آنسو بہاؤ
تیز تیز برساؤ اور خشک نہ ہو جاؤ
زمینِ کربلا پر شہید ہونے والے پر گریہ کرو
کہ اپنے سینۂ اقدس کو ٹکڑے ٹکڑے کیا
اے وہ مقتول کہ میں تیرے سرہانے نہ تھی
اور مَیں بیمار بھی نہ تھی !

(7) سید عبدالحسین نے جو کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے حرم کے نگران تھے، کتاب ''بغیۃ النبلاء'' ص:154، پر نقل کیا ہے کہ، ''ابی علی قاضی تنوخی متوفی 384 ہجری قمری نے اپنی کتاب ''نشوار المحاضرہ'' میں اس طرح درج کیا ہے کہ، ''میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ:

''ابوالحسن کاتب میرے پاس آیا اور ابن اصدق کے بارے میں پوچھا کہ، ''کیا آپ اسے جانتے ہیں؟'' جتنے بھی لوگ وہاں بیٹھے تھے میرے سوا کوئی بھی اسے نہیں جانتا تھا، میں نے کہا، ''جی ہاں! میں اسے جانتا ہوں، آپ کو اس سے کیا کام ہے؟'' اس نے پوچھا، ''اس کا شغل کیا ہے؟'' میں نے جواب دیا، ''وہ امام حسین علیہ السلام کے لیے نوحے پڑھتا

رہتا ہے۔'' یہ سن کر ابوالحسن کاتب نے رونا شروع کر دیا اور پھر کہا، ''اہلِ کرخ میں سے ایک ضعیفہ عورت جس نے میری پرورش بھی کی ہے ہمارے پاس ہی رہتی ہے، اس کی زبان میں لکنت ہے اور وہ صحیح عربی نہیں بول سکتی اور نہ شعر ہی کہہ سکتی ہے، وہ ایک صالحہ خاتون ہے، روزہ داری اور نمازِ شب پڑھنا اس کا معمول ہے، گزشتہ رات وہ نصف شب کے وقت اچانک بیدار ہوئی ہے زور سے چیخ مار کر مجھے آواز دی:

''اے ابوالحسن!'' میں نے پوچھا، ''تجھے کیا ہوا ہے؟'' اس نے جواب دیا، ''میرے پاس جلدی آؤ'' جب میں اس کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا وہ لرز رہی ہے، میں نے پوچھا، ''تمہیں کیا ہوا؟'' اس نے جواب دیا، ''میں نے نمازِ عشا پڑھی تو مجھے نیند آ گئی اور میں نے عالمِ خواب میں دیکھا کہ میں کرخ کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہوں، اس کے بعد ایک صاف ستھرا کمرہ دیکھا جس کا دروازہ کھلا ہے اور بہت عمدہ فرش پر عورتیں افسردہ بیٹھی ہوئی ہیں، میں نے اُن سے پوچھا، ''کیا خبر ہے کون فوت ہو گیا ہے؟'' انہوں نے مجھے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا میں اندر داخل ہوئی تو ایک اور بہت خوب صورت اور صاف ستھرا کمرہ دیکھا جس کے صحن میں ایک جوان خاتون کو بیٹھے دیکھا، جس نے سفید نورانی لباس پہن رکھا تھا اور ایک

اور بہت ہی سفید لبادہ اپنے لباس کے اوپر زیب تن کیا ہوا تھا اور وہ ایک سر بریدہ کو جس سے خون ٹپک رہا تھا، اپنی آغوش میں لیے ہوئے تھیں، میں نے عرض کی، ''آپ کون ہیں؟'' انہوں نے فرمایا، ''میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہؑ ہوں اور یہ میرے پیارے بیٹے حسینؑ مظلوم کا سر ہے اور ابن اصدق سے کہو کہ وہ اس کا نوحہ کو اس طرح پڑھے:

ے لم امرضه فاسلوا

لا ولا کان مرٗیضا

ترجمہ: ''میں نے اس کی عیادت اور تیمارداری نہیں کی کہ اس کی دلداری کرتی اور میں مریض بھی نہیں تھی''، چنانچہ میں روتی ہوئی بیدار ہوئی ہوں،''

اس کے بعد ابوالحسن کاتب کہا کہ، ''وہ ضعیفہ عورت لفظ لم امرضه کو لم امرطه پڑھتی تھی اس لیے کہ وہ لفظ ''ضاد'' کو درست ادا نہیں کرسکتی تھی اور جس وقت وہ دوبارہ سوئی ہے میں اس کے پاس ہی تھا،''

میرے والد بزرگوار نے کہا کہ، ''اس کے بعد ابوالحسن کاتب نے کہا کہ، ''تو چونکہ ابن اصدق کو جانتا ہے اس لیے میں یہ امانت تیرے سپرد کرتا ہوں اور اب تجھ پر واجب ہے کہ تو اس امانت کو اس تک پہنچائے،'' میں

نے عرض کیا کہ ''میں سیدۃ نساءُ العالمین دختر رسول حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی ضرور اطاعت کروں گا''

والد محترم نے بتایا کہ ''یہ واقعہ ماہ شعبان المعظم کا تھا اور یہ وہ وقت تھا کہ جنبلی لوگ حائر امام حسین علیہ السلام کی طرف جانے کی تیاریوں میں تھے جب کہ میں جانے میں سستی کر رہا تھا آخر کار میں بھی روانہ ہوا اور پندرہ شعبان المعظم کو میں کربلا حرم امام حسین علیہ السلام پہنچا اور ابن اصدق کو تلاش کر کے اس سے کہا کہ ''بنتِ رسولِؐ خدا فاطمۃ الزہراؑ نے تمہیں ارشاد فرمایا ہے کہ فلاں نوحہ اس طرح پڑھو''

ے لم امرضه فا سلوا

لا ولا كان مريضا

اور میں خود اس نوحہ کو اس واقعہ سے قبل نہیں جانتا تھا ابن اصدق نے اس واقعہ کو جو ضعیفہ کے ساتھ پیش آیا تھا، بیان کرنے کی درخواست کی چنانچہ میں نے من وعن سنایا تو لوگ جو حاضر تھے تمام رونے لگے اور اس رات نوحہ خوانی اسی قصیدہ کے ساتھ ہوئی جس کا پہلا شعر اس طرح تھا:

ے ایها العینان فیضا

واستهلا لا تغیضا

معلوم ہوا کہ کوفہ کے شعراء میں سے کسی نے یہ قصیدہ لکھا تھا اس کے

بعد میں کاتب کے پاس واپس آیا اور تمام واقعہ تفصیل کے ساتھ اس سے بیان کیا۔"

(8) اعیانِ الشعیہ، جلد 3، ص:39، پر سید محسن عاملی، سید ابن طاؤس کی کتاب "لہوف" سے نقل کرتے ہیں کہ، سکینہ بنتِ حسینؑ ارشاد فرماتی ہیں کہ، "دمشق میں ہمیں چار دن گزرے تھے کہ میں نے عالمِ خواب میں ایک خاتون کو دیکھا کہ وہ ایک ہودج میں سوار ہے اور اپنے ہاتھ سر پر رکھے ہوئے ہے میں نے پوچھا، "یہ مستور کون ہیں؟" بتلایا گیا کہ یہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بیٹی اور تیرے والد سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی والدہ معظّمہ حضرت فاطمۃ الزہراؑ ہیں، میں نے کہا، "اللہ تعالیٰ کی قسم میں اُن کے پاس جا کر وہ تمام کچھ بیان کروں گی جو ہمارے ساتھ رسولؐ خدا کی امت نے کیا ہے چنانچہ میں دوڑ کر خاتونِ جنتؑ کی خدمت میں پہنچی، اور اُن کے سامنے جا کر کھڑی ہوگئی۔

میری آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات تھی، میں نے عرض کیا، "اے مادرِ جان! اللہ تعالیٰ کی قسم! اُن لوگوں نے ہمارے حق کا انکار کیا، اے اماں جان! ہمیں شہر بہ شہر پھرایا گیا اور ہماری عزت و آبرو کی کوئی پروا نہیں کی گئی، ہمارا مال و اسباب لوٹ لیا گیا، ہمارے جوانوں کا خون بہایا گیا۔

اے اماں جان !جوانانِ جنت کے سردار میرے والدِ بزرگوار امام حسین علیہ السلام کوشہید کر دیا گیا،''

مادرِجان نے مجھے فرمایا:

''اے بیٹی سکینہ! اپنی فریاد کوروک لے، تیری آہ وفغاں سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہورہا ہے، یہ تیرے والدِ مظلوم سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کا خون آلود پیراھن ہے، یہ مجھ سے جدا نہیں ہوگا اور میں اسے لیے ہوئے قیامت کے روز خداوند عادل کے دربار میں حاضر ہوں گی،''

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

حضرت امام حسین علیہ السلام جب اہلِ حجاز سے رخصت ہوئے تو انہوں نے امامؑ پر گریہ کیا

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ منورہ سے کوچ کا قصد کیا اور مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو معلوم ہوا کہ آپ اپنے نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا شہر چھوڑ کر عراق کی طرف جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو یہ امر اُن پر بہت ہی گراں گزرا، امامِ عالی مقام کا اُن سے جدا ہونا اُن کے لیے سخت اذیت کا باعث تھا، کیوں کہ انہیں رہبری و پیشوائی اور وعظ و نصیحت کے لیے آپؑ کی بہت ضرورت تھی انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ اس سفر سے صرف نظر کریں وہ جانتے تھے کہ بنی امیہ کی حکوت اُن کی دشمن ہے اور اُن کا خون مباح جانتی ہے، ادھر امام حسین علیہ السلام اور اُن کے اصحاب جو اصلاحی پروگرام لے کر مدینہ منورہ سے رخصت ہو رہے تھے وہ اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دین کو زندہ کرنا چاہتے تھے اس کے لیے اُن کا گھر بار لُٹ جائے خواہ اُن کا اور اُن اعوان و انصار کا خون بہا دیا جائے مگر دینِ اسلام زندہ رہنا چاہیے مدینہ کے لوگ اپنی ہمدردی کا اظہار کرتے تھے کہ آقا! آپ اس

سفر کو اختیار نہ کریں لیکن امام عالی مقام خود بہتر جانتے تھے، اور حالات کی نزاکت سے خوب واقف تھے، لوگوں نے وہ روایات و احادیث جو رسولِ خدا سے سن رکھیں تھیں، امامؑ کی خدمت میں دہرائیں لیکن امامؑ نے فرمایا، ''میں بہتر جانتا ہوں اور اُن اخبار سے بھی واقف ہوں'' یہ کہہ کر امامؑ نے اسی سفر کو اختیار کیا جس سے لوگ انہیں روک رہے تھے۔

(1) کتاب ''اعیان الشیعہ''، جلد:4، ص:75، ایڈیشن اول میں امام حسین علیہ السلام کا اپنے عزیز و اقارب اور اعوان و انصار کے ہمراہ مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ اور مکہ معظّمہ سے کوفہ کے سفر کا ذکر ہوا ہے کہ:

عبد المطلب کی مستورات نے جب یقین کر لیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ منورہ چھوڑنا چاہتے ہیں تو اُن کا ایک گروہ نوحہ خوانی کرتا ہوا آیا اور انہوں نے امام حسین علیہ السلام کو درمیان میں لے کر ایک ہالہ بنا لیا، امام عالی مقامؑ نے فرمایا، ''میں آپ کو تنبیہ کرتا ہوں اِتنا بلند نوحہ و گریہ کرنا خدا اور رسولؐ کے حکم سے انحراف کرنا ہے،'' بنی عبد المطلب کی عورتوں نے سوال کیا، ''مولا! آپ ہی ارشاد فرمائیں نوحہ خوانی و گریہ و زاری اس سے بڑھ کر کس موقعہ کے لیے ہے؟ ہمیں تو یہ گمان ہو رہا ہے کہ آج آپ ہی رخصت نہیں ہو رہے ہیں بلکہ آج رسولِ خدا، علی مرتضیٰؑ، فاطمۃ الزہراؑ اور حسن مجتبیٰ علیہم السلام دنیا سے رخصت ہو

رہے ہیں، ہم آپ پر قربان ہو جائیں آپ تو نیکو کار لوگوں کے دوست ہیں۔''

شاید قضا و قدر نے اُن عورتوں کو الہام کیا تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے عزیز و اقربا اعوان و انصار اور جو بھی اُن کے ہمراہ اس سفر میں جارہے ہیں، یقیناً شہید ہو جائیں گے۔

(2) کتاب ''مجالس السنیہ فی مناقب و مصائب العترۃ النبویہ'' ص:42، پر درج ہے کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام جب مدینہ منورہ سے رخصت ہونے لگے تو محمد حنفیہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، ''اگر مکہ معظمہ میں اطمینان ہے تو وہاں چلے جائیں ورنہ یمن تشریف لے جائیں اگر وہاں بھی اطمینان نہ ہو تو پہاڑوں میں چلے جائیں کہ آپ اموی حکومت اور یزید کے شر سے محفوظ رہ سکیں،'' حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا، ''اے برادر! قسم بخدا دنیا میں اگر کہیں بھی پناہ گاہ نہ رہے تب بھی میں یزید ابن معاویہ کی بیعت نہیں کروں گا،'' محمد حنفیہ نے یہ سن کر گریہ شروع کر دیا، امام عالی مقام بھی کچھ دیر اپنے بھائی کے ساتھ گریہ کرتے رہے، پھر ارشاد فرمایا، ''اے بھائی جان! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے اچھا مشورہ دیا اور صحیح رہنمائی کی

ہے، میں نے مکہ معظّمہ ہی جانے کا ارادہ کیا ہے''،

(3) اسی کتاب کے ص: 45، پر ہے کہ:

جب حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ معظّمہ سے 8 ذی الحجہ، 60 ہجری قمری میں عراق جانے لگے تو محمد بن حنفیہ دوبارہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، ''آقا! آپ عراق نہ جائیں، اگر جانا ہی ہے تو یمن کی طرف چلے جائیں،'' لیکن امام حسین علیہ السلام نے بمصلحتِ امامت یہ مشورہ قبول نہ فرمایا، پھر مؤلف لکھتے ہیں کہ، ''عبداللہ ابنِ عمر کو جب علم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ معظّمہ سے کوچ کر چکے ہیں تو وہ جلدی جلدی امامؑ کے پیچھے روانہ ہوا اور راستے ہی میں ایک مقام پر امامِ عالی مقام سے جا ملے اور عرض کی، ''اے فرزندِ رسولؐ آپ نے کہاں کا ارادہ کیا ہے؟''

امام حسینؑ نے فرمایا، ''میں عراق جا رہا ہوں،'' ابن عمر نے عرض کی، ''آپ اس سفر کو اختیار نہ کریں اور اپنے نانا رسولِ خدا محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حرم کی طرف لوٹ آئیں،'' لیکن حضرت امام حسین ابن علی علیہم السلام نے عبداللہ ابن عمر کی اس رائے کو رد کر دیا تو اس نے عرض کی، ''اے ابا عبداللہ! اگر آپ نے اس سفر کا پختہ ارادہ کر ہی لیا ہے تو میری ایک عرض ہے کہ میرے لیے اپنے سینے پر سے

پیراہن کے بٹن کھولیں ،'' حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے سینہ اقدس سے کپڑا ہٹایا تو عبداللہ ابن عمر نے تین مرتبہ اس مقام پر بوسہ دیا جہاں رسولؐ مقبول بوسہ دیا کرتے تھے اور عرض کی ،'' اے ابا عبداللہؑ! میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ آپ اس سفر میں شہید کر دیئے جائیں گے ،''

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

حضرت امام حسین علیہ السلام نے غم آور اخبار سے خود آگاہ فرمایا

60 ہجری قمری، 8 ذی الحجہ کو حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ معظّمہ سے عراق روانہ ہوئے، کوفہ سے آنے والے قاصدوں اور راہ گیروں کے ذریعہ سے آپ کو اہلِ کوفہ کی خیانت، ظلم و جور اور طغیان گری کی غم ناک مسلسل خبریں موصول ہو رہی تھیں، عبید اللہ ابن زیاد کا نیا گورنر مقرر ہونا اور مکر و حیلہ سے کوفہ کے دار الامارہ میں داخل ہو کر لوگوں کو ڈرانے دھمکانے کے سب واقعات آپ کے علم میں آ چکے تھے، اور اس صورت حال سے قبل بھی حضرت امام حسین علیہ السلام اس بات سے باخبر تھے کہ خود آپ اور آپ کے عزیز و اقربا، یار و انصار جو آپ کے ہمراہ عراق جا رہے ہیں، مصائب و آلام میں مبتلا ہوں گے اور تائید کے طور پر کوفہ سے موصول ہونے والی خبریں تھیں لیکن امام حسین علیہ السلام راہِ خدا میں گامزن ہونے سے رُکنے والے نہیں تھے۔

(1) کتاب ''مجالس السنیہ'' ص: 53، پر مسلم بن عقیل کی کوفہ

میں جنگ اور عبید اللہ ابن زیاد لعین کی فوج کے ہاتھوں گرفتار ہو کر شہید ہو جانے کے واقعات درج ہیں۔

شیخ مفید روایت کرتے ہیں کہ، ''جب حضرت مسلم بن عقیلؑ جنگ کرتے کرتے تھک کر ناتواں ہو گئے تو لشکر والوں نے آپ کو امان کا چکمہ دے کر ایک خچر پر سوار کیا اور چاروں طرف سے مسلم بن عقیلؑ کو گھیرے میں لے کر اُن سے اُن کی تلوار لے لی تو مسلم بن عقیلؑ کو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا، آپ نے حجت کے طور پر ارشاد فرمایا،'' یہ تمہارا پہلا مکر و حیلہ نہیں ہے،'' محمد بن اشعث نے سفیرِ امام حسینؑ مسلم بن عقیلؑ سے طنزاً کہا،'' میں یقین کرتا ہوں کہ آپ آزردہ نہیں ہوں گے،'' آپؑ نے فرمایا،'' امید کے سوا کچھ نہیں تم نے تو مجھے امان دی تھی، تمہاری وہ امان کیا ہوئی؟، پھر آپ نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور اس کے ساتھ ہی کچھ خیال کر کے آپ بے اختیار رو پڑے،'' عبید اللہ ابن عباس سلیمی نے کہا،'' جو شخص ایسے مقام و مرتبہ کا خواستگار ہو، اسے اس قسم کی مصیبت میں مبتلا ہونے کے بعد گریہ نہیں کرنا چاہیے''، مسلم بن عقیلؑ نے فرمایا،'' خدا کی قسم! میں اپنی تکلیف پر نہیں رو رہا ہوں اور نہ اس لیے کہ میں مارا جاؤں گا، میں تو اُن کے لیے رو رہا ہوں جو میرے لکھنے پر اس طرف آ رہے ہیں۔ میں

تو اپنے آقا و مولا حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے خانوادۂ اطہر کی مشکلات کا خیال کر کے رو رہا ہوں۔''

(2) اسی کتاب کے ص 58 پر مسلم بن عقیلؑ کے ضمن میں ہے کہ:

عراق اور مکہ معظّمہ کی راہ کے درمیان ''فرزدق'' شاعر نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کی اور سلام عرض کر کے کہتا ہے، ''آقا و مولا! کوفیوں نے آپ کے سفیر اور چچا زاد بھائی مسلم بن عقیلؑ اور اُن کے پیروکاروں کو شہید کر دیا ہے، پھر آپ کوفیوں پر کیسے اعتماد کر رہے ہیں؟'' حضرت امام حسین علیہ السلام رو پڑے اور فرمایا، ''اللہ تعالیٰ مسلم بن عقیلؑ پر رحمت فرمائے۔''

(3) کتاب ''مجالس السنیہ''، ص: 64، پر تحریر کیا ہے کہ:

''حضرت امام حسین علیہ السلام منزل ''ثعلبیہ'' پر تشریف فرما تھے کہ بنی اسد کا ایک گروہ، جس نے مسلم بن عقیلؑ اور ہانی ابن عروہ کو شہید ہوتے دیکھا تھا، امامِ عالی مقامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس اندوہ ناک واقعہ کی اطلاع دی۔

آپ اس غم ناک خبر کو سننے کے بعد خاموش رہ گئے پھر آپ نے اپنے خیمہ کا دروازہ محکم بند کر لیا اور حضرت مسلم بن عقیلؑ کے لیے

گریہ شروع کر دیا اور آپ کی آنکھوں سے سیلاب کی طرح آنسو جاری ہو گئے،''

(4) اسی مذکورہ کتاب کے ص 73، پر ہے کہ:

یکم محرم 61 ہجری قمری کو حضرت امام حسین علیہ السلام کا کاروان' کربلا کے نزدیک پہنچا تو حر کا لشکر آ پہنچا۔ آپؑ کے ساتھیوں نے آپؑ کو اس نڈھال اور مختصر سے لشکر کے ساتھ جنگ کا مشورہ دیا لیکن آپ نے فرمایا، ''میں جنگ کی ابتدا نہیں کروں گا،'' زہیر ابن قین نے عرض کی، ''یا ابن رسول اللہ! آپ ہمارے ساتھ چلیں تاکہ زمین کربلا پر دریائے فرات کے کنارے قیام کریں، اور اگر انہوں نے ہم سے جنگ کی تو پھر ہم اُن سے جنگ کریں گے اور فتح و نصرت حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے،'' اس موقع پر سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا، ''اے خدا! میں تجھ سے مصائب و آلام میں پناہ چاہتا ہوں،'' مذکورہ خبریں روایات و احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ، ''وہ حضرت امام حسینؑ کو شہید کرنے کا مصمم ارادہ رکھتے تھے اور امام عالی مقامؑ اس سلسلہ میں بہت سی غم آور اطلاعات سے امت کو باخبر کرتے جاتے تھے۔

امام عالی مقامؑ نے اپنے نانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اپنے والدِ بزرگوار حضرت علی علیہ السلام سے جو کچھ سُنا تھا، آئے دن وہ پیش گوئیاں پوری ہو رہی تھیں، مثلاً معاویہ ابنِ سفیان کا آخری زمانہ، یزید ابنِ معاویہ کا مسلط ہونا اور بہت سے دیگر مطالب سُنی ہوئی خبروں کے عین مطابق تھے۔

(5) ''اقناع اللائم'' ص: 189، پر متشرق جرمنی ''ماربین'' کربلا کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

''حضرت امام حسین علیہ السلام تو اپنی قتل گاہ کی طرف جارہے تھے اور اُن کی جانب سے حکومت وریاست کا کوئی بھی ارادہ کہیں بھی ظاہر نہیں ہوتا، اس موضوع پر پیش آنے والے واقعات کا پہلے سے علم میں ہونا اُن کا ذاتی وجدان، پھر والدِ محترمؑ اور برادرِ معظمؑ کے زمانے میں حاصل ہونے والا تجربہ، بنی امیہ کے ظلم وستم کا ثبوت، حکومت وریاست کے لیے حالات کا بالکل سازگار نہ ہونا لشکر وسپاہ کا جس کے ذریعہ یزید کلا مقابلہ کیا جاتا، مفقود ہونا نیز اپنے والدمحترمؑ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد از خود لوگوں کو خبر دیتے رہنا کہ، ''میں بھی شہید کیا جاؤں گا'' مثلاً جب آپ مدینے سے روانہ ہوئے تو بلند آواز سے لوگوں کو فرمایا، ''کہ میں راہِ خدا میں شہید

ہونے کے لیے جا رہا ہوں'' اور اپنے اصحاب کو تمام حجت کے لیے فرماتے رہے کہ،'' میں حکومت و ریاست کے لیے نہیں جا رہا ہوں'' اور ایسے کلمات بار ہا جاری فرماتے رہے کہ،'' میرے سامنے جو راستہ ہے، وہ فقط شہادت کی طرف جاتا ہے''،

اور اگر امام حسین علیہ السلام اُن افکار کے ساتھ سفر جاری نہ رکھتے تو کسی وقت بھی موت کے لیے آمادہ نہ ہوتے بلکہ لشکر جمع کرنے کی کوشش میں لگے رہتے نہ یہ کہ جو افراد اُن کے ہمراہ تھے انہیں بھی واپس چلے جانے کا کہتے رہتے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام شہادت کے سوا کوئی قصد ہی نہ رکھتے تھے، یہی چیز اُن کے بلند افکار کا مقصد، اُن کے مقدس مشن کے لیے بہترین وسیلہ اور قیام کا اچھا ذریعہ تھا، فرماتے تھے کہ،'' اعوان و انصار اگر جانا چاہتے ہیں تو شوق سے چلے جائیں''، کہ خود تنہا اور مظلوم شہید ہو کر شہادت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوسکیں، اسی لیے اس طریقہ کو اختیار کیا تا کہ اُن کا دل مصیبت کا زیادہ سے زیادہ اثر قبول کرے۔

اس کے بعد جرمن مصنف مزید اضافہ کرتا ہے کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام اُن مصائب و تکالیف کو حکومت

حاصل کرنے کے لیے برداشت نہیں کر رہے تھے اور نہ ہی لاعلمی کے ساتھ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے تھے جیسا کہ بعض مؤرخین نے گمان کیا ہے، بلکہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اس واقعہ سے سال ہا سال قبل اپنے اصحاب خاص کے افکار بلند کرنے، اُن کی تسلی نیز وسیع دماغوں میں مصائب کے راسخ ہونے کا بتدریج اظہار فرماتے رہتے تھے کہ، ''میری شہادت کے بعد خداوند کریم ایک گروہ کو ظاہر کرے گا جو نہ صرف حق و باطل میں تمیز کرے گا بلکہ ہماری قبروں کی زیارت، ہماری مصیبت پر گریہ اور ہمارے دشمنوں سے ہمارے ناحق خون کا طلب گار ہوگا، وہ گروہ دین خدا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شریعت پر چلنے والا ہوگا، اُن لوگوں کو میں اور میرے نانا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم دوست رکھتے ہوں گے اور وہ روزِ قیامت ہمارے ساتھ محشور ہوں گے۔''

(6) کتاب ''لمعة من بلاغة الحسين'' کے ص:29، پر سید مصطفےٰ محسن الاعتماد موسوی حائری، (مؤلف)، نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ایک خطبہ کو جو آپ نے عراق کے سفر کے دوران ارشاد فرمایا تھا، نقل کیا ہے کہ، ''مجھے ایسا مقام عطا ہوا ہے کہ میں اپنے شہید ہونے کی جگہ ضرور پالوں گا، میں دیکھ رہا ہوں کہ

بیابانوں کے درندے میدانِ کربلا میں میرا ایک ایک عضو پارہ پارہ کر رہے ہیں اور اپنے بھوکے پیٹ کو میرے گوشت سے پُر کر رہے ہیں اور اُن کی برہنہ تلواریں میرے خون کی پیاسی ہیں، یہ روزِ ازل ہی سے تقدیر نے لکھا ہے اور اس سے فرار ممکن نہیں ہے البتہ رضائے الٰہی ہی میں ہم اہل بیتِ رسولؐ کی رضا ہے اور خداوند کریم صابروں کو اجر عطا فرمائے گا۔''

(7) اسی کتاب کے ص:32، پر درج ہے کہ:

ابی ہرم نے جب حضرت امام حسین علیہ السلام سے سوال کیا کہ، ''کس چیز نے آپ کو اپنے نانا رسولِؐ خدا کا حرم چھوڑنے پر مجبور کیا ہے؟'' تو آپ نے فرمایا، ''اے ابی ہرم! بنی امیہ نے ہماری شان کے خلاف نازیبا کلمات کہے، میں نے صبر کیا، ہمارا مال غصب کیا، میں نے صبر کیا اور اب وہ میرے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں اور مجھے حرم رسولِؐ خدا (مدینہ) ہی میں قتل کر دینا چاہتے ہیں، حرمتِ مدینہ بچانے کے لیے میں نے حرم رسولِؐ خدا چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا، اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ مجھے جہاں بھی پائیں گے، ضرور شہید کریں گے اور خداوند کریم بھی انہیں ذلیل و خوار کرے گا اور تیز تلوار اُن لوگوں پر ضرور لٹکے گی۔''

(8) کتاب ''لمعتہ من بلاغۃ الحسین ''

ص:35، پر ہے کہ:

امام عالی مقامؑ نے فرمایا، ''رسولِ خدا نے مجھے فرمایا، ''اے میرے فرزند! تو عراق کے نزدیک بلایا جائے گا اور وہ ایسی زمین ہے کہ وہاں سے ہر نبی اور ہر وصی کا گزر رہا ہے اور تو اسی زمین پر شہید ہوگا اور تیرے یار و انصار کی ایک جماعت بھی تیرے ساتھ شہید ہوگی تیری اور اُن کی نظر میں وہ جنگ صلح اور آرام کی طرح ہوگی،''

(9) اسی کتاب کے ص:37، پر ہے کہ:

میرے نانا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ، ''میرا فرزند حسین (علیہ السلام) زمین کربلا پر تن وتنہا اور پیاسا شہید ہوگا،''

(10) اسی کتاب کے ص:67، پر ہے کہ:

عبداللہ ابن جعفر طیار نے امام عالی مقامؑ کو ایک خط لکھا تھا، جس میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ، ''آپؑ عراق کا سفر ترک کر دیں اس لیے کہ مجھے اندیشہ ہے آپ اور آپ کے اعوان و انصار اس سفر میں شہید کر دیئے جائیں گے''، اس خط کے جواب میں امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ، ''آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے عالم خواب میں

اپنے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا ہے اور انہوں نے اُس کام کی مجھے خبر دی ہے، جو مجھے کرنا ہے، اے میرے چچا زاد بھائی! خدا کی قسم! اگر میں چیونٹی کے بل میں بھی گھس جاؤں تو وہ مجھے اُس سے بھی کھینچ کر نکال لیں گے اور ضرور شہید کریں گے۔''

(11) کتاب ''موسوعة آل النبیؑ '' تالیف ڈاکٹرہ بنتِ الشاطی، ص: 37، پر ہے کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بچپن کے زمانہ ہی سے جو کچھ اُن کے لیے مقدر تھا، جانتے تھے اسی طرح اُن کی ہمشیرہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے بارے میں بھی مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب اُن کی ولادت ہوئی تو حضرت سلمان فارسی تبریک کے لیے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ سخت ملول ہیں اور اپنے فرزند کے ساتھ کربلا میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں گفتگو فرما رہے ہیں حتیٰ کہ آپ پر گریہ طاری ہوگیا۔

(12) اسی کتاب کے ص، 685: پر ہے کہ:

حاکم مدینہ ولید بن عقبہ ابن ابی سفیان نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو بلایا تا کہ یزید لعین کے لیے آپؑ سے بیعت لے مگر امام عالی مقامؑ

نے ایسا کرنے سے صاف انکار کردیا نتیجۃً جو کچھ ولید کے دربار میں ہوا، اسے لکھا گیا ہے پھر حضرت امام حسین علیہ السلام جب ولید کے دربار سے نکلے کہ اپنے خانوادہ کو اس کی خبر دیں گھر جانے سے قبل آپؑ مسجدِ نبوی کی طرف گئے اور راستے میں آپ یزید ابنِ مفرغ کے شعر آہستہ آہستہ پڑھتے جاتے تھے۔

؎ لا ذعرت السوام فی فلق الصبح

مغیرا ولا دعیت یزیدا

یوم اعطی من المھا نۃ حینا

والمنایا برصد ننی ازا وحیدا

یعنی ''میں دُشمنوں کے وقتِ صبح یا شب خون مارنے سے ذرا بھی نہیں ڈرتا اور مجھے یزید بن مفرغ ہی نہ کہا جائے اگر میں موت کے ڈر سے اپنے آپ کو ذلت کے سپرد کردوں اور خود کو اُن کے خطرات سے جنہوں نے مجھے اپنا ہدف قرار دیا ہے، ایک طرف کھینچ لوں''۔

(13) اسی کتاب کے ص:702، پر ہے کہ:

عبد اللہ ابنِ جعفرِ طیار نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو عراق جانے سے روکا مگر آپؑ نے اُن کی رائے کو رد کردیا اور کوفہ جانے کی تیاری کرنے لگے پھر آپ اور کسی چیز کے لیے توقف نہیں کرتے تھے یہاں

تک کہ اپنے نانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قبر مبارک سے وداع کیا اور فرماتے تھے، ''میں نے اپنی زندگی سے ہاتھ دھو لیے ہیں اور احکام الٰہی کو زندہ کرنے کے لیے پختہ ارادہ کرلیا ہے''،

(14) اسی کتاب کے ص:706، پر ہے کہ:

قبیلہ بنی اسد کے دو افراد، جو کوفہ سے آرہے تھے، حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؑ کو مسلم بن عقیلؑ کی شہادتؑ کی خبر دی، جسے سنتے ہی امام حسین علیہ السلام اور ان کے اعوان و انصار شدید افسردہ اور ملول و مضمحل ہو گئے اور عورتیں چیخیں مار مار کر رونے لگیں حتیٰ کہ عام گریہ وزاری اور نوحہ خوانی ہونے لگی،

جب نوحہ گریہ زاری کچھ کم ہوئی حضرت امام حسین علیہ السلام نے چاہا کہ حضرت مسلم بن عقیلؑ کے خانوادہ کو واپس مدینہ بھیج دیں کہ عقیل کے فرزند دوڑتے ہوئے آئے اور رو کر عرض کی ''اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم اس وقت تک واپس نہیں لوٹیں گے جب تک مسلم کے خون کا بدلہ نہ لیں یا جس طرح ہمارا بھائی مسلم شہید ہوا ہے، ہم بھی شہید نہ ہو جائیں حالانکہ وہ دونوں اعرابی زور دیتے تھے کہ سب لوگ واپس ہی لوٹ جائیں،'' امامؑ نے اُن پر نگاہ کی اور فرزندانِ عقیل کو فرمایا، ''مسلم، کی شہادت کے بعد دنیا میں بھلائی ہی نہیں رہی ہے اور جو کچھ حضرت عقیلؑ کے بیٹوں نے کہا تھا،

قضا وقدر نے بھی اس پر صاد کیا' وہ واپس نہیں لوٹے بلکہ سب کے سب شہادت ہی سے ہم کنار ہوئے۔

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

حضرت امام حسین علیہ السلام خود اپنی شہادت کی خبر دیتے تھے اور انؑ کے اہل بیتؑ اُنؑ پر گریہ کرتے تھے

مؤرخین نے پے در پے روایات نقل کی ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے نویں محرم کو خبر دی تھی کہ ''میں یقیناً شہید کیا جاؤں گا کیونکہ میرے قاتل اپنے مقصد براری کے لیے کسی بھی قسم کے اقدام اور گناہ کو گناہ نہیں سمجھتے میری شہادت کے بعد عام لوگ بھی مصیبت میں مبتلا ہوں گے،'' اس موضوع پر بہت سی روایات موجود ہیں اُن میں سے چند یہاں درج کی جاتی ہیں:

(1) شیخ مفید علیہ الرحمہ اپنی کتاب ارشاد میں نقل کرتے ہیں کہ:

نومحرم 61 ہجری بروز جمعرات، عصر کے وقت عمر بن سعد نے آواز دی، ''اے لشکر والو! سوار ہو جاؤ اور آپ کو بہشت کی خوشخبری ہو،'' چنانچہ فوجی بہت جوش وخروش سے سوار ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے اعوان وانصار پر حملہ کے لیے لپکے، حضرت امام حسین علیہ السلام خیمہ کے دروازے پر تلوار سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور

آپ نے اپنا سر زانو پر رکھا ہوا تھا اور قدرے غنودگی میں تھے حضرت زینبؑ نے جب دشمن کے ٹاپوں کی آواز سنی تو گھبرا کر اپنے بھائی کے نزدیک آئیں اور عرض کی:

''اے بھائی جان! آپ اِن آوازوں کو سن رہے ہیں؟''

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا، ''ابھی ابھی میں نے اپنے نانا جان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عالمِ خواب میں دیکھا ہے انہوں نے مجھے فرمایا ہے کہ ''اے بیٹا حسین علیہ السلام! کل دس محرم کو آپ ہمارے پاس ہوں گے'' حضرت زینبؑ نے اپنے منہ پر طمانچہ مارا اور بلند آواز سے فریاد کی، ''ویل ہو''، حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی بہن کو فرمایا، ''ویل''؛ آپ کے لیے نہیں ہے، میری بہن! خدا آپ پر رحمت کرے ابھی آپ کے رونے کا وقت نہیں آیا ہے،''

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ کربلا کی مصیبتوں پر جنابِ زنیب کی یہ پہلی گریہ وزاری تھی۔

(2) شیخ مفید علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''ارشاد'' میں روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت علی زین العابدین بن حسین علیہم السلام نے فرمایا کہ:

''دسویں محرم کی رات کو میں لیٹا ہوا تھا اور میری پھوپھی جناب

زینبؑ میری تیمارداری کر رہی تھیں، میں نے دیکھا کہ میرے والد محترمؑ خیمہ سے ایک طرف دور ہو کر بیٹھ گئے، حضرت ابوذر غفاری کا غلام ''جون'' بھی امام کی خدمت میں حاضر تھا، امام عالی مقامؑ اپنی تلوار کو صیقل کر رہے تھے اور یہ اشعار بھی پڑھ رہے تھے،

یا دھر اف لک من خلیل　　کم لک بالاشراق والاصیل

من صاحب اوطالب قتیل　　والدھر لایقنع بالبدیل

وانما الامر الی الجلیل　　وکل حی سالک سبیل

ترجمہ: ''اے زمانے! دوست کی طرف سے تجھ پر اُف ہے، رفقاء میں سے صبح وشام کس قدر ساتھی قتل کیے جا چکے ہیں اور تُو اِس پر بھی قانع نہیں ہے، تمام امور کی بازگشت رب جلیل کی طرف ہے اور ہر ذِی رُوح، اپنے راستے کو طے کر رہا ہے''۔

اِن اشعار کو میرے والدِ بزرگوار نے دو یا تین مرتبہ دُہرایا، میں اِن اشعار کے پڑھنے کا مقصد سمجھ گیا، اور گریہ میرے گلو گیر ہوا، لیکن میں نے ضبط سے کام لیتے ہوئے سکوت اختیار کیا، البتہ میں جان گیا تھا کہ کوئی بڑی مصیبت نازل ہونے والی ہے لیکن پھوپھی زینبؑ نے بھی ان کلمات کو سُن اور سمجھ لیا تھا، اس لیے وہ اپنے آپ پر کنٹرول نہ کر سکیں، اُن کی حالت دگرگوں ہو گئی، وہ حسرت کے ساتھ اِدھر اُدھر دوڑیں پھر اپنے آپ

کو اپنے پیارے بھائی اور پنجتن پاک کی آخری نشانی کے پاس پہنچایا اور بین کیا: ''کاش مجھے میرے بھائی سے پہلے موت آجاتی، ہائے یوں معلوم ہو رہا ہے کہ ماں زہراؑ، بابا علیؑ اور بھائی حسنؑ دنیا سے جا رہے ہیں، اسے گزشتگان کی آخری نشانی! اے والدین کے جانشین! اے پس ماندگان کی جائے پناہ''! حضرت امام حسینؑ نے اپنا روئے مبارک اپنی بہن حضرت زینبؑ کی طرف کیا اور ارشاد فرمایا، ''میری پیاری بہن! صبر کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دو،'' جنابِ زینب نے آنسوؤں سے بوجھل لہجہ میں بین کیا، ''وامصیبتا! اے بھائی آپ تو مرنے کی تیاری کرر ہے ہیں، اپنے آپ کو موت کے سپرد کرر ہے ہیں، آپ کی جان کا جانا میرے لیے ...ل ترین مقام ہے، آپ کے کلمات میرے دل کو زخمی کرر ہے ہیں'' اور اسکے ساتھ ہی حضرت زینبؑ نے گریہ و زاری اور ماتم شروع کر دیا، اپنے رخسار پر طمانچے مارے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالا اور اسے پارہ پارہ کر دیا اور غش کی حالت میں زمین پر گر پڑیں، حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھے اپنی بہن کے چہرے کو اپنے مبارک چہرے سے مس کیا اور فرمایا، ''اے میری پیاری بہن! صبر کرو اور اس آزمائش میں اللہ تعالیٰ سے صبر و استقلال طلب کرو، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ سب کے سب اہلِ زمین ایک نہ ایک دن دنیا سے چلے جائیں گے، ہر نفس کو موت کا

ذائقہ چکھنا ہے، حتیٰ کہ اہلِ آسمان بھی باقی نہیں رہیں گے، سوائے ذاتِ خدا کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے،''

(3) کتاب'' نھضة الحسین ''، ص:95، پر علامہ سید ہبۃ الدین حسینی شہرستانی (مؤلف) تحریر فرماتے ہیں کہ'' شبِ عاشور شریکة الحسین، عقیلة القریش، ام المصائب حضرت زنیب سلام اللہ علیہا اپنے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیمہ میں آئیں تو دیکھا کہ بھائی اپنی تلوار صیقل کر رہے ہیں اور یہ شعر پڑھ رہے ہیں:

یا دھراف لک من خلیل تا آخر۔۔۔۔۔

حضرت زنیبؑ، مسافرۂ شام، نے جب سنا کہ بھائی یہ اشعار پڑھ رہے ہیں تو سمجھ گئیں کہ میرے بھائی کو دشمنوں کے ساتھ صلح نہ ہونے اور اپنی شہادت کا یقین ہو گیا ہے تو وہ فریاد کرنے لگیں وہ اپنے بھائی کو آواز دیتی تھیں، بین اور گریہ وزاری کرتی تھیں کہ'' میرے نانا حضرت محمد مصطفیٰؐ، میرے والد علی مرتضیٰؑ، میری ماں فاطمۃ الزہراؑ اور میرے بھائی حسن مجتبیٰؑ گویا آج دنیا سے اٹھ رہے ہیں،'' اس کے بعد وہ بے اختیار بھائی کے خیمہ سے باہر نکلیں اور غش کھا کر زمین پر گر پڑیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے دوڑ کر اُن کے سر کو اپنی گود میں

لیا تو دیکھا کہ حضرت زینبؑ کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا، انہیں جب غش سے افاقہ ہوا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا، ''خواہر جان! تمام اہلِ زمین موت کا ذائقہ چکھیں گے اور زمین و آسمان بھی باقی نہیں رہیں گے۔ سوائے ذاتِ خدا ہر چیز کو فنا ہونا ہے کیا تم نے نہیں دیکھا ہے کہ ہمارے نانا حضرت محمد مصطفیٰؐ، والد حضرت علی مرتضیٰؑ مادر حضرت فاطمۃ الزہراؑ اور ہمارے بھائی حسن مجتبیٰ علیہم السلام ہم سے بہتر تھے لیکن سب دنیا سے چلے گئے'' گویا۔

ع: جب احمدِ مرسلؐ نہ رہے، کون رہے گا؟

میری بہن! للہ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو،'' اور اس قسم کی روح افزا اور دل پذیر گفتگو کے ساتھ اپنی بہن کو تسلی دی اور اُن کے آنسوؤں کو خشک کیا۔

(4) کتاب ''کامل الزیارات'' میں ابنِ قولویہ نے ابنِ خارجہ سے نقل کیا ہے کہ:

''ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ امام حسینؑ کا ذکر آ گیا، امام جعفر صادقؑ نے گریہ کیا اور ہم بھی روئے پھر امام جعفر صادقؑ نے اپنے سر کو اٹھا کر فرمایا، ''حضرت امام حسینؑ فرماتے

تھے کہ، ''مَیں کشتۂ عبرت ہوں، مجھے جو مومن بھی یاد کرے گا، وہ روئے گا،''

(5) کتاب ''مقتل سید الاوصیاء بخلہ سید الشہداء''، ص:98، شیخ عبدالمنعم کاظمی (مؤلف) فرماتے ہیں کہ، ''حضرت امام حسین علیہ السلام شبِ عاشور اپنی تلوار صیقل کر رہے تھے اور اِس شعر کو تکرار کے ساتھ پڑھ رہے تھے:

یادھراف لک من خلیل -----

حضرت زینبؑ نے سُنا تو حالتِ حسرت و یاس اور بے قراری میں دوڑ کر اپنے بھائی حسینؑ کے پاس اس طرح آئیں کہ اُن کی چادر کا پلو زمین پر خط کھینچ رہا تھا اور بین کیا، ''کاش اپنے بھائی سے پہلے مجھے موت آجاتی۔ آج کے دن میرے نانا محمد مصطفےٰؐ، میرے والد علی مرتضیٰ، میری ماں فاطمۃ الزہرا اور میرے بھائی حسن مجتبیٰ علیہم السلام کا..... جنازہ اٹھ رہا ہے، آج وہ دنیا سے کوچ کر رہے ہیں، ہائے دنیا سے کوچ کر جانے والے میرے بزرگوں کی نشانی! اے پس ماندگان کی جائے پناہ! اے غمگیوں کے سہارے! ہائے میرا قرار رخصت ہوا جاتا ہے؛'' پھر بین شروع کر دیے،

''اے بھائی! آپؑ تو موت کے لیے تیار ہو گئے ہیں، آپؑ نے تو اپنے آپ کو موت کے سپرد کر دیا ہے، آپؑ کے دردناک کلمات میرے

دل کو زخمی کیے دے رہے ہیں ، میرے لیے آپؑ کا صدمہ نا قابلِ برداشت ہے۔'' پھر گریہ وزاری اور نوحہ خوانی میں مصروف بی بی زینبؑ نے اپنے منہ پر طمانچے مارنا شروع کر دیئے اور اپنے دامن کو پارہ پارہ کر ڈالا اور اتنا روئیں کہ غش کھا کر زمین پر گر پڑیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے مسند چھوڑی اور بہن کے سر کو اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا، ہاتھ پاؤں سہلائے کہ غش میں افاقہ ہو اور جب انہیں غش سے افاقہ ہوا تو امام عالی مقامؑ نے اپنے والد حضرت علیؑ اور اپنے بھائی حضرت حسنؑ کے مصائب بیان کرنا شروع کیے اور تمام مستورات نے گریہ و ماتم کیا اور اپنے منہ پر طمانچے مارے اور دامن کو پارہ کیا حضرت بی بی ام کلثومؑ بین کرتی ہیں'' وا محمدا ، واعلیا ، واُمّا واحسنا ، واحسینا ، وائے کہ آپؑ کے بعد اے ابا عبداللہ! ہم بے یار و مددگار ہو رہے ہیں۔''

(6) کتاب ''مجالسِ السنّیہ''، ص:78، پر ہے کہ:

ساتویں محرم، اکسٹھ ہجری قمری کو دشمنوں نے حضرت امام حسینؑ پر پانی بند کر دیا اور عمر ابن سعد نے پانچ سو افراد کا پہرہ بٹھلا دیا کہ امام حسینؑ کے خیموں تک پانی کا ایک قطرہ نہ جانے پائے۔ امامؑ کے یار و انصار پانی

کے لیے کوشش کرتے تو فوجِ یزید اُن کو پانی نہ لینے دیتے، اُس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے لشکر کو مخاطب کر کے ایک خطبہ دیا، جسے سن کر امامِ مظلومؑ کی بہنوں، بیٹیوں اور دیگر مستورات نے بلند آواز سے رونا شروع کر دیا، حضرت عباس علمدارؑ اور اُن کے باقی بھائیوں نے خیموں میں آ کر انہیں خاموش کروانا چاہا تو اُن کی گریہ وزاری اور زیادہ ہوگئی۔

(7) کتاب "لمعة من بلاغة الحسین"، ص: 35، پر:

حضرت امام حسین علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک دعا ذیل میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ جب زمینِ کربلا پہنچے تو تمام اولاد، بھائیوں، خانوادہ، عزیز واقربأ کو اکٹھا کیا، تمام پر نگاہ ڈالی اور کچھ دیر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے رہے، اس کے بعد دعا کی:

"اے اللہ! میں تیرے حبیب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عترت میں سے ہوں، مجھے اپنے نانا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حرم سے جدا کیا گیا ہے، میں تیرے حبیبؐ کے شہر (مدینہ منورہ) سے باہر نکالا گیا ہوں، بنی امیہ نے مجھ پر ظلم کیا ہے، بارِالہا! اُن سے ہمارا حق لے اور ہمیں اُن ستم کاروں پر نصرت عطا فرما"۔

(9) کتاب ''موسوعۃ آل النبی''، ص:718، پر روایت ہے کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام شب عاشورہ جب آدھی رات ہوئی تو اپنے خیمہ سے باہر تشریف لائے اور اپنے لشکر اور اپنے اصحاب کا جائزہ لینے لگے، امامؑ کے قدموں کی چاپ سن کر ''نافع ابن ہلال'' خیمہ سے باہر نکلے اور آپؑ کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ آپؑ کیا ملاحظہ فرما رہے ہیں، امام حسین علیہ السلام نے اُنہیں دیکھا تو پوچھا کہ، ''خیمہ سے کس لیے باہر آئے ہو؟'' نافع نے عرض کی، ''اے فرزندِ رسولؐ! آپ کا خیمہ سے نکل کر لشکر گاہ کی طرف تنہا آنا میرے لیے اس کا سبب بنا ہے، ان ظالم اور تجاوز کاروں کا ذرا بھی بھروسہ نہیں ہے، میں نے سوچا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آپؑ کو تنہا دیکھکر کوئی آزار پہنچا بیٹھیں، امام حسین علیہ السلام تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا:

''اے نافع! اس رات کی تاریکی سے فائدہ اُٹھا اور ان دو ٹیلوں سے گزر کر چلا جا اور اپنے کو موت سے نجات دے لے،''

''نافع ابن ہلال'' نے رو کر فریاد کی، ''میری تلوار جو ہزار تلواروں اور میرا گھوڑا جو ہزار گھوڑوں کے مقابلہ میں ہے، اگر آپ کی نصرت میں کام نہ آئے تو میری ماں میرے غم مین روئے، میرے لیے صفِ ماتم بچھائے، خُدا کی قسم! آپؑ کا وجودِ مقدس اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، میں آپؑ سے کبھی جدا نہ ہوں گا، مجھے ایسی زندگی اور ایسی دنیا کی کوئی

خواہش ہی نہیں کہ آپؑ کو دشمنوں کے نرغے میں تنہا چھوڑ کر چلا جاؤں اور زندہ رہوں،،

اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی بہن زینبؑ کے خیمہ میں داخل ہوئے ،،نافع،، خیمہ کے سامنے انتظار میں کھڑا تھا کہ جنابِ زینبؑ کی آواز سُنی جو اپنے بھائی سے کہہ رہیں تھیں ،،بھائی جان کیا آپ نے اپنے یار وانصار کی آزمائش کر لی ہے؟ مجھے اندیشہ ہے کہ مشکل وقت میں کہیں آپ کو چھوڑ کر چلے نہ جائیں؟،، حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا،، اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے اپنے اصحاب کی آزمائش کر لی ہے اور تمام کو اپنے قدموں میں نثار ہونے کے لیے مشتاق پایا ہے، اُنہیں شہادت سے اتنی رغبت ہے جتنی شیر خوار بچے کو اپنی ماں کے پستان سے ہوتی ہے،، نافع ابن ہلال نے جب جنابِ زینبؑ کا اندیشہ سُنا تو امامؑ کا جواب سننے سے قبل ہی وہ اپنے آپ کو برقرار نہ رکھ سکے، اُن کے دل میں اک ہوک سی اٹھی اور روتے ہوئے حبیب ابن مظاہر کے پاس آئے اور جو سنا تھا کہہ سنایا،

حبیب ابنِ مظاہر نے سُنا تو اپنے تمام رفقاء کو ساتھ لیے ہوئے مستورات کے خیموں کے قریب آکر فریاد کی ،،اے رسولؐ زادیو، اے

اولادِ رسولؐ ! ان جوان مردوں کی تیز دھار تلواریں آپؑ کے ساتھ ہیں، خدا کی قسم !ان کو ہم نیام میں نہیں ڈالیں گے بلکہ ہر اس گردن کو اُڑائیں گے جو بدخواہی کرنے والی ہوگی ، ہم غلاموں کے نیزے آپ کے ساتھ ہیں، ہم تمام نے قسم اُٹھا رکھی ہے کہ ان کو ہم ہر اس شخص کے سینے میں پیوست کریں گے جو آپؑ کو پراگندہ کرنے اور آزار پہنچانے والا ہوگا،'' اس کے ساتھ اُن تمام کا گریہ بلند ہوا اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ زمین پھٹ پڑنے والی ہے۔

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

خانوادۂ حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ

موثق روایات میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ کے اہلِ بیتؑ سے سب سے پہلے شہید اُن کے فرزند علی اکبرؑ ہیں اور مخدراتِ آلِ محمد علیہم السلام نے جس شہید پر سب سے پہلے نوحہ خوانی، گریہ وزاری اور ماتم کیا ہے، وہ یہی علی اکبرؑ ہیں، اس بارے میں بعض روایات یہ ہیں:

(1) کتاب "نہضۃ الحسینؑ" میں حضرت علی اکبرؑ کا روزِ عاشور اپنے والد سے اجازت لینا، جنگ کرنا اصحابِ حسینؑ اور اہلِ بیتؑ میں سب سے پہلے شہید ہونا اور اصحاب و انصار کے لیے وہ وقت انتہائی دل آزار ہونا، بیان ہوا ہے، لکھتے ہیں کہ: حضرت علی اکبرؑ دشمن کی طرف بہت تیزی سے جا رہے تھے اور اُن کے والدؑ اُن کی طرف حسرت کی نظروں سے دیکھتے ہوئے آہ وفریاد اور گریہ کرتے تھے، مستورات ویل، ویل، کی صدا بلند کر رہی تھیں، اُن کی ماں حزن وملال کی وجہ سے بے اختیار ہو کر آہ و فغاں کرتی تھیں کہ علی اکبرؑ کے بارے میں اُن کی امیدیں خاک میں مل رہیں تھیں حضرت امام حسینؑ نے بلند آواز سے عمر ابن سعد کو مخاطب کر کے فرمایا، "اے ابن سعد! خداوند عادل تیری نسل کو قطع کرے، جس طرح تو نے میرے رحم کو قطع کیا ہے اور رسولِ خداؐ سے ہمیں جو قرابت تھی تُو نے

اس کی بھی رعایت نہیں کی،''

(2) کتاب ''ارشاد'' میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے حضرت علی اکبر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''حضرت علی ابن حسین علیہم السلام جب میدان کی طرف گئے ابن زیاد ملعون کے لشکر نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور تلواروں کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، حضرت امام حسین علیہ السلام نے بیٹے کی لاش کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا، ''جس قوم نے تجھے اس بہیمیت کے ساتھ شہید کیا ہے، خداوند عادل انہیں قتل کرے، یہ قوم کس قدر بے حس ہے کہ رسولؐ خدا کی عزت و حرمت کا بھی خیال نہیں کیا؟'' اور اس کے ساتھ ہی امام عالی مقامؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا:

''اے بیٹے! تیرے بعد اس دنیا میں کیا خاک جینا ہے؛'' یہ حالت دیکھ کر جناب زینبؑ جلدی سے ''واحسینا، واعلیا واکبرا،'' کی فریاد کرتی ہوئیں لاش کے قریب پہنچیں اور اور اپنے آپ کو علی اکبرؑ کی لاش پر گرا دیا، امام عالی مقامؑ نے اپنی بہن کا سر گود میں لے کر انہیں اٹھا اور انہیں خیمے میں واپس پہنچا کر نوجوانوں کو آواز دی کہ ''آؤ اپنے بھائی علی اکبرؑ کا جنازہ اٹھا کر لے جاؤ؛'' نوجوانوں نے آ کر حضرت علی اکبرؑ کی لاش اٹھائی اور خیمے کے نزدیک لا کر، جہاں سے مجاہد میدانِ جنگ کی طرف

جاتے تھے، زمین پر رکھ دی۔"

(3) کتاب "مجالس السنیہ"، ص: 101 پر حضرت علی اکبرؑ کی جنگ کے متعلق لکھا ہے کہ:

"حضرت علی اکبرؑ نے اپنے والد بزرگوار سے اذنِ جہاد طلب کیا امام عالی مقامؑ نے جہاد کی اجازت دی اور پھر ایک حسرت بھری نگاہ حضرت علی اکبرؑ کے چہرے کی طرف کی اور اپنے سر کو نیچے جھکا کر بے اختیار رو پڑے اس کے بعد دو انگلیوں سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

"خدایا! اس قوم پر تُو گواہ رہنا،" مؤلف لکھتے ہیں کہ، "جنگ سے پلٹ کر علی اکبرؑ اپنے والد کی خدمت میں آئے اور عرض کی، "اے بابا جان! پیاس کی وجہ سے دل کباب ہو رہا ہے اور اسلحہ کی تپش بھی الگ سے زحمت بنی ہوئی ہے، کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ ایک گھونٹ پانی مل جائے؟" حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے پیارے بیٹے ہم شکل پیغمبر کی یہ خواہش سنی، تو رو پڑے پھر فرمایا، "بیٹے! تمہارے دادا حوضِ کوثر پر تمہارے منتظر ہیں، بس اب وہیں سیراب ہونا،" اس روایت کی بنا پر کربلا میں دسویں محرم کے دن اولادِ ابو طالب میں سے سب سے پہلے شہید علی اکبر ابن حسین علیہم السلام تھے اور شہادت کے وقت اُن کا سن 19 برس کا تھا۔

(4) کتاب ''مقاتل الطالبین''، تالیف ابو الفرج اصفہانی، طبع مصر میں حضرت علی اکبرؑ کی لاش میدانِ جنگ سے خیمہ میں پہنچنے کا منظر بروایت حمید بن مسلم درج ہے کہ: ''میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کے چہرے سے نورانیت ہویدا تھی، خیمہ سے حالتِ اضطراب میں باہر نکلی اور فریاد کی، ''اے میرے لختِ جگر، اے میرے مظلوم بھائی کے بیٹے! راوی کہتا ہے میں نے پوچھا کہ، ''یہ مستور کون ہے؟'' جواب ملا کہ، ''حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السلام کی بیٹی زینبؑ ہیں،'' پھر اس مستور نے اپنے آپ کو حضرت علی اکبرؑ کی لاش پر گرا دیا۔

پھر فوراً ہی حضرت امام حسین علیہ السلام آئے اور اپنی بہن کو بازو سے پکڑ کر خیموں میں لے گئے۔''

(5) کتاب ''اعیان الشیعہ''، ایڈیشن اول، جلد: 4 ص:130، پر عباس ابن علی علیہ السلام کے مقتل کا ذکر ہے کہ:

''حضرت عباس علیہ السلام نہایت ہی طاقت ور انسان تھے، لیکن زخموں سے اس قدر چُور ہو گئے تھے کہ حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے اور یہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی عباسِ علمدارؑ کی شہادت پر بہت گریہ کیا۔''

(6) اسی کتاب کے ص 131 پر درج ہے کہ، ''جب امامِ عا

مقامؑ کے تمام یار و انصار شہید ہو گئے اور آپؑ تنہا رہ گئے تو آپؑ نے لشکر سے خطاب فرمایا کہ، ''کیا تم لوگوں میں خدا کو ماننے والا کوئی ایسا بھی ہے جو ہم اولادِ رسولؐ پر ترس کھائے؟ کوئی ہمیں پناہ دینے والا بھی ہے جس کا اجر اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمائے گا'' حضرت امام حسینؑ کے یہ الفاظ جب مستورات نے اپنے خیموں میں سُنے تو اُن کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔

(7) کتاب ''لمعة من بلاغة الحسین''، میں ہے کہ، امام عالی مقامؑ نے اپنے یار و انصار کی لاشوں کو حسرت سے دیکھا، پھر ایک چیخ ماری اور استغاثہ بلند کیا، ''کوئی حامی و ناصر ہے جو عترتِ رسولؐ کو پناہ دے، جو رسولؐ کی بیٹیوں کی حفاظت کرے، اُن کے پردے بچائے'' عورتوں نے آپؑ کا استغاثہ سن کر بین کیے اور وہ زار و قطار رونے لگیں۔

(7) کتاب ''موسوعۃ آل النبیؐ''، ص: 704، پر علی ابن حسین علیہم السلام کے مقتل کا ذکر ہے کہ:

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا، ''اے میرے لختِ جگر! جن لوگوں نے تجھے شہید کیا ہے، خداوند عادل اُنہیں ہلاک فرمائے۔''

اور ابھی امام عالی مقامؑ کے الفاظ ختم نہیں ہوئے تھے، کہ ایک مستور آہ و زاری اور فریاد کرتی ہوئی خیمہ سے نکلی کہ، ''اے میرے نورِ نظر!

اے میرے مظلوم بھائی کے لختِ جگر!" راوی اس عورت کو پہچانتا نہیں تھا
اس لئے اس نے پوچھا، "یہ عورت کون ہے؟"

جواب ملا:

"یہ فاطمۃ الزہراؑ کی بیٹی اور رسولؐ خدا کی نواسی حضرت زینبؑ
ہے،" پھر اس مستور نے اپنے آپ کو اس شہید جوان کی لاش پر گرا دیا،

پھر فوراً ہی امام مظلومؑ آئے اور انہوں نے بہن کا بازو پکڑا اور
انہیں خیموں میں پہنچایا اس کے بعد وہ اپنے جوان بیٹے کی لاش پر آئے اور
بنی ہاشم کے دوسرے نو جوانوں کو آواز دی کہ،" اے بنی ہاشم کے جوانو!
اپنے بھائی علی اکبرؑ کی لاش کو اُٹھا کر لے جاؤ،" چنانچہ بنی ہاشم کے
جوانوں نے حضرت علی اکبر علیہ السلام کی لاش کو اٹھایا اور خیموں کے نزدیک
لا کر رکھ دیا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

حضرت امام حسین علیہ السلام کے دشمنوں نے بھی آپؑ کی مظلومیت پر گریہ کیا

حضرت امام حسین علیہ السلام پر میدانِ کربلا میں ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے اور اُن دردمناظر کو دیکھ کر سخت دل دشمنوں کی آنکھوں میں بھی آنسو اُمڈ آئے، اُن سے محبت کا دعویٰ کرنے والوں پر تو اور بھی زیادہ واجب ہے کہ اُن پر جتنا بھی روئیں کم ہے، اس موضوع پر تحقیق اور جستجو کر کے چند متعلقہ روایات یہاں درج کی جاتی ہیں:

(1) کتاب ''نہضۃ الحسین''، ص: 108، پر عاشورہ کے روز حضرت امام حسین علیہ السلام کی مظلومانہ جنگ کا ذکر ہے کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام زخمی ہونے کی وجہ سے کبھی ایک طرف گرنے لگتے تو اُن کا اصیل گھوڑا اُنہیں اپنے انداز سے سہارا دیتا تاکہ امامؑ سنبھل جائیں اور محفوظ رہیں اور جب تک اس میں طاقت رہی اور وہ زخموں سے خستہ نہیں ہوگیا، اس نے امامؑ کو زمین پر گرنے نہیں دیا

لیکن جب امام حسین علیہ السلام زخموں سے چُور چُور ہو کر زین پر سنبھل ہی نہ سکے اور زمین پر گر پڑے تو گھوڑا چیخیں مارتا ہوا خیموں کی طرف دوڑا، اس کی آواز سنتے ہی جنابِ زینبؑ گھبرا کر خیمہ سے باہر نکلیں اور جب گھوڑے کی زین کو خالی دیکھا تو قیامت کے ٹوٹ پڑنے کا اندازہ ہو گیا، چنانچہ ہاتھوں کو سر پر رکھا اور بین کرنے لگیں، ''اے کاش! آسمان زمین پر گر پڑتا، کاش پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے''، پھر انہوں نے عمر ابن سعد کو مخاطب کر کے فرمایا، ''اے سعد کے بیٹے! تیرے لشکری فرزندِ رسولؐ کو شہید کر رہے ہیں اور تُو دیکھ رہا ہے؟'' یہ الفاظ سن کر عمر ابن سعد لعین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ اس قدر رویا کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی وہ جواب تو کیا دیتا، البتہ اس نے یہ کیا کہ اپنا منہ جنابِ زینبؑ کی طرف سے دوسری جانب پھیر لیا۔

(6) کتاب ''اعلام النساءِ عالم العرب والاسلام'' رضا کحالة (مؤلف) لکھتے ہیں کہ:

حضرت زینبؑ اپنے بھائی کی شہادت کے بعد میدان میں گئیں تو دیکھا کہ مظلومِ کربلا زمین پر پڑے ہوئے ہیں، بی بیؑ نے بین شروع کیے، ''وا محمدا، وا محمدا، اے نانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ پر آسمان کے فرشتے درود و سلام پڑھتے ہیں اور یہ آپ کا بیٹا

حسینؑ خاک وخون میں غلطاں، گرم ریت پر پڑا ہے جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے، اے نانا جانؐ! آپ کی ذریت کو قتل کر دیا گیا ہے اور آپ کی بیٹیاں قید کی جا رہی ہیں،'' حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے بین سن کر اکثر و بیشتر دشمن رو پڑے،

پھر آپ عمر ابن سعد کے نزدیک پہنچیں اور فرمایا،''

''اے ابن سعد! تیرے فوجی فرزندِ رسولؐ کو شہید کر رہے ہیں اور تو دیکھ رہا ہے قیامت کے روز میرے نانا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کیا منہ دکھائے گا؟ یہ سن کر عمر ابن سعد کی آنکھوں سے اتنے آنسو جاری ہوئے کہ اس کا چہرہ اور داڑھی تر ہو گئی اور اس لعین نے حضرت زینبؑ کی طرف سے اپنا منہ پھر لیا۔

(3) بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جب یزید ابنِ معاویہ کو حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی خبر پہنچی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کتاب ''موسوعۃ النبیؐ''، ص:740، پر ڈاکٹرہ عائشہ بنت الشاطی لکھتی ہیں کہ،'' جب زجر ابن قیس، حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر لے کر یزید ابن معاویہ کے پاس پہنچا تو اس نے کہا:

''اے امیر المومنین! آپ کو مبارک ہو کہ خداوند تعالٰی نے آپ کو فتح عطا کی ہے اور آپ کے دشمنوں (آلِ رسولؐ) کو ہلاکت سے دوچار کیا

ہے، وغیرہ تو یزید ملعون کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے کہا، ''میں امام حسین علیہ السلام کے قتل کے علاوہ بھی تمہاری اطاعت گزاری پر خوش ہو سکتا تھا''، مرجانہ کے بیٹے پر خداوندِ جبار و قہار ہزار ہزار لعنت فرمائے۔

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

مخدراتِ عصمت نے میدانِ کربلا میں امامِ حسین علیہ السلام پر گریہ کیا

دسویں محرم اکسٹھ ہجری قمری کو حضرت امام حسین علیہ السلام، اُن کے اعوان و انصار اور اعزا و اقرباء کو ابن سعد اور اس کے لشکری میدانِ کربلا میں شہید کر چکے تو دسویں محرم کی شام اور گیارہ محرم کی صبح ابنِ سعد نے حکم دیا کہ، ''اپنے فوجیوں کی لاشوں پر نمازِ جنازہ پڑھیں اور اُنہیں دفن کر دیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے اصحاب و اولاد کے لاشے کربلا کی گرم ریت پر یونہی پڑے رہنے دیں، پہلے اِن لاشوں پر گھوڑے دوڑائیں پھر بغیر غسل و کفن اور نمازِ جنازہ کے پتھروں کے ڈھیر میں دبا دیں''۔

گیارہ محرم کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے کم و بیش بیس گھنٹوں کے بعد عمر ابن سعد اور باقی لشکری کربلا سے کوچ کر کے کوفہ کی طرف چل پڑے تاکہ اپنے (سیاہ) اعمال کے نتائج اپنے سردار عبیداللہ ابن زیاد کے گوش گزار کریں اس سفر میں قیدیوں کی صورت میں امام عالی مقام

کی مخدّراتِ عصمت، چھوٹے بچے، عابدِ بیمار علیہ السلام اور 71 شہدائے کربلا کے کٹے ہوئے سر بھی ہمراہ تھے، جبکہ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر عمر ابن سعد نے دسویں محرم ہی کو خولی ابن یزید کو دے کر عبیداللہ ابن زیاد کے پاس بھیج دیا تھا۔

روانگی سے قبل قیدی مستورات نے لشکریوں سے گزارش کی کہ، ''ہمیں مقتلِ حسین علیہ السلام کے قریب سے گزارا جائے''، چنانچہ اُنہیں میدانِ کربلا میں اسی جگہ سے گزارا گیا جہاں شہدائے کربلا کی لاشیں خاک وخون میں غلطاں پڑی تھیں اور مستورات کی نظر جب اُن لاشوں پر پڑی تو وہ رو پڑیں اور اپنے منہ اور رخساروں پر طمانچے مارنے لگیں اور نوحہ و مرثیہ خوانی کرنے لگیں، بی بی زنیبؑ نے اس طرح بین کیا، ''وامحمدا، اے نانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! آپؐ پر اللہ اور اس کے فرشتے درود وسلام بھیجتے ہیں اور یہ آپؐ کا پیارا نواسہ حسینؑ ہے، جس کے جسم کے ٹکڑے خاک وخون میں غلطاں زمین پر پڑے ہوئے ہیں'' آپ کے ساتھ ہی تمام مستوارت بھی رونے لگیں اور ماتم ونوحہ خوانی اور وہ گریہ و زاری کا ایک ایسا دردناک منظر تھا، جسے دیکھ کر ہر دوست اور دشمن کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ امام مظلومؑ کی بیٹی حضرت سکینہؑ نے اپنے باپ کا بریدہ جسم اپنی آغوش میں لے لیا تو ظالموں کے ایک گروہ نے اُنہیں

کھینچ کر اُن کے باپ کی لاش سے جُدا کر دیا اور کربلا کی جنگ کے بعد شہدائے کربلا کے لیے یہ پہلی عزاداری تھی ،نوحہ خوانی اور عزاداری شہدائے کربلا سے متعلقہ مورخین کے اقوال کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ صفحات پر کیا جائے۔

(1) کتاب ''مجالس السعیہ''، ص:113، پر درج ہے کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام جب یزیدیوں کے مقابلہ میں تنہا رہ گئے تو وہ سب ایک بار اکٹھے ہو کر آپؑ پر ٹوٹ پڑے اور آپؑ کو نیزوں اور تلواروں پر رکھ لیا، اُن کے مسلسل حملوں سے آپ شدید زخمی ہو گئے اور جب آپؑ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے تو گھوڑے سے دائیں جانب زمین پر گر پڑے۔

امام کی بہن سیدہ زینبؑ خیمے کے دروازے پر آئیں اور فریاد کی، ''وااخا، واسیداوااہلِ بیتا! کاش کہ آسمان زمین پر گر پڑتا، کاش کہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے،'' پھر حضرت زینبؑ نے یزیدیوں سے مخاطب ہو کر سوال کیا، ''تم پر وائے ہو، کیا تم میں کوئی بھی مسلمان نہیں ہے''؟ لیکن کسی نے بی بی زینبؑ کی فریاد کا جواب نہ دیا۔

(2) اس مذکورہ کتاب کے ص:114، و117 پر ہے کہ:

جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو حضرت ام کلثومؑ

نے اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھے اور فریاد کی، ''واحمدا!، واجعفرا!، واحمزا!، یہ فرزندِ رسولؐ، حسین علیہ السلام ہے جو زمین کربلا پر کٹا پڑا ہے، اس کا سر پشت گردن سے جدا کیا گیا ہے اور اس کی ردا اور عمامہ بھی لوٹ لیا گیا ہے''

خیموں کی لوٹ مار اور امام زین العابدینؑ کے بیمار ہونے کا ذکر کرنے کے بعد مصنف مزید لکھتے ہیں کہ، ''شمر نے چاہا کہ امام علی زین العابدینؑ کو بھی شہید کر ڈالے لیکن تائید غیبی سے عمر ابنِ سعد جیسا ظالم شخص مانع ہوا۔

عمر ابن سعد خیموں میں آیا تو عورتوں نے آہ و فریاد شروع کی اور چیخیں مار کر رونے لگیں، عمر ابن سعد نے اپنے لشکر والوں سے کہا، ''تم میں سے کوئی بھی اس مریض علی زین العابدینؑ کو کچھ نہ کہے''

روایت میں ہے کہ یزیدی لشکر نے خیموں کو آگ لگا دی تو آلِ رسولؐ اور تمام مستورات گریہ کرتی ہوئی خیموں سے باہر نکلیں'

(3) اسی مذکورہ کتاب کے ص 106 پر: حضرت عباسِ علمدار علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ ہے کہ، ''ایک شخص (حکیم بن طفیل) نے لوہے کا بھاری گرز پیچھے سے حضرت ابو الفضل عباس علمدارؑ کے سر پر مارا جس کی وجہ سے آپؑ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے اور کٹے ہوئے بازوؤں سے زمین پر گر پڑے حضرت امام حسین علیہ السلام جھکی ہوئی کمر کے ساتھ اپنے بھائی حضرت

عباس علمدار علیہ السلام کے سرہانے پہنچے اور بہت گریہ کیا یہاں تک کہ حضرت عباس علیہ السلام کی روح پرواز کرگئی۔

عرب کے ایک شاعر کے اس واقعہ سے متعلقہ اشعار کا مفہوم ہے کہ:

گریہ کے سزاوار وہ جو لوگ ہیں، جن پر حضرت امام حسین علیہ السلام میدانِ کربلا میں روئے، اُن میں سے ایک امام مظلومؑ کے بھائی عباس ابن علی علیہم السلام تھے جو خاک وخون میں غلطاں ہوئے، ان کی جتنی بھی تعریف کی جائے، اُن کا حق ادا نہیں ہوسکتا، انہوں نے تشنگی ہی کے عالم میں اپنے مظلوم بھائی امام حسین علیہ السلام پر اپنی جان فدا کی۔

(4) اسی مذکورہ کتاب کے ص 115 پر ہے کہ:

شمر نے امام حسین علیہ السلام کا سر تن سے جدا کر کے "خولی" کو دیا اور کہا کہ: "اسے عمر ابن سعد کے پاس لے جا' تا کہ وہ اسے ابن زیاد کے پاس کوفہ بھیجے"

(5) اسی مذکورہ کتاب کے ص 118 پر ہے کہ:

روزِ عاشورا ہی عمر ابن سعد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر خولی کے ہمراہ عبیداللہ ابن زیاد کے پاس کوفہ روانہ کردیا۔

ابن اثیر، طبری اور بعض مورخین نے لکھا ہے کہ:

خولی جب کوفہ پہنچا تو ابن زیاد کے دربار کا دروازہ بند ہو چکا تھا، چنانچہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر اپنے گھر لے گیا اسے ایک بڑے طشت کے نیچے رکھ دیا، اپنی خواب گاہ میں داخل ہوا اور اپنی بیوی سے کہا کہ،

''تجھے مبارک ہو کہ سر حسینؑ کی صورت میں، جو اِس وقت تیرے گھر میں، تیرے نزدیک ہی موجود ہے، مَیں دنیا کا کثیر مال و زر تیرے لیے لے کر آیا ہُوں،'' اس کی بیوی نے رو کر کہا، ''تجھ پر خدا کی لعنت ہو لوگ سونا چاندی لے کر آتے ہیں، تُو بنتِ رسولؐ کے فرزند کا سر لے کر آیا ہے، کان کھول کر سن لے، خدا کی قسم! آج سے ایک گھر میں ایک تکیہ پر تیرا اور میرا سر اکٹھا نہیں ہوگا'' یہ کہہ کر اس کی بیوی خواب گاہ سے باہر نکل گئی اور پھر گھر ہی سے چلی گئی۔

(6) اسی کتاب کے ص: 118 پر ہے کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر کوفہ روانہ کرنے کے بعد عمر ابن سعد نے حکم دیا کہ، ''حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب و انصار کے کٹے ہوئے سروں کو جمع کیا جائے،'' جب تمام سر اکٹھے ہو گئے تو انہیں ایک ایک کر کے نیزے پر سوار کیا گیا اور انہیں ابن زیاد کے پاس کوفہ روانہ کر دیا، دسویں محرم، شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد سے گیارہ محرم، ظہر تک ابن سعد کربلا ہی میں رہا، گیارہ محرم کو ظہر کے بعد اہلِ بیتؑ

رسول کو قید کر کے جن میں امام حسین علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے، بیٹیاں، مستورات، اور بہنوں کے علاوہ بیمار اور نحیف علی زین العابدین علیہ السلام بھی تھے، کوفہ طرف روانہ ہوا، مستورات نے یزیدی فوجیوں سے التجا کی کہ، ''تمہیں ذاتِ ذوالجلال کا واسطہ! ہمیں مقتلِ حسین علیہ السلام کے قریب سے گُزارنا اور جب قیدیوں کو امام حسین علیہ السلام اور اُن کے انصار کی لاشوں کے قریب سے گزارا گیا تھا تو مستورات نے مرثیہ و نوحہ خوانی اور ماتم شروع کر دیا، وہ چیخیں مار مار کر روئیں اور اُنہوں نے اپنے منہ پر طمانچے مارے، راوی کہتا ہے کہ:

''خدا کی قسم! امام مظلومؑ کی دکھیا بہن حضرت زینبؑ کی حالت نا قابل فراموش تھیں، وہ شدید رنج الم میں گرفتار دردناک آواز میں گریہ، نوحہ اور فریاد کرتی تھیں، ''وامحمدا!، اے نانا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم آسمان کے فرشتے آپؐ پر درود وسلام بھیجتے ہیں اور یہ آپؐ ہی کا پیارا فرزند حسین علیہ السلام ہے جو کربلا کی گرم ریت پر خون میں غلطاں ہے، جس کی لاش پر گھوڑے دوڑا کر بدن ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا ہے، اے نانا! تیری بیٹیاں دشمن کے ہاتھوں قیدی ہیں، میں خداوند عادل کی بارگاہ میں اپنے نانا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم، بابا علی مرتضٰی علیہ السلام، ماں فاطمۃ

الزہرا سلام اللہ علیہا اور بزرگوار حضرت حمزہؑ سید الشہدائے احد کے پاس جا کر شکایت کروں گی، اے نانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ تیرا لختِ جگر حسین علیہ السلام ہے جو صحرا میں پڑا ہوا ہے اور ہَوا خاک اُڑا اُڑا کر اس کے اُوپر ڈال رہی ہے، ہائے افسوس! ہائے مصیبت اے! ابا عبد اللہ! تجھ پر کتنا گریہ کروں معلوم ہوتا ہے کہ آج ہی کے دن نانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم دنیا سے گئے ہیں، اے میرے نانا! کے صحابیو! تم کہاں ہو؟ آؤ دیکھو! یہ تمہارے رُسولؐ کی ذریت اور عترت ہے، جنہیں یہ لاوارثوں کی طرح اسیر کر کے لے جا رہے ہیں،'' سیدہ زینبؑ نے یہ دردناک بین کیے تو معلوم ہوتا تھا کہ کائنات بھی رو پڑی ہے' خدا کی قسم! آپؑ کے بین ایسے دردناک تھے کہ دوست تو دوست دشمن بھی رو پڑے، اسی دوران امام حسین علیہ السلام کی معصوم بیٹی سکینہؑ نے اپنے آپ کو اپنے شفیق باپ کی لاش پر گرادیا تو ظالموں نے اس ستم رسیدہؑ کی مظلومہ بیٹی کو اُس کے باپؑ کی لاش سے کھینچ کر جُدا کر دیا۔''

(7) کتاب ''سید الاوصیاؑ ونجلہ سید الشہداءؑ''، ص:188، پر ہے کہ:

عمر ابن سعد نے حکم دیا کہ: ''امام حسینؑ کے اہل وعیال کو قیدی بنا کر کوفہ کی طرف روانگی کی جائے،'' چنانچہ عورتوں کو بے پالانوں کے اونٹوں پر سوار کر کے وہ مقتلِ حسینؑ سے گزرے، مستورات نے جب

اپنے پیاروں کی بے سر لاشوں کو ٹکڑے ٹکڑے بکھرے دیکھا تو چیخیں مار مار کر یک زبان فریاد کی، ''واجدا!، وامحمدؐا!، واعلیا!، وااہلِ بیتا!'' اور سیدہ زینبؑ نے اپنے آپ کو اپنے مظلوم بھائی کی لاش پر گرا دیا، پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسم اطہر کے ٹکڑوں کو اپنے ہاتھوں پر اُٹھا کر اور آسمان کی طرف بلند کر کے عرض کی، ''اے پروردگار! ہماری طرف سے اس قربانی کو قبول فرما،''

(8) کتاب ''مجالس الحُسینیہ''، ص: 107، شیخ محمد جواد مغنیہ مجلّہ ''الغدیر'' شمارہ: شباط 1959ء، میں شائع شدہ مقالات سے اقتباس میں ہے کہ:

حضرت زینبؑ سوختہ دل اور حسرت و یاس کے عالم میں خیمہ سے نکل کر اپنے مظلوم بھائی حسین علیہ السلام کی طرف آئیں اور بلند آواز سے فریاد کی اور حزن و ملال کی شدت سے غش کھا کر کربلا کی زمین پر گر پڑیں۔

(9) کتاب ''مدینۃ الحسینؑ''، ص: 163، یڈیشن: دوم، میں کتاب ''الحدائق الوردیہ'' سے اخذ کیا گیا ہے کہ:

عمر ابن سعد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک دسویں محرم کو خولی ابن یزید اور حمید ابن مسلم کے ہمراہ کوفہ کے گورنر عبید اللہ ابن

زیاد کے پاس بھیجا'

یہی مؤلف اپنی کتاب میں ایک اور مقام پر نقل کرتے ہیں کہ:

حضرت عباس علمدار کا سر مبارک بھی امام حُسین علیہ السلام کے سر مبارک کے ہمراہ تھا عمر ابن سعد نے حکم دیا تھا کہ امامِ حسین علیہ السلام کے کٹے ہوئے سروں کو کوفہ بھیجا جائے ''

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....
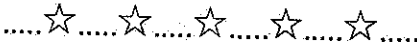
قبیلہ بنی اسد نے شہدا ؑ کی لاشوں کو دفن کیا

بارہ محرم اکسٹھ ہجری شام سے کچھ پہلے یعنی فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے اہلِ بیتؑ و انصارؑ کی شہادت کے تیسرے دن، کربلا کے گردونواح، ''غاضریہ'' اور ''نینویٰ'' کے دیہاتی باشندے یعنی قبائل بنی عامر اور بنی اسد کربلا میں آئے وہ لوگ حکمِ امامؑ کی وجہ سے کربلا کے علاقے کو چھوڑ کر دور چلے گئے تھے اُن میں سے اکثر اہلِ بیتؑ کے مطیع، محبّ اور قیامِ امام حسین علیہ السلام کے حمایتی تھے،

حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد شہدا ُکے پاک اجسام کی شناسائی کے لیے تمام قبائل اضطراب کے ساتھ مقتل میں آئے، تو دیکھا کہ شہدا کے اجساد پاک جنہیں عمر بن سعد کربلا کی گرم ریت پر چھوڑ گیا تھا، گرد و غبار سے اٹے ہوئے ہیں چنانچہ انہوں نے قبریں کھودنا شروع کیں تاکہ شہداء کی پاش پاش لاشوں کو دفن کیا جا سکے،

کتبِ تاریخ میں اِن پاک اجسام کے دفن کے واقعات کو دیگر طرح سے بھی منسوب کیا گیا ہے اُن میں سے بعض کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے:

(1) کتاب ''مدینۃ الحسینؑ''، ص: 64، پر ہے کہ:

مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ بنی اسد کے لوگ جو، ''غاضریہ'' میں آباد تھے، عمر ابن سعد کے جانے کے بعد میدانِ کربلا میں آئے اور شہدأ کی لاشوں پر نمازِ جنازہ پڑھی اور اُنہیں دفن کیا۔

(2) ایک روایت میں ہے کہ:

شہدأ کی لاشوں پر خصوصاً دفن کے وقت اور دفن کے بعد بھی گریہ وزاری میں بہت شدت پیدا ہوئی، بالخصوص اُن عورتوں نے، جو دفن کے وقت مَردوں کی مدد کر رہی تھیں، بے تحاشہ گریہ وزاری کی۔

سالہا سال سے اُن شہدائے کربلا کی قبریں، لوگوں کے لیے زیارت گاہ ہیں، لوگ اُن سے فیض حاصل کر رہے ہیں اور اُن کی مدح و منقبت جاری ہے ان پاک قبور کے پاس ظاہر بظاہر اور پنہانی، عزاداری برپا ہوتی ہے، اس دردناک تاریخی واقعہ کی یاد تازہ کرنے کے لیے مختلف اسلامی ممالک میں بلکہ تمام روئے زمین پر مراسم عزاداری کا انعقاد کیا جاتا ہے، جلوس عزاداری برآمد ہوتے ہیں، مرثیہ ونوحے پڑھے جاتے ہیں اور کربلا کے واقعات بیان کیے جاتے ہیں تاکہ اس ہولناک تاریخی واقعہ اور مقتل کی تاریخ تازہ بتازہ رہے۔

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے اسیر اہل وعیال پر کوفہ والوں نے گریہ کیا

گزشتہ صفحات پر بیان کیا جاچکا ہے کہ عمر ابن سعد واقعہ کربلا کے بعد سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کے چھوٹے چھوٹے یتیم بچے، بچیوں، درد رسیدہ مستورات اور ستم رسیدہ بہنوں کو قید کر کے گیارہ محرم کو ظہر کے بعد اس طرح کوفہ روانہ ہوا کہ امامؑ کے بیمار فرزند حضرت علی زین العابدین علیہ السلام اور شہدا کے سر قیدیوں کے قافلوں کے آگے آگے تھے، اِس سلسلہ میں جو واقعاتِ پیش آئے، اُن میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

(1) کتاب ''مقتل سید الاوصیأ ونجلہ سید الشہدأ'' ص:145، پر ہے کہ:

جب قیدی کوفہ میں داخل ہوئے تو لوگ اُن کا تماشہ دیکھنے کے لیے اُن کے اردگرد جمع ہو گئے، عورتیں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئیں اور اسیرانِ آلِ محمدؐ اُونٹوں پر سوار جب اُن کے قریب سے گزرے تو اُن

عورتوں نے اُن سے سوال کیا، ''آپ کون لوگ ہیں جو قید ہو کر یہاں آئے ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا، ''ہم آلِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں'' یہ سنتے ہی عورتیں نیچے اُتر آئیں اور قیدی مستورات کے لیے چادریں اور مقنعہ جمع کرنے لگیں اور اہلِ کوفہ چیخیں مار مار کر رونے لگے، امام علی زین العابدین علیہ السلام نے پوچھا، ''آپ لوگ ہمارے حال پر نوحہ خوانی اور گریہ کر رہے ہو لیکن یہ تو بتلاؤ کہ ہمارے جوانوں کو کس نے شہید کیا ہے؟''

اس وقت پہلے حضرت زینبؑ، پھر حضرت فاطمہ بنتِ امام حسینؑ علیہ السلام اُن کے بعد حضرت سیدہ ام کلثوم اور پھر حضرت علی زین العابدین علیہم اسلام نے خطبہ پڑھا، جس میں فضائل و مصائب آل محمد علیہم السلام کا ذکر کیا،

ہر ایک کا خطبہ سننے کے بعد کوفہ کے لوگ اور زیادہ گریہ وزاری کرتے تھے، عورتیں اپنے بال کھول کر اپنے منہ اور رخسار پر طمانچے مارتی اور فریاد کرتی تھیں، اہلِ کوفہ نے اِتنا گریہ و ماتم کیا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔

(2) شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کتاب ''ارشاد'' میں تحریر فرمایا ہے کہ:

فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک کوفہ پہنچنے

کے دوسرے دن، عمر ابن سعد اسیرانِ آلِ محمد علیہم السلام کو لے کر کوفہ پہنچا اسی روز عبید اللہ ابن زیاد نے دربار لگایا اور لوگوں کو اندر آنے کی عام اجازت دی، پھر اس نے حکم دیا کہ، ''حسینؑ کا سر حاضر کیا جائے،'' چنانچہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر پیش کیا گیا ابن زیاد امام مظلومؑ کے سر کو دیکھتا جاتا تھا اور ہنستا جاتا تھا، اُس ملعون کے ہاتھوں میں ایک چھڑی تھی جو وہ آپ کے دندانِ مبارک پر لگاتا جاتا تھا۔ صحابی رسولؐ حضرت انس بن مالک بھی اس وقت دربار میں موجود تھے، وہ ابنِ زیاد کی گستاخی اور جسارت کو دیکھ کر رو پڑے اور کہنے لگے، ''حسین علیہ السلام رسولِؐ کے ساتھ بہت مشابہت رکھتے تھے،'' ایک اور ضعیف صحابی زید ابن ارقم بھی ابن زیاد کے قریب بیٹھے تھے، انہوں نے جب امام عالی مقامؑ کے دندانِ مبارک کے ساتھ چھڑی سے بے ادبی ہوتے دیکھی تو فرمایا، ''اے ابن زیاد! اس چھڑی کو اس مقام سے ہٹا لے' اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں، مَیں نے کئی مرتبہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ان لبوں پر پیار سے بوسے دیتے دیکھا ہے، یہ کہہ کر زید بن ارقم بلند آواز سے رونے لگے ابن زیاد رعونت سے کہنے لگا، ''خدا تیرا رونا اور زیادہ کرے، آج لشکرِ خدا کی کامیابی کا دن ہے (نعوذ باللہ) اور تو روتا ہے؟ خدا کی قسم!

اگر تُو بوڑھا۔۔۔ نہ ہوتا تو میں تیری گردن اُڑوادیتا،''

یہ سن کر صحابی رسولؐ زید ابن ارقم اٹھے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے، ''اے لوگو! تُم بے ضمیر اور زرخرید غلام بن گئے ہو، تم نے بنتِ رسولؐ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے لختِ جگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت میں حصہ لیا اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا سردار بنا لیا ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ تمہارے نیک و صالح لوگوں کو قتل کرے گا اور تمہارے بدکاروں کو اپنا غلام بنائے گا اور جو لوگ اس ذلت اور ننگ و عار کے ساتھ زندہ رہیں گے، خدا انہیں اپنی رحمت سے دور رکھے گا اور جو جو بھی ان کے اعمال و افعال اور کردار پر راضی ہوگا، اللہ تعالیٰ اُن سب پر لعنت کرے گا۔''

شیخ مفید علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں:

آلِ محمد علیہم السلام کے اسیروں کو ابن زیاد کے روبرو کھڑا کیا گیا تو ابن زیاد نے سیدہ زینبؑ کو مخاطب کر کے کہا، ''آپ کے خانوادہ کے (نعوذ باللہ) سرکش باغی سے خدا نے میرے دل کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔''

ابن زیاد کے ان نازیبا اور کفریہ کلمات سن کر سیدہ زینبؑ کا جگر مزید زخمی ہو گیا اور آپؑ زار و قطار رونے لگیں پھر فرمایا، ''مجھے اپنی جان کی قسم! تُو نے اللہ تعالیٰ کے نیک ترین اور ہمارے سردار کو شہید کیا ہے''

اِن حالات و واقعات کی خبر عوام میں پہنچی تو نوحہ خوانی اور گریہ و زاری کی صدائیں بلند ہوئیں، اہلِ کوفہ کے مردوں، عورتوں اور بچوں نے اسیرانِ آلِ محمد علیہم السلام کے لیے برسرِ عام اتنی بے اختیارانہ آہ وزاری کی کہ جو کچھ اُن کے ہاتھوں میں تھا، اس کی انہیں خبر نہ رہی اور وہ چھوٹ کر گر پڑا وہ وحشت زدہ ہو گئے اور جب تک اسیران آلِ محمد علیہم السلام کوفہ میں قید رہے، اُن کے لیے کوفہ والوں کی گریہ وزاری اور آہ وفریاد جاری رہی۔

(3) کتاب ''مجالس السنیہ'' ص:123 پر، حضرت فاطمہ صغریٰ بنتِ امام حسین علیہ السلام کا خطبہ تفصیل سے ذکر ہوا ہے،

بی بی فضائل و مصائب بیان کر رہی تھیں اور جب آخری الفاظ پر پہنچیں تو کوفیوں کا گریہ بلند ہوا اور وہ فریاد کرنے لگے، ''اے دخترِ نیک! آپؑ نے ہمارے دلوں کو جلا کر رکھ دیا ہے، ہمارے گلے رو رو کر خشک ہو گئے ہیں اور ہمارے قلب آتشِ غم سے جلنے لگے ہیں، ہم آپؑ کو اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپؑ خاموش ہو جائیں''، چنانچہ حضرت سیدہ فاطمہ صغریٰ بنتِ سید الشہداؑ خاموش ہو رہیں،''

(4) اسی کتاب کے ص:124 پر، ہے کہ:

اسیرانِ اہلِ بیت علیہم السلام کو جب کوفہ لایا گیا تو حضرت بی بی ام کلثوم بنتِ حضرت علی علیہ السلام نے ہودج میں سے خطبہ دیا اور آلِ

محمد علیہم السلام کے فضائل و مصائب بیان کیے دورانِ خطبہ بی بی بلند آواز سے گریہ کرتی تھیں اور خطبہ پڑھتی تھیں جسے سن کر کوفہ کے مرد چیخیں مار کر رونے لگے اور عورتوں نے اپنے بال کھول لیے اور اپنے سروں میں خاک ڈالی وہ اپنے منہ پر طمانچے مارتی اور فریاد کرتی تھیں، اہلِ کوفہ مرد و عورت نے اس قدر گریہ اور آہ و فریاد کی کہ اس سے قبل کبھی بھی سننے یا دیکھنے میں نہیں آئی تھی ، پھر حضرت علی زین العابدین علیہ السلام نے لوگوں سے خطاب فرمایا، تو لوگوں کے رونے کی آوازیں اور بلند ہوئیں وہ کہتے جاتے تھے کہ ''ہم تو ہلاک ہو گئے کہ ہمیں یہ سب کچھ معلوم نہیں ہی ہو سکا''

(5) ابن طاؤس اپنی کتاب ''لہوف'' میں لکھتے ہیں کہ:

جب اسیرانِ اہلِ بیت علیہم السلام کو کوفہ میں لایا گیا تو اہلِ کوفہ نوحہ خوانی اور گریہ کرتے تھے، بشر ابن خزیم اسدی کہتا ہے کہ ''میں نے اس دن حضرت زینبؑ کو پہلی مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے دیکھا اور کسی باحیا عورت کو اس سے بہتر خطبہ دیتے ہوئے نہیں دیکھا، معلوم ہوتا تھا کہ خود حضرت علی علیہ السلام خطبہ دے رہے ہیں، جس وقت عقیلۃ القریش بی بی زینبؑ نے لوگوں کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا، تو لوگوں کے سانس وہیں رک گئے اور جانوروں کے گلے میں جو گھنٹیاں تھیں وہ بھی خاموش

ہوگئیں،

اس وقت حضرت زینبؑ نے اپنے خطبے کا آغاز فرمایا:

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور درود وسلام اس کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ کی پاک آل و اہلِ بیت علیہم السلام پر،'' پھر فرمایا،''اے کوفیو! تمہارے آنسو خشک نہ ہوں اور تمہارا اگریہ کبھی ختم نہ ہو''،

سید ابن طاؤس تمام خطبہ نقل کرنے کے بعد ''بشر'' سے روایت کرتے ہیں کہ:

''خدا کی قسم! اس دن لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی، وہ بے حال ہوکر روتے تھے، میں نے اپنے پاس کھڑے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جو اتنا رویا کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی، وہ فریاد بھی کرتا تھا کہ،''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپؑ کے بوڑھے تمام بوڑھوں سے بہتر اور آپ کے جوان تمام جہان کے جوانوں سے بہتر ہیں اور آپؑ کی مستورات تمام جہان کی مستورات سے افضل ہیں، آپؑ کا خاندان دنیا کے تمام خاندانوں سے افضل ہے، خدا قسم! آپؑ کا خاندان کبھی خوار اور مورد قہر واقع نہیں ہوسکتا؛''

(6) کتاب ''صواعق محرقہ'' تالیف ابنِ حجر میں ہے کہ:

''حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر گریہ کرنے والے صحابۂ رسولؐ میں سے انس بن مالک تھے اور وہ واقعہ یوں ہے کہ فرزندِ رسولؐ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہم السلام کا سرِ مبارک کوفہ میں ابن زیاد کے سامنے ایک طشت میں رکھا ہوا لایا گیا، ابن زیاد کے ہاتھ میں اس وقت ایک چھڑی تھی، وہ اس چھڑی کو کبھی حضرت امام حسین علیہ السلام کے دندانِ مبارک پر لگاتا تھا اور کبھی آپؑ کی ناک میں داخل کرتا تھا اور حسداً کہتا تھا ''تیرے جیسے خوب صورت دانت میں نے آج تک نہیں دیکھے، (امام مظلومؑ کے دانت نبی کریمؐ کی طرح نہایت خوب صورت تھے)'انس بن مالک جو ابن زیاد کے نزدیک ہی بیٹھے تھے، اس گستاخی کو دیکھ کر نہ رہ سکے اور گریہ کرنے لگے اور بھرے دربار میں جابر و ظالم حاکمِ وقت کے سامنے بول اٹھے کہ،''اہلِ بیت رسولؐ میں سے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم سا تھ حضرت امام حسین علیہ السلام ہی سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے،''

اس واقعہ کو کتاب تذکرہ ''الخواص اور ترمذی شریف'' میں بھی نقل کیا گیا ہے اور بخاری شریف میں بھی ابن سیرین سے روایت درج کی گئی ہے۔

(7) کتاب ''نہضۃ الحسینؑ''، ص 137، 138 پر اسیرانِ آلِ

محمد علیہم السلام کے کوفہ آنے کا ذکر ہوا ہے کہ:

اہلِ کوفہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے، وہ امامِ مظلومؑ کے اہل وعیال کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتے تھے اور ظالم وستم کاروں نے آلِ رسول کے ساتھ جو سلوک کیا گیا تھا، اسے یاد کر کے دھاڑیں مار کر روتے تھے، بعض آل رسولؐ کے بچوں کو از راہِ ترحم روٹی اور کھجوریں دینے کی کوشش کرتے تھے، اس وقت سیدہ زینبؑ نے اُن لوگوں کی طرف رخ کیا اور فرمایا، ''لوگو! ہم اہل بیت رسولؐ ہیں، ہم پر صدقہ حرام ہے،'' یہ سنتے ہی منڈیروں اور چھتوں پر نظارہ کرنے والی عورتیں آلِ رسولؐ کی بیکسی پر گریہ اور آہ وزاری کرنے لگیں،''

خزیمہ اسدی بیان کرتا ہے کہ،'' میں کوفہ میں وارد ہوا، یہ اُن دنوں کی بات ہے کہ جب حضرت علی ابن حسین علیہم السلام کی ذریت امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ کربلا سے کوفہ میں ابن زیاد کے پاس اسیر کر کے لائی گئی تھی، میں نے کوفہ کی عورتوں کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے گریبان چاک کیے ہوئے تھے اور وہ آہ وفریاد کرتی تھیں علی ابن حسین علیہ السلام بیمار اور نحیف تھے میں نے انہیں نقاہت بھری آواز میں فرماتے ہوئے سنا،'' اے اہلِ کوفہ! وائے ہو تم پر، اب تم لوگ ہماری مصیبت پر روتے ہو لیکن یہ تو بتلاؤ کہ تمہارے سوا اور کون ہے، جس نے ہم پر ظلم کیا

ہے''؟

خدا کی قسم! اس دن میں نے لوگوں کو دیکھا کہ حیرت سے اپنی انگلیاں منہ میں ڈال کر گریہ کرتے تھے''

(8) ڈاکٹرہ عائشہ بنتِ الشاطی کتاب ''موسوعۃ آل النبیؐ''، ص:734 پر لکھتی ہیں کہ:

قافلۂ اسیرانِ اہلِ بیت علیہم السلام کوفہ میں داخل ہوا تو لوگ گروہ در گروہ' اکٹھے کھڑے تھے اور خاندانِ نبوتؐ کی مستورات کو ابنِ زیاد کے دربار کی طرف جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے اور اُن کی طرف سے مسلسل آہ و فریاد، گریہ و زاری اور مرثیہ و عزاداری کی آوازیں آ رہی تھیں، کوفہ کی عورتیں گریبان چاک کیے گریہ کر رہی تھیں اور اس باعظمت خاندان کی مستورات کی زبوں حالی کو دیکھ دیکھ کر بے حال ہوتی تھیں۔

سیدہ زنیب بنتِ علی سلام اللہ علیہا یہ منظر دیکھ کر صبر نہ کر سکیں کہ اہلِ کوفہ ہی نے تو حضرت امام حسین علیہ السلام اور اہلِ بیتؑ کو شہید کیا تھا اور اب رسولِؐ خدا کی آل پر مرثیہ خوانی اور گریہ بھی کرتے ہیں،

جو کوئی بھی سیدہ زنیبؑ کا خطبہ سنتا کہتا تھا، ''قسم بخدا آج تک کسی باحیا خانہ نشین عورت کو زنیب بنتِ علی علیہ السلام سے زیادہ خطیب نہیں دیکھا، معلوم ہوتا تھا کہ خود حضرت علی علیہ السلام خطاب فرما رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! سیدہ زینبؑ کا خطبہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ لوگوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور پھر وہ اتنا زاروقطار روئے کہ اپنے آپ کو بھی بھول گئے اور جو کچھ انہوں نے ہاتھوں میں پکڑا ہوا تھا، وہ زمین پر گر پڑا''

☆☆☆☆☆
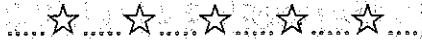
حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے خاندان والوں کے لیے شام میں مجالس وعزاداری

عبید اللہ ابن زیاد نے یزید ابن معاویہ کو فوراً ایک خط لکھا جس میں فرزند رسولؐ امام حسین علیہ السلام کی شہادت، خاندانِ نبوت کی اسیری اور شہدائے کربلا کے سروں کی دربار میں آمد سے متعلقہ تمام واقعات کا ذکر کیا۔

یزید ابن معاویہ نے جواب میں لکھا کہ ''شہدائے کربلا کے سروں کے ساتھ آلِ محمد علیہم السلام کے اسیرون کا قافلہ فوری طور پر شام روانہ کر دو'' چنانچہ زجر ابن قیس کو سرِ مبارک اور اسیرانِ خاندانِ نبوت علیہم السلام کو محضر ابن ثعلبتہ العائدی اور شمر ابن ذی الجوشن کے ہمراہ دمشق روانہ کر دیا گیا، آلِ محمد علیہم السلام کا لٹا ہوا قافلہ جب بنی امیہ کے دار الخلافہ، ''دمشق''، پہنچا تو گلی کوچوں میں ویسی ہی نوحہ خوانی شروع ہوگئی جیسی کوفہ اور باقی دیہاتوں اور شہروں میں جہاں سے قیدی گزر کر آئے تھے، ہوتی رہی تھی، شام میں نوحہ خوانی سے متعلقہ روایات میں سے چند یہ ہیں:

1۔ کتاب ''مجالس السنیہ''، ص:134، پر ہے کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام اور خاندانِ نبوت علیہم السلام کی مستورات کو جب یزید ابن معاویہ کے دربار میں پیش کیا گیا تو یزید کا دربار سجا ہوا تھا اور مختلف سفرأ وأمرأ اس کے سامنے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے، مستوراتِ اہلِ بیت علیہم السلام کی حالت یہ تھی کہ وہ رسیوں میں اور امام علی زین العابدین علیہ السلام طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے تھے، حضرت علی ابن حسین علیہ السلام نے یزید کو مخاطب کر کے فرمایا:

''میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ میرے نانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اگر ہمیں اس حالت میں دیکھ لیں تو خود اُن کی حالت کیا ہوگی؟'' حضرت علی ابن حسین علیہ السلام کا یہ کلام سن کر اکثر حاضرینِ مجلس رونے لگے، دربار کا یہ حال دیکھ کر یزید نے حکم دیا کہ ''اِن کی رسیوں کو کھول دو اور طوق و زنجیر اتار دو''۔

اس کے بعد فرزندِ رسولؐ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کا سرِ مبارک یزید کے سامنے پیش کیا گیا، اس وقت تک مستورات کو پیچھے کی طرف بٹھا دیا گیا تھا تا کہ ان نظر امامؑ کے سر پر نہ پڑے، حضرت سکینہؑ و حضرت فاطمہ بنتِ الحسین علیہ السلام اپنے باپ کے سر کی زیارت کے لیے کبھی کبھی اپنی جگہ سے اٹھتیں تھیں، جبکہ یزید خود بھی اُن کے آگے بیٹھا ہوا

تھا تا کہ بیٹیوں اور باقی مستورات کی نگاہ امام کے سر پر نہ پڑے اس نے
بہت چھپایا لیکن اسیرانِ آلِ محمد علیہم السلام کی نظر امام مظلومؑ کے سرِ مبارک
پر پڑی تو تمام مستورات نے رونا شروع کیا قیدیوں کے رونے کی در
ناک آوازیں جب یزید کی عورتوں نے اپنے محل میں سنیں تو انہوں نے
بھی رونا شروع کر دیا، حضرت فاطمہ بنت الحسین علیہا السلام نے فرمایا
''اے یزید ابن معاویہ! کس قدر قہر کا مقام ہے کہ تیری خواتین تو پردے
میں بیٹھی ہیں اور رسول کی بیٹیاں قیدی ہیں،'' اور یہ سن کر تمام دربار
اور خود یزید کے اہل و عیال بلند آواز سے رو پڑے ام المصائب سید
زنیبؑ نے جب اپنے مظلومؑ بھائی کا سرِ مبارک دیکھا تو غمگین آواز کے
ساتھ ایسے بین کیے جو دلوں کو زخمی کیے دیتے تھے۔

''واحسینا! اے رسولِؐ خدا کے پیارے، اے مکہ و منیٰ کے فرزند
اے فاطمۃ الزہرا سیدۃ النسا کے بیٹے، اے بنتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وا
وسلم کے لختِ جگر!'' راوی کہتا ہے،'' خدا کی قسم! تمام حاضرین مجلس زور و
بے حال ہو گئے لیکن یزید ملعون خاموش اور بے حس بیٹھا رہا، ایک عورت
نے جو بنی ہاشم کے گھر میں کچھ عرصہ رہی تھی، حضرت بی بی زنیبؑ کی آہ و
بُکا سن کر گریہ و فریاد شروع کر دی،'' یا حبیبا! اے آقا! اے ہمارے سردار
اے بیوہ عورتوں کی پناہ، اے یتیموں کے سہارے، اے کشتہ شدہ، اے

مظلوم آقاؑ! تیرے قاتل زانیہ کے بیٹے ہیں،'' جس کسی نے بھی اس مستور کے غم ناک بین سنے، وہ گریہ کے بغیر نہ رہ سکا، ام ربابؑ، حضرت سکینہؑ اور شیر خوار عبد اللہ المعروف علی اصغر کی ماں اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی زوجہ بھی اسیرانِ شام میں موجود تھیں، وہ آگے بڑھیں اور اپنے آقا حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو اپنی گود میں رکھ لیا اور بوسے دینے لگیں اور پھر متواتر تین دن تک ایسے ہی عزاداری ہوتی رہی۔

شام میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے اہل وعیال کی طرف سے برپا کی گئی یہ پہلی عمومی مجلس عزا تھی اور یہ بات روایات سے ثابت ہے کہ رہائی کے بعد یزید کی اجازت سے اس کے محل کے نزدیک اہلِ بیتِ نبوت علیہم السلام کو عزاداری کے لیے ایک مکان خالی کروا کے دیا گیا اور انہوں نے جب تک شام میں قیام کیا، نوحہ خوانی اور گریہ وزاری ہوتی رہی اور گریہ وعزاداری کرنے والی مستورات فقط دخترانِ آلِ محمد علیہم السلام ہی نہیں بلکہ بنی امیہ کی عورتیں بھی اُن کے ساتھ شامل تھیں اور بنی امیہ کے علاوہ باقی عورتوں نے بھی فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام اور اسیروں کے لیے گریہ کیا''۔

(2) کتاب ''اعلام النساٗ فی عالمی العرب والاسلام'' تالیف عمر کمالہ میں اِس سلسلہ میں درج ہے کہ:

خاندانِ نبوت علیہم السلام کے قیدی افراد دربار یزید سے یزید کے محل لے جائے گئے اور اس کے خاندان میں ایسی کوئی عورت نہ تھی جس نے تین دن تک نوحہ خوانی وگریہ وزاری نہ کی ہو"۔

(3) سید عبد العزیز سید الاھل کی کتاب "زین العابدین علی بن حسینؑ" میں ہے کہ:

حضرت علی ابن حسین علیہ السلام نے خطبہ میں اپنے خاندان کے ایک ایک فرد کے نام بنام فضائل و افتخارات اور امت پر اُن کے احسانات کا تذکرہ فرمایا، یہاں تک کہ لوگوں نے گریہ وفریاد شروع کر دی اور قریب تھا کہ انقلاب رونما ہو جائے گویا عمومی سطح پر شہدائے کربلا پر یہ پہلی گریہ وزاری تھی۔

(4) کتاب "موسوعۃ آل النبیؐ" میں امام حسین علیہ السلام کی زوجہ حضرت امِ ربابؑ کے حالاتِ زندگی میں درج ہے کہ:

ربابؑ بنت امراء القیس بن عدی نے باسٹھ قمری ہجری میں انتقال فرمایا اور وہ اسیرانِ خاندانِ نبوت علیہم السلام میں شامل تھیں، کربلا سے کوفہ وشام اور وہاں سے واپس مدینہ تک تمام سفر میں وہ کارواں کے ہمراہ تھیں، انہوں نے مظلومِ کربلا کا سر اپنی آغوش میں لیا، بوسے دیئے اور یہ دو شعر بھی پڑھے:

واحسينا فلا نسيت حسينا   اقصدته اسنة الاعداء
غادروه بكربلاء صريعا   لاسقى الله جانبى كربلاء

ترجمہ: ''اے حسین علیہ السلام! میں آپؑ کو فراموش نہیں کروں گی آپؑ دشمنوں کے نیزوں کا ہدف بنے، آپؑ کی لاش کو زمینِ کربلا پر لاوارث چھوڑ دیا گیا، خداوند عادل اطراف کربلا کو سیراب نہ کرے۔''

امام حسین علیہ السلام کی یہ زوجہ دن رات فرزندِ رسولؐ، مظلومِ کربلا پر روتی رہتی تھیں سارا دن جلتی دھوپ میں بیٹھی رہتیں، اوراسی عالم میں ایک سال زندہ رہیں بعدۂ انتقال فرمایا۔

(5) کتاب ''مجالس السنیہ''، ص132، پر اسیرانِ آل محمد علیہم السلام کے کاروان کا شام میں جامع مسجد کے دروازے پر پہنچنے کے واقعہ کا ذکر ہے کہ:

ایک بوڑھا آدمی قیدیوں کے پاس آیا اوراس نے خاصے گستاخانہ کلمات کہے امام علی زین العابدین علیہ السلام اس شخص کے سامنے آئے اور خاندانِ نبوت کی شان میں قرآن کریم سے آیات تلاوت کرنے کے بعد فرمایا، ''اے بندۂ خدا! یہ آیاتِ کریمہ جن لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہیں، وہ ہمارا ہی خاندان ہے''، اس بوڑھے آدمی نے یہ سن کر رونا شروع کر دیا اس نے اپنے سر سے عمامہ اتار پھینکا اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر

کہنے لگا، ''اے پروردگار! گواہ رہنا میں آلِ محمد علیہم السلام کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرتا ہوں''، پھر امامؑ سے عرض کی، ''کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟'' حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا، ''ہاں اگر تو واقعاً توبہ کرے تو خداوند رحمٰن و رحیم تیری توبہ ضرور قبول فرمائے گا اور تو ہمارے ساتھ محشور ہوگا''، اس ضعیف آدمی نے عرض کی، ''میں دل کی گہرائیوں سے توبہ کرتا ہوں''، اس کے توبہ کرنے کی خبر جب یزید کو پہنچی تو اس نے اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

(6) کتاب ''مجالس السنیہ''، ص 140، پر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا منبر پر جا کر خطبہ پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے کہ:

سید الساجدین حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا خطبہ سن کر لوگ اتنا گریہ اور آہ و فریاد کرنے لگے کہ یزید کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں فتنہ برپا نہ ہو جائے چنانچہ اس نے بلا وقت ہی مؤذن کو اذان شروع کرنے کا اشارہ کر دیا تا کہ امامؑ کا کلام قطع ہو جائے۔

(7) کتاب ''موسوعۃ آل النبیؐ''، ص 746، پر اسیران آلِ محمد علیہم السلام کا یزید کے سامنے پیش ہونے کا واقعہ ہے کہ:

یزید نے یہ آیت پڑھی:

وَمَآ أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ

اَیْدِیْکُمْ........ (پ25، الشوریٰ، آیت:30)

یعنی ''جو مصیبت بھی تم پر پڑتی ہے، وہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں کی کرتوت سے ہوتی ہے،'' اور چاہا کہ اس کی تاویل اپنی مرضی سے کرے لیکن اسے خاموش ہو جانا پڑا کیونکہ مستوراتِ آلِ محمد علیہم السلام کی آہ و بکا کی آوازیں بہت دردناک، مؤثر اور اتنی بلند تھیں کہ دور دور تک سنائی دیتی تھیں اور رونے والی مستورات فقط بنی ہاشم ہی کی عورتیں نہ تھیں بلکہ بنی امیہ کی عورتیں بھی اپنے اشکوں کے نذرانے اسیرانِ آلِ محمد علیہم السلام کو پیش کر رہی تھیں، خود یزید کے خاندان میں کوئی ایسی عورت نہ تھی جو امام حسین علیہ السلام پر آہ و بکا اور گریہ وزاری میں شامل نہ ہوئی ہو حتیٰ کہ تین دن تک متواتر نوحہ خوانی و عزاداری کی مجالس برپا ہوتی رہیں، پھر یزید نے حکم دیا کہ ''امانت دار نگہبانوں کے ہمراہ بنی ہاشم کی عورتوں کو آرام دہ سواریوں اور سفری اخراجات کی فراہمی کے ساتھ مدینہ روانہ کر دیا جائے''۔

(8) کتاب ''نہضۃ الحسینؑ'' ص 167، پر اسیرانِ خاندانِ نبوت علیہم السلام کی دربار یزید میں پیشی ختم ہونے کا ذکر ہوا ہے کہ:

یزید بن معاویہ کے سینے میں روشن انتقام کی آگ امام حسین علیہ السلام اور اُن کے انصاران کے قتل اور خاندانِ نبوت کی اسیری سے بجھ گئی

اور اس نے رسولؐ زادیوں کو اپنے مقتولوں پر رونے اور عزاداری کرنے کی اجازت دیدی چنانچہ گھر گھر سے آہ وبُکا کی آوازیں بلند ہوئی اور خود یزید کی عورتیں بھی گریہ وزاری میں شامل ہوگئیں اور گریہ کرنے والی عورتوں کی ہم صدا ہوکر جوانانِ جنت کے سردار حضرت امام حسین علیہ السلام پر روتی رہیں۔

(9) کتاب ''مجالس السنیہ''، ص133، پر شیخ جواد مغنیہ کی کتاب ''نفس المھموم'' سے اقتباس ہے کہ:

ہندہ بنتِ عبداللہ عامر پہلے امام حسین علیہ السلام کی زوجہ تھی لیکن امام عالی مقامؑ نے اسے طلاق دے دی تھی اور بعد میں یزید نے اس سے عقد کرلیا تھا، چنانچہ اسیرانِ آلِ محمد علیہم السلام جب دربار میں پیش ہوئے اور ہندہ کو اس کا علم ہوا تو اس نے اپنا گریبان چاک کرلیا اور روتی چیختی اور آہ وبکا کرتی ہوئی سر برہنہ دربارِ یزید میں آگئی اور فریاد کرنے لگی، ''اے یزید! خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرؑا کے پیارے فرزند کا سر کاٹتے ہوئے تجھے ذرا خوفِ خدا نہ آیا''۔

(10) کتاب ''مجالس السنیہ''، ص133، پر ہے کہ:

خالد بن معدان سے (جو کہ فضلا تابعین میں سے تھا) روایت کی گئی ہے کہ اس نے جب شام میں فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام

کا کٹا ہوا سر مبارک دیکھا تو وہ ایک ماہ تک اپنے تمام دوست احباب سے روپوش ہو گیا، سب اسے تلاش کرتے رہے لیکن وہ نہ ملا آخر ایک ماہ بعد جب وہ ملا اور اس سے روپوشی کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا، ''کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہمارے اوپر کون سی مصیبت نازل ہوئی ہے پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

جائو لبراسک یابن بنت محمد   مترملا بد مائہ ترمیلا
وکا نما بک یا بنتِ محمد   قتلوا جهارا عامدین رسولا
قتلوك عطشانا ولما یرقبوا   فی قتلک التاویل والتنزایلا
ویکبرون بان قتلت وانما   قتلوا بک التکبیر والتهلیلا

ترجمہ: ''اے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بیٹی کے فرزند! تیرا خون میں غلطاں سر مبارک لایا گیا، اے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بیٹی کے فرزند! تیرا قتل تو درحقیقت محمد رسولؐ اللہ کا قتل ہے، تجھے پیاسا شہید کیا گیا ہے اور تجھے شہید کرنے میں تاویل وتنزیلِ قرآن کی ذرا بھی رعایت نہیں کی گئی، وہ تجھے قتل کرتے وقت تکبیر کا نعرہ بلند کرتے تھے، حالانکہ تجھے قتل کرنا اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ ہی کو قتل کرنا تھا''۔

(11) کتاب ''اقناع اللائم''، ص 153 پر (عقد الفرید)، حسن بصری سے نقل کیا گیا ہے کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اُن کے خاندان کے پندرہ آدمی شہید ہوئے تھے اور روئے زمین پر اُن کے خاندان جیسا اور کوئی خاندان نہیں تھا، اہلِ شام رسولؐ خدا کی اولاد کو اونٹوں پر سوار کر کے شام لائے اور جب خاندانِ نبوت علیہم السلام کے اُسرا دربارِ یزید میں پیش ہوئے تو فاطمہ بنت الحسینؑ نے بحالتِ گریہ فرمایا:

''اے یزید! کیا رسولِؐ خدا کی بیٹیاں قید ہی رہیں گی؟'' یزید نے کہا، ''نہیں نہیں، بلکہ آزاد اور قابلِ احترام ہیں، آپ میرے گھر میں جا کر دیکھیں کہ جو کچھ آپ کر رہی ہیں، میری خواتین بھی وہی کچھ کر رہی ہیں''، چنانچہ حضرت فاطمہ دخترِ امام حسینؑ اس کے گھر میں داخل ہوئیں تو دیکھا کہ ابوسفیان کے خاندان کی تمام عورتیں گریہ کرتے ہوئے سر اور سینہ پیٹ رہیں تھیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے یار و انصار کے لیے یہ مرثیہ پڑھ رہی تھیں،

عینی ابکی بعبرۃ وعویل

وا اندابی ان ندبت ال الرشسول

ستۃ کلھمہ لصلب علی

قدا صیبوا او خمسۃ لعقیل

ترجمہ: ''اے میری آنکھ اگر گریہ کرنا ہے تو آلِ محمد علیہم السلام کے لیے

گریہ کر، چھ افراد صلبِ علی علیہ السلام اور پانچ افراد صلبِ عقیلؑ سے شہید ہونے والوں کے لیے گریہ کر۔"

(12) کتاب "تاریخ طبری"، جلد 6، ص 297، پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے سرِ مبارک کو یزید کے سامنے رکھنے کے ضمن میں ہے کہ:

ہندہ بنت عبداللہ ابن عامر یزید کی زوجہ تھی، اس نے دربارِ یزید میں پیش ہونے والے سانحے کے بارے میں سُنا تو گھر سے نکل کر دربار میں آئی اور کہا، "اے امیر المومنین! کیا یہ واقعاً حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کے فرزند امام حسین علیہ السلام کا سرِ مبارک ہے؟" یزید نے کہا، "ہاں! یہ اُنہیں کا سر ہے، اسے اپنے ساتھ لے جا اور جس طرح چاہے پرسہ دے ابن زیاد نے بہت جلدی کی اور انہیں قتل کر دیا' خدا ابن زیاد پر لعنت کرے"۔

(13) کتاب "اقناع اللائم" ص 211، پر بعض شامی گروہوں کے نزدیک "عاشورہ، روزِ جشن وطرب ہے"، کے موضوع پر لکھا گیا ہے کہ:

صحیح قول یہ ہے کہ جن لوگوں نے عاشورہ کے دن جشن منانے کو ایک دستور بنا رکھا ہے وہ تمام بنی امیہ کے پیروکار ہیں، کیونکہ خود بنی امیہ یزید کے زمانے میں دسویں محرم کو بھی عید منایا کرتے تھے، صحابی رسولؐ سہل ابن سعد جب شام میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ اہلِ شام نے ریشم کے پردے لٹکائے ہوئے ہیں، خوب صورت لباس پہن رکھے ہیں اور ایک

دوسرے کو مبارک دے رہے ہیں، عورتیں دف اور طبل بجاتے ہوئے رقص کر رہی ہیں، صحابیِ رسولؐ نے اپنے آپ سے کہا، ''کیا آج اہلِ شام کی عید ہے جو مجھے معلوم نہیں،'' پھر انہیں خود ہی سمجھ آ گئی کہ یہ جشن اور خوشی اس لیے ہے کہ دسویں محرم کو حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے اور یہ امامؑ کا سر آنے کی خوشی منائی جا رہی ہے اور اس واقعہ پر انہوں نے بے حد تعجب کیا۔

(14) سید رضی نے اس قسم کی خوشی کے بارے میں شعر کہا ہے جسے کتاب ''اقناع اللائم'' میں ذکر کیا گیا ہے:

؎ کانت مآتم بالعراق تعدها

موية بالشام من اعياد ها

ترجمہ: حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی وجہ سے عراق میں مجالس عزا اور ماتم برپا تھا اور اُن ایام عزا کو بنی اُمیہ نے شام میں عید شمار کیا۔''

اسی طرح ابن منیر الدین طرابلسی نے قصیدۂ رائیّہ میں عیدوں ہی کے بارے میں پڑھا ہے:

؎ وحلقت فی عشر المحرم ما استطال من الشعر

ونويت صوم نهاره و صيام ايام اخر

ولبست فيه اجمل ثوب للملا بس يد خر

وسهرت فی طبخ الحبوب من العشظ الی السحر

وغدوت مکتحلا اصافح من لقیت من البشر

ووقفت فی وسط الطریق اقص شارب من عبر

ترجمہ: ''مَیں نے دسویں محرم کو اپنے لمبے بال تراشے یعنی حجامت بنوائی اور اس دن میں نے بطورِ خاص روزہ رکھا، جبکہ دوسرے ایام میں بھی روزہ رکھا تھا اور اپنا زیبا ترین لباس، جو کسی خاص موقعہ پر پہننے کے لیے رکھا ہوا تھا، پہنا اور قسم قسم کے کھانے پکانے کے لیے شام سے لے کر اگلی صبح تک بیدار رہا اور صبح کو میں نے آنکھوں میں سرمہ ڈالا اور ہر ایک ملاقاتی سے خسروانہ مصافحہ کیا اور میں راستے کے درمیان میں کھڑا ہوگیا تا کہ ہر راہ گزر کی داڑھی مونچھوں کو عطر لگا کر معطر کرتا رہوں۔''

(لعنت اللہ علیٰ قوم الظالمین)

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

20 صفر روزِ چہلم حضرت امام حسین علیہ السلام پر صحابہ کرام اور اسیران شام کی نوحہ خوانی

روایاتِ متواترہ سے ثابت ہے کہ اسیرانِ آلِ محمدؐ زندانِ شام سے رہائی پا کر بیس صفر کو حضرت امام حسینؑ کے چہلم کے دن دوبارہ کربلا میں وارد ہوئے اور شہدائے کربلا کی قبور پر مجلس عزا، گریہ وزاری، نوحہ خوانی کی البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ اسیرانِ آلِ محمدؐ کا قافلہ شہدائے کربلا کی قبور اکسٹھ ہجری میں وارد ہوا یا باسٹھ ہجری میں؟

بہت سی صریحی روایات اور اس کے علاوہ کئی ادلہ شاہد ہیں کہ بیس صفر اکسٹھ ہجری یعنی اسی سال جس میں حضرت امام حسینؑ، اپنے اعوان وانصار سمیت شہید ہوئے تھے روزِ اربعین امامؑ عالی مقام کے موقعہ پر کربلا میں عزاداری برپا ہوئی۔

علاوہ ازیں روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ کے محبّ اور صحابہ کرام بیس صفر کو کربلا میں وارد ہوئے اور شہدا کی قبور پر نوحہ خوانی اور عزادری برپا کی صحابہ کرام امام عالی مقامؑ کی عزاداری میں مصروف تھے کہ خاندانِ نبوت کے

افراد یعنی اسیرانِ آلِ محمد علیہم السلام بھی امام حسین علیہ السلام کے چہلم میں شریک ہوئے، جب یہ دونوں گروہ یعنی محبانِ آلِ محمدؐ (شیعہ وصحابہ کرام) اور سیرانِ آلِ محمد علیہم السلام کربلا میں اکھٹے ہوئے تو شہدائے کربلا کے لئے ایسی آہ وبُکا اور گریہ وزاری منعقد ہوئی جس کی نظیر کم ہی ملتی ہے، اس بارے میں چند روایات درج کی جاتی ہیں:

(1) کتاب "موسوعۃ آلِ النبیؑ"، ص 747، پر ہے کہ:

حضرت زینبؑ نے رہنمائے قافلہ سے فرمایا کہ:

"اگر ہمیں کربلا ہی کے راستے سے واپس لے جایا جائے تو بہت مناسب ہوگا،" رہنما نے حزن وملال سے جواب دیا، "ان شاء اللہ اسی راستے سے لے جاؤں گا،" چنانچہ قید سے رہا اسیروں کا قافلہ کربلا کے راستے پر چل پڑا اور افرادِ قافلہ جب کربلا پہنچے تو شہدائے کربلا کو شہید ہوئے اگرچہ چالیس روز ہو چکے تھے، لیکن زمین کربلا اُن کے خون سے تر تھی، شہیدوں کا خون اور اُن کے بدن کے ٹکڑے زمین پر پڑے ہوئے تھے اسیروں کا قافلہ کربلا میں تین دن ٹھہرا اور تینوں دن آہ وبُکا، نوحہ، مرثیہ خوانی اور گریہ وزاری میں گزرے اور اتنی عزاداری ہُوئی کہ رونے کی آوازیں کبھی بند ہی نہیں ہوتی تھی اور آنسو تھے کہ رُکتے ہی نہیں تھے،

پھر یہ لُٹا ہوا قافلہ کربلا سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔

(2) کتب معتبرہ میں ایک روایت یہ بھی نقل کی گئی ہے کہ:

یزید نے حکم دیا تھا کہ، ''اسیروں کو شہدا کے کٹے ہوئے سروں اور امانت دار راہ شناس لوگوں کے ہمراہ، جن میں نعمان بن بشیر انصاری قابل ذکر ہے، شام سے مدینہ منورہ روانہ کر دیا جائے''،

جس وقت وہ لٹا ہوا قافلہ مدینہ واپس جاتے ہوئے عراق کی سر زمین پر پہنچا تو حضرت زینبؑ نے قافلہ کے رہنما سے فرمایا کہ، ''ہمیں کربلا معلٰی ہی سے لے کر جانا، چنانچہ جب وہ میدانِ کربلا کے نزدیک پہنچے تو رسولؐ خدا کے قابلِ قدر صحابی جابر بن عبد اللہ انصاری بنی ہاشم اور آلِ رسولؐ کے افراد کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لئے کربلا تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس کے متعلق سید ابن طاؤس، ''لہوف'' میں ذکر فرماتے ہیں کہ:

''جب قیدیوں کا لٹا ہوا قافلہ میدانِ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت گاہ کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ جابر بن عبداللہ انصاری اور بنی ہاشم وآل رسولؐ کے مردوں کی ایک جماعت بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبرِ مبارک کی زیارت کے لیے آئی ہوئی ہے، پس اسیرانِ آلِ محمد علیہم السلام کے افراد اور اُن کے لوگوں نے گریہ وزاری اور ماتم کرتے ہوئے ایک دوسرے سے تعزیتی ملاقات کی پھر وہاں اتنا ماتم ہوا کہ ایک کہرام مچ گیا، وہ ایسا دل

خراش منظر تھا کہ آنسو تھمتے ہی نہیں تھے، اس وقت وہاں کے ساکنین اور اطراف میں رہنے والے افراد بھی وہاں جمع ہو گئے تھے،شہداء کی قبور پر تین دن تک مجالس عزا حضرت امام حسین علیہ السلام برپا ہوتی رہیں۔

(3) صحابی رسولؐ کا مشہور ترین واقعہ ہے کہ:

جابر ابن عبد اللہ انصاری کو جب معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے ہیں تو باوجود اس کے کہ وہ آنکھوں سے نابینا ہو چکے تھے،مگر مدینہ منورہ سے کربلا کی طرف روانہ ہوئے اور دریائے فرات کے کنارے ایک دیہات میں جو،''غاضریہ''، کے نام سے آباد تھا، پہنچے وہاں انہوں نے فرات میں غسل کیا، پاکیزہ ترین لباس پہنا،خوشبو لگائی اور پابرہنہ حزن وملال کی حالت میں قبر مبارک کی طرف چل پڑے، جب قبر مبارک کے پاس پہنچے تو غش کھا کر گر پڑے، جب ہوش میں آئے تو''عطا''،نامی اُن کے ہم سفر نے سنا تو آپ فریاد کر رہے تھے۔

(4) کتاب''مجالس السنیہ''،ص142،پر ہے کہ:

اہلِ بیتِ رسول علیہم السلام شام سے مدینہ کی طرف لوٹے تو قافلہ کے رہنما سے کہا گیا کہ،''ہمیں کربلا کے راستے لے کر چلو'' چنانچہ جب وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قتل گاہ میں پہنچے تو دیکھا کہ رسولؐ کے صحابی حضرتِ جابر ابن عبد اللہ انصاری اور خاندانِ پیغمبر کے افراد کی ایک جماعت

بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبرِ مطہر کی زیارت کے لیے کربلا میں آئی ہوئی ہے، دونوں قافلہ والوں نے گریہ اور سر منہ پیٹتے ہوئے ایک دوسرے سے ملاقات کی تو ایک کہرام مچ گیا اور کربلا کے اردگرد بسنے والے لوگ بھی اُن کے پاس جمع ہو گئے اور تین دن تک عزاداری کرتے رہے۔

''اعمش'' نے ''عطیہ عوفی'' سے نقل کیا ہے کہ:

''میں حضرت جابر عبداللہ انصاری کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے روانہ ہوا، جب ہم کربلا کی زمین پر وارد ہوئے تو حضرت جابر دریائے فرات پر گئے اور غسل کیا اور ایک کپڑا کمر کے ساتھ باندھا اور ایک کندھے پر ڈالا اس کے بعد ایک تھیلی کھولی جس میں ''سُعد'' یعنی خوشبو تھی، اسے اپنے بدن پر چھڑکا، اور قبرِ مطہر کی طرف روانہ ہوئے وہ ہر قدم پر ذکرِ خدا کرتے تھے یہاں تک کہ قبر کے نزدیک آئے اور لرزتی ہوئی آواز میں مجھے کہا کہ، ''عطیہ میرا ہاتھ پکڑ قبر پر رکھ دو،'' میں نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر قبر پر رکھا تو وہ غش کھا کر قبرِ امامؑ پر گر پڑے، میں نے تھوڑا سا پانی اُن کے منہ پر چھڑکا اور جب وہ ہوش میں آئے تو تین مرتبہ ''یا حسینؑ! یا حسینؑ!'' پکارا اور پھر کہا، ''کیا دوست اپنے دوست کو جواب نہیں دیتا؟''

پھر خود ہی کہا:

''ہائے مظلوم امامؑ! آپ کس طرح مجھے جواب دیں کہ آپ کی شہ

رگ تو پسِ گردن خنجر سے کاٹ دی گئی ہے، آپؑ کا سر بدن سے جدا کر دیا گیا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ،'' آپؑ سید الانبیاءً اور علی امیر المومنین علیہم السلام کے فرزند ہیں، آپؑ خامس آلِ کساؑ سید النقباؑ اور حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کے فرزند ہیں اور آپؑ بے انتہا فضائل ومحاسن کے مالک ہیں ابھی آپ کے بین جاری تھے کے سامنے سے ایک گرد اٹھی، تو آپ کا غلام صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لیے آگے بڑھا، اور جب اُسے معلوم ہوا کہ آنے والے خود آلِ محمد علیہم السلام کے افراد ہیں تو وہ واپس آیا اور عرض کرنے لگا:

''اے جابر! اٹھو اہل بیتِ رسولِ خدا علیہم السلام کا استقبال کرو، حضرت علی زین العابدین علیہم السلام اپنی ماؤں، بہنوں اور پھوپھیوں کے ہمراہ تشریف لا رہے ہیں''، تو حضرت جابر فوراً سر اور پاؤں سے برہنہ چل پڑے یہاں تک کہ حضرت امام زین العابدین علیہم السلام کے قریب پہنچے امامؑ نے فرمایا،''کیا تُو میرے نانا کا صحابی جابر ہے''؟ عرض کی،''جی ہاں!''، فرزندِ رسولؐ امام علی زین العابدین علیہ السلام نے واقعہ کربلا کے حالات بتلانے شروع کیے اور فرمایا:

''اے جابر! خدا کی قسم! ہمارے مردوں کو شہید، چھوٹے بچوں کو ذبح اور ہماری مستورات کو قید کیا گیا اور ہمارے خیموں کو لوٹ کر آگ لگادی''،

کتاب ''المدخل الی موسوعۃ العتبات المقدسہ'' مؤلف جعفر خلیل،

ص 361 پر رسولؐ اکرم کے بزرگ صحابی حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری کے حالات وواقعات میں کہتے ہیں کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کو ابھی چالیس دن ہی ہوئے تھے کہ جابر نے آپؑ کی قبر کی زیارت کی، جابر بن عبداللہ انصاری، وہ خوش نصیب شخص ہیں، جنہیں روزِ اربعین سب سے پہلے سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کا شرف حاصل ہُوا ہے اور آپ کی زیارت امام حسین علیہ السلام مشہور ومعروف زیارتوں میں سے ایک ہے۔

(5) مؤلف کتاب،''یزید'' کہتے ہیں کہ:

تاریخ الاسلام میں ہر سال 20 صفر ایک تاریخی دن واقع ہوا ہے، جس طرح باقی ایام حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے مخصوص ہیں، اسی طرح یہ بھی ہے کہ ہزاروں مسلمان شہدائے کربلا کی زیارت کے لیے جاتے ہیں اور امام، حسین علیہ السلام کی قبر مطہر کے نزدیک نوحہ خوانی کرتے ہیں بڑے بڑے جلوس نکالتے ہیں اور سینہ زنی کرتے ہوئے عزاداری کرتے ہیں' وہ گویا امامؑ عالی مقام کے لٹے ہوئے کاروان کی طرح راستہ طے کرتے ہوئے سڑکوں اور بازاروں سے گزرتے ہیں اور شہید امامؑ کے واقعات کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

روایت ہے کہ، اہلِ بیتؑ کا قافلہ تین دن کربلا میں ٹھہرا اور چوتھے دِن کربلا سے مدینۃُ الرسول کی طرف روانہ ہوا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے عزیز واقارب کے لیے اہلِ مدینہ کا گریہ

مدینہ منورہ میں جو کچھ گزرا اس کا ذکر کتبِ تاریخ میں موجود ہے، ان میں سے چند روایات ذکر کی جاتی ہیں:

ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کے شہید ہونے کی خبر جب کوفہ سے، شام میں یزید کو بھیجی تو اس نے جواب میں لکھا کہ:

''تمام اسیرانِ آلِ محمد علیہم السلام کو شہدا کے سروں سمیت شام بھیج دو'' اور اس کے ساتھ ہی یزید نے عبد الملک ابن حارث سلمی کو قاصد بنا کر اپنے عامل اور حاکمِ مدینہ عمرو ابن سعید ابن عاص کے پاس بھیجا کہ حضرت امام حسینؑ اور اُن کے یار و انصار کے قتل ہونے کی خوش خبری (نعوذ باللہ) اہلِ مدینہ کو سنائی جائے۔

عبد الملک کہتا ہے:

''جس وقت میں عمرو ابن سعید کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا کہ، ''تو کون سی خبر لایا ہے؟'' میں نے کہا، ''ایسی خبر لایا ہوں جس سے

امیر خوشحال ہو جائے اور وہ خبر یہ ہے کہ حسین ابن علیؑ قتل ہو گئے ہیں''،
والی مدینہ نے مجھ سے کہا کہ،'' باہر جاؤ! اور یہ خبر اہلِ مدینہ تک پہنچاؤ''،
چنانچہ میں نے یہ خبر لوگوں تک بھی پہنچائی، اُس اندوہ ناک خبر کو سنتے ہی
بنی ہاشم کی عورتیں جس بے قراری سے روئیں، اس طرح سے میں نے کسی کو
روتے نہیں دیکھا تھا، بنی ہاشم کے گھروں میں اس وقت عجیب کہرام برپا تھا،

اُمِ لُقمان، زنیب، عقیلؑ ابن ابی طالب کی بیٹی (رحمۃ اللہ علیہا)
حسرت و یاس سے باہر آئیں، اُن کے ہمراہ اُن کی بہنیں ام ہانی، اسماءؑ،
رملہ اور زنیب بنتِ عقیل بھی تھیں اور وہ سب میدانِ کربلا میں شہید ہونے
والوں پر گریہ کرتی تھیں اور امِ لقمان تو باقاعدہ اشعار میں بین کرتی تھیں:

ترجمہ:'' رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تم سے پوچھیں گے
کہ،'' میرے بعد میری عترت و اہلِ بیت علیہم السلام کے ساتھ کیا سلوک
کیا؟'' تو اس وقت تم کیا جواب دو گے؟ اور جب وہ تم سے پوچھیں گے
کہ،'' تم لوگ تو آخری امت تھے، پھر تم نے بعض کو شہید کر کے خون میں
غلطاں اور بعض کو قیدی بنا کر رُسوا کیوں کیا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان
کے بارے میں موّدت کا حکم نہیں دیا تھا؟ اس کے باوجود تم نے میرے
خاندان کے ساتھ انتہائی ناروا سلوک کیا، اگر اللہ تعالیٰ اُن سے دشمنی کا حکم
دیتا تو کیا اس سے بُرا سلوک بھی کوئی ہو سکتا تھا؟ کیا اسی کا نام اجرِ رسالتؐ

ہے جو تم نے میرے خاندان والوں سے سلوک کیا ہے''؟

(1) ڈاکٹر بنتِ الشاطی اپنی کتاب ''سکینۃ الحسینؑ''، ص 68' پر اسیرانِ آلِ محمد علیہم السلام کا اکسٹھ ہجری میں ورودِ مدینہ لکھتے ہوئے ذکر کرتی ہیں کہ:

اہلِ مدینہ گریہ وزاری کرتے ہوئے استقبال کے لیے مدینۃ الرسول سے باہر نکلے، قافلہ حسینیؑ کے استقبال کے لیے وہ اسی مقام پر پہنچے جہاں سے مدینہ سے روانگی کے وقت حسینیؑ قافلہ کو وداع کیا تھا، دیکھا تو سامنے سے کچھ عورتیں ظاہر ہوئیں جو آہ وفریاد اور نوحہ کناں تھیں، اِدھر پردے میں بنی ہاشم کی مستورات ''واحسینا! واحسینا!'' کی فریاد کرتی تھیں اور مدینہ میں بھی کوئی گھر ایسا نہیں تھا، جس میں ماتم نہ ہوا ہو، شب و روز شہیدوں کے لیے مجالس عزا برپا ہوتی تھیں، روتے روتے ان لوگوں کے آنسو اور نوحہ خوانی کرتے کرتے اُن کے گلے خشک ہو گئے تھے (''الدمعۃ''، میں تحریر ہے کہ متواتر پندرہ روز تک مدینہ منورہ میں رہنے والوں نے شہدائے کربلا کا سوگ منایا)'

ربابؑ بنتِ امرأ القیس بن عدی، زوجہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینۃ الرسولؐ میں مجلس عزا برپا کی، مدینہ کی عورتیں بھی مادرِ سکینہؑ کے ساتھ گریہ کرتی تھیں انہوں نے اتنا گریہ کیا کہ آنسو خشک ہو گئے، اُن کی کنیزوں نے عرض کی کہ'' آپ'' ''قادت''، کھائیں کہ اس سے

آنسو پیدا ہوتے ہیں،'' فرمایا،'' اچھا!'' قادت''، تیار کرو تا کہ میں رونے کی طاقت حاصل کرسکوں،'' (قادت، چنے کے آٹے کو قھوے اور شکر کے ساتھ ملانے سے تیار کیا جاتا تھا)،

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد بہت سے اشرافِ عرب نے اُن سے عقد کی خواستگاری کی لیکن جنابِ ربابؑ نے انکار کر دیا کہ،''میں اہلِ بیتؑ رسولؐ کے علاوہ کسی اور خاندان کی خواہش ہی نہیں رکھتی''،

آپؑ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ایک سال تک زندہ رہیں اور تا دم آخر کبھی سائے میں نہیں بیٹھیں، آپؑ بہت نحیف ہو گئیں تھیں، بالآخر انتقال فرما گئیں۔

(2) کتاب'' اعلام النسأ فی عالمی العرب والاسلام''، ص 508' پر ہے کہ:

''جب اہلِ بیتِ رسول علیہم السلام کا لُٹا ہوا قافلہ مدینۃ الرسول میں وارد ہوا تو بنی ہاشم کی ایک خاتون، جس کے بال کُھلے ہوئے تھے اور ہاتھ سر پر رکھے ہوئے تھے، وہی اشعار پڑھتی ہوئی، جن کا ذکر ہو چکا ہے، باہر نکلی کہ:

ترجمہ:'' رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اُن لوگوں سے

سوال کریں گے تو وہ کیا جواب دیں گے"

(3) کتاب "اقناع اللائم اور تذکرہ الخوص" تالیف سبط ابن جوزی حنفی بروایت "واقدی"، لکھتا ہے کہ:

جس وقت اسیرانِ آلِ محمد علیہم السلام مدینہ منورہ پہنچے تو مدینہ کے لوگ گریہ کرتے ہوئے باہر نکلے اور حضرت زینب بنتِ عقیل ابن ابی طالب چیخیں مارتی اور فریاد کرتی ہوئی اپنے گھر سے نکلیں، "واحسینا!، وامحمدا!" پھر یہ اشعار پڑھے:

ما ذا تقولون اذ قال النبی لکم   فا ذا فعلتم وانتم اخرا لا مم

با ھل بیتی واولا دی امالکم   عھد اماتو فون با لذمم

ذریتی بیتی وا ولا دی اما لکم   منھم اساری و منھم ضرجوا بالدم

ما کان ھذا اجز ائی اذانصحت لکم   ان تخلفو نی بسوء فی ذوی رحمی

اور اِن کا ترجمہ گزشتہ صفحات پر گزر چکا ہے کہ، "رسولِ خدا جب تم سے پوچھیں گے کہ، "میرے بعد میری عترت و اہلِ بیت کے ساتھ کیا سلوک کیا"؟

(4) کتاب "مجالس السنیہ"، ص 107 پر ہے کہ:

حضرت عباسؑ، حضرت عبداللہؑ، حضرت جعفرؑ اور حضرت عثمانؑ چاروں بھائی میدانِ کربلا میں شہید ہوئے تھے، اُن کی والدۂ محترمہ ام

البنین ہر روز حضرتِ عباس علیہ السلام کے بیٹے ''عبید اللہ''، کے ساتھ جنت البقیع میں جاتیں اور اپنے چاروں بیٹوں کے لیے اتنا دل سوز گریہ کرتیں کہ لوگ اکٹھے ہو جاتے تھے اور گریہ وزاری کرنے لگتے تھے، مروان بن حکم حالانکہ بنی ہاشم کے ساتھ سخت کینہ اور بغض رکھتا تھا، لیکن وہ بھی وہاں آجاتا اور حضرت ام البنینؑ کا مرثیہ سُن کر گریہ کرنے پر مجبور ہو جایا کرتا تھا، حضرت عباس علمدار علیہ السلام کی مادرِ گرامی یہ مرثیہ پڑھا کرتی تھیں:

لا تد عینی ویک ام البنین تذکره ینی بلیوث الحرین
کا نت بنون لی ادعی بهم والیم اصبحت ولا من بنین
اربعة مثل نسور الربی قدو صلواالموت بقطع الوتین
تنازع الحرسان اشلاهم وکلهم امسی صریعا طعین
یا لیت شعریاکمااخبروا بان عباسا قطیعالیمین

ترجمہ: ''مجھے اب ''امّ البنین''، کہہ کر نہ پکارو کہ اس نام سے مجھے اس وقت پکارا جاتا تھا، جب میرے شیر بیٹے موجود تھے اور آج تو میرا کوئی بیٹا باقی ہی نہیں ہے، میرے چاروں بیٹے محافظت کا حق ادا کرنے والے صفت کے مالک تھے جو شہ رگ قطع کیے جانے سے اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں' اُن کے اجسام پر نیزوں کے اتنے وار کیے گئے کہ وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے زمین پر گر پڑے، اے کاش! کہ مجھے معلوم

نہ ہوتا کہ حضرت عباس (علیہ السلام) کے تو بازو بھی کاٹ دیئے گئے تھے''۔

اسی کتاب کے ص 109 پر ہے کہ:

حضرت علی ابن حسین علیہ السلام کی نظر، حضرت عبید اللہ ابن عباسؑ پر پڑی تو اُن کے والد اور اپنے چچا حضرت عباس علمدار علیہ السلام کی وفا کا منظر نظروں میں گھوم گیا اور آپؑ بے اختیار رونے لگے۔

(5) کتاب ''مجالس السنیہ''، ص 144 پر ہے کہ:

''بشیر ابن جذلم'' جو شاعر تھا اور اسیروں کے قافلہ کے ساتھ آیا تھا، کہتا ہے کہ، ''آلِ محمد علیہم السلام کے لٹے ہوئے افراد جب مدینہ منورہ پہنچے تو امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ:

''بشیر مدینہ میں جا کر میرے بابا حضرت ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سناؤ''

بشیر کہتا ہے:

''میں گھوڑے پر سوار ہو کر جلدی سے روانہ ہوا مسجد نبوی کے پاس پہنچا اور روتے ہوئے اس طرح خبر دی:

یا اھل یثرب لا مقام لکم قتل الحسین وادمعی مدرارا
الجسم منه بکربلا مضرج والراس منه علی القناة دیدار

یعنی: ''اے اہلِ مدینہ! مدینہ اب تمہارے رہنے کی جگہ نہیں رہا،

اس لیے کہ امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا ہے، تم لوگ پے در پے
گر یہ کرو کہ امامؑ مظلوم کا بدن میدانِ کربلا میں خون سے لت پت کر دیا گیا
ہے اور اُن کا سر مبارک نیزہ پر سوار کر کے شہر بہ شہر پھرایا گیا ہے"، اے مدینہ والو!
علی ابن حسین علیہ السلام اپنی ماؤں، بہنوں اور پھوپھیوں کے ہمراہ مدینہ
کے باہر تشریف لائے ہوئے ہیں، میں اُن کی جانب سے تم لوگوں کی
طرف قاصد بن کر آیا ہوں کہ تمہیں اُن کی آمد کی اطلاع دے دوں،" بشیر
کہتا ہے کہ "میری اس اطلاع کے بعد مدینہ منورہ میں کوئی مرد باقی نہ رہا
حتیٰ کہ پردہ نشین خواتین اور کنیزیں بھی مرثیہ پڑھتے ہوئے گھروں سے
نکل پڑیں، رسولِ خداؐ کے بعد یہ دن مدینہ والوں کے لیے سخت ترین دن
تھا اور مَیں نے آج تک اس سے بڑھ کر گریہ نہیں دیکھا تھا"

نعی سیدی ناع نعاہ فاوجعا　　وامرضنی ناع نعاہ فافجعا
فیبنی جودا بالدموع واسکبا　　وجودا بدمع بعد دمعکما معا
علی من دھی عرش الجلیل فزعزعا　　فاصبح ھذا المجد والدین اجدعا
علی بن بنت نبی اللہ وبن وصیہ　　وان کان عنا ساخطا لہ راشیعا

یعنی: "خبر دینے والے نے میرے آقا کی شہادت کی خبر دے کر
میرے دل کو غم و اندوہ سے بھر دیا ہے، میں مریضِ غم بن گیا ہوں، اس
دردناک اطلاع سے میری دونوں آنکھیں آنسو گرانے لگی ہیں، اُن، کے

بعد ابھی اور آنسو گریں گے، کسی جلیل القدر بزرگ پر اگر مصیبت آئے تو اسے سکون نہیں ہوتا اور یہ بزرگی اور عظمتِ دین انہیں کی وجہ سے ہے، رسولِؐ خدا کی بیٹی کے لختِ جگر (حسین علیہ السلام) پر گریہ کرو اور رسولِؐ خدا کے جانشین کے بیٹے حسین علیہ السلام پر گریہ کرو کہ معبود اگر ہم پر ناراض بھی ہوا تو ہمارے اس عمل سے وہ راضی ہو جائے گا''،

اس کے بعد عورتوں نے کہا:

''اے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دینے والے! تُو نے مظلومؑ کے غم کو تازہ کر دیا ہے اور ہمارے دلوں میں ایسے زخم کر دیئے ہیں جن کا علاج نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت کرے، بتلا تو سہی کہ تُو کون ہے؟''

میں نے کہا:

''میں بشیر ابن جذلم ہوں، میرے آقا، سردار علی ابن حسین علیہ السلام نے مجھے یہاں بھیجا ہے اور وہ خود اپنے باپ کے اہلِ بیتؑ کے ساتھ فلاں جگہ قیام پذیر ہیں''،

لوگوں نے جب میری بات کا یقین کر لیا تو وہ مجھے چھوڑ کر حضرت امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہم السلام کی طرف روانہ ہوئے، میں

نے گھوڑے کا رخ موڑا اور واپسی کے لیے روانہ ہوا تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا ہجوم تھا چنانچہ میں گھوڑے سے نیچے اترا اور گھوڑے کی باگیں پکڑ کر پیدل روانہ ہوا اور لوگوں کے درمیان میں سے جگہ بناتا ہوا امامِ عالی مقامؑ کے خیمہ کے نزدیک پہنچا میں نے دیکھا امام عالی مقامؑ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور ایک کپڑا اُن کے ہاتھ میں تھا جس سے وہ اپنے آنسو مبارک صاف کر رہے تھے، آپ کے ساتھ ہی ایک خادم بھی باہر آیا جس نے ایک کرسی اٹھا رکھی تھی حضرت علی ابن حسین علیہم السلام اس کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور چاہتے تھے کہ خطاب فرمائیں لیکن اُن کا مسلسل گریہ اجازت نہیں دے رہا تھا، مدینۃ الرسولؐ کے رہنے والوں نے جب یہ منظر دیکھا تو چاروں طرف سے رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں، وہ امامِ عالی مقامِ علی ابن حسین علیہ السلام کی خدمت میں تعزیت و تسلیت پیش کر رہے تھے، اس وقت خیمہ سے اچانک گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہوئیں، حضرت علی ابن حسین علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا چنانچہ لوگوں کے جذبات جب کچھ دیر میں قابو ہوئے تو امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک مؤثر ترین خطبہ دیا اور اس کے بعد آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو آپؑ نے دیکھا کہ تمام لوگ وحشت

زدہ اور گریہ وزاری میں مشغول ہیں اور آپؐ کے اصحاب و اہلِ بیتِ رسول علیہم السلام کے گھر خالی پڑے ہیں اور قوم وقبیلہ اور باقی لوگ گھروں میں موجود نہیں ہیں اور تمام افرادِ مدینہ اُن کے مصائب وآلام پر گریہ کررہے ہیں، اور اسی طرح مسلسل کئی دن تک شب وروز مدینۃ الرسولؐ میں مجالس عزا حضرت امام حسین علیہ السلام برپا ہوتی رہیں اور دردناک نوحے اور مرثیے سُنے اور سُنائے جاتے رہے،،

(6) کتاب ''سکینہ بنتِ حسینؑ''، ص 218 پر ہے کہ:

مدینہ، سید الشہدا کے عمومی ماتم سرا میں تبدیل ہوگیا تھا اور بی بی رباب مادرِ گرامی حضرت سکینہؑ نے مدینہ میں ایک سال عزاداری میں گزارا اور پھر دارالبقاء کی طرف انتقال فرمایا، اور ام البنین فاطمۃ بنتِ حزم بن خالد العامریہ زوجہ حضرت علی علیہ السلام ہر روز جنت البقیع میں تشریف لے جاتیں اور اپنے چاروں فرزندوں کے لیے گریہ فرماتیں۔

(7) کتاب ''امالی''، ص39 پر جناب شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے باسند ''عمرو ابن ثابت'' سے روایت کی ہے کہ:

عمرو ابن ثابت اپنے والدِ بزرگوار ابی المقدام سے، وہ ابن جبیر سے اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ''میں اپنے گھر میں سورہا تھا کہ زوجۃ النبیؐ حضرت ام سلمہؓ کے گھر سے رونے کی آوازیں سنیں، میں

اپنے گھر سے باہر نکلا اور حضرت بی بی ام سلمہؓ کے گھر کی طرف چلا، میں نے دیکھا کہ شہر مدینہ کے بہت سے لوگ بھی ام المومنین حضرت بی بی ام سلمہؓ کے گھر کی طرف جا رہے ہیں، وہاں پہنچ کر میں نے ام المومنین سے پوچھا، ''اے زوجۃ النبیؐ! آپ آہ وفریاد کیوں کر رہی ہیں؟'' بی بی ام سلمہؓ نے مجھے جواب نہ دیا بلکہ بنی ہاشم کی عورتوں کی طرف رخ کر کے فرمایا، ''اے عبدالمطلب کی اولاد! آؤ میرے ساتھ مل کر گریہ کرو، اللہ تعالیٰ کی قسم آپ کا اور جوانانِ جنت کا سردار شہید کر دیا گیا ہے، خدا کی قسم!، رسولِؐ خدا کا نواسہ اور حبیبِ خدا کی خوشبو (حسین علیہ السلام) شہید کر دیا گیا ہے''۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے سوال کیا کہ، ''اے ام المومنین! آپ کو کیسے معلوم ہوا؟''

زوجۃ النبیؐ ام سلمہؓ نے فرمایا، ''میں نے ابھی ابھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم خواب میں بہت پریشان دیکھا تو میں نے پوچھا کہ، ''میرے آقا! آپؐ اتنے پریشان کیوں ہیں؟'' حبیبؐ خدا نے ارشاد فرمایا، ''آج میرا بیٹا حسین علیہ السلام اور اس کے خاندان کے افراد شہید کر دیئے گئے ہیں، ابھی ابھی انہیں دفن کر کے فارغ ہوا ہوں،'' حضرت بی بی ام سلمہؓ فرماتی ہیں، ''میں خواب سے بیدار ہوئی، اندر کمرے میں داخل

ہوئی اور تربتِ کربلا جو جبرائیلؑ امین نے لاکر دی تھی اسے دیکھا تو وہ خون میں تبدیل ہو چکی تھی، کربلا کی وہ مٹی مجھے رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی اور فرمایا تھا،''اسے ایک شیشی میں محفوظ رکھو، جب یہ مٹی خون میں تبدیل ہو جائے اس وقت یقین کر لینا کہ میرا فرزند حسین علیہ السلام شہید کر دیا گیا ہے،''

میں نے اس شیشی کو بھی دیکھا ہے اور اس میں موجود مٹی مثلِ خون کے ہو گئی ہے اور جوش کھا رہی ہے،''

ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ:

''ام المومنین حضرت بی بی ام سلمہؓ نے اس میں سے تھوڑا سا خون لے کر اپنے منہ پر مل لیا اور اسی دن نوحہ و مرثیہ اور گریہ و زاری شروع کر دی اور امام حسین علیہ السلام کی صفِ ماتم بچھا دی۔ اس کے بہت دِن بعد جب قاصد حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر لے کر مدینۃ الرسول میں آیا اور اس نے آکر اطلاع دی تو وہ وہی دن ثابت ہوا جس دن ام المومنین نے گریہ شروع کیا تھا۔

اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی عمرو بن ثابت ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ،'' میں ایک دن حضرت ابو جعفر محمد ابن علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس حدیث کے بارے میں پوچھا جو سعید ابن

جبیر نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے نقل کی تھی تو ، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ، ''اس حدیث کو عمرو ابن ابی سلمہ نے اپنی مادر گرامی ام المومنین حضرت بی بی ام سلمہؑ کی روایت سے میرے پاس بیان کیا ہے''۔

(8) کتاب ''تذکرۃ الخواص'' میں سبط ابن جوزی نے بحوالہ ابن سعد حضرت بی بی ام سلمہؑ سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر جب ام المومنین کے پاس پہنچی تو زوجۃ النبی نے حیرت سے دریافت فرمایا کہ، ''کیا لوگوں نے ایسا کیا ہے؟'' اور جب انہیں اثبات میں جواب دیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

''اے خداوند عالم! حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کی قبور کو آگ سے بھر دے،'' پھر آپ نے اتنا گریہ کیا کہ غش کر گئیں، اس حدیث کو ''صواعق محرقہ'' میں بھی درج کیا گیا ہے۔

(9) ''تاریخ ابن اثیر''، جلد 4، ص 38 اور کتاب ''موسوعۃ آل النبیؐ'' ص 748 پر ہے کہ:

حضرت عبداللہ ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ، ''حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی رات (شب یازدہم) میں نے رسولِؐ خدا کو عالم خواب میں دیکھا کہ اُن کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی جس میں خون جیسی کوئی چیز تھی میں نے سوال کیا، ''یا رسولؐ اللہ! یہ کیا ہے؟'' حبیبِؐ

خدا نے فرمایا، ''یہ میرے فرزند اور اُن کے اعوان و انصار کا خون ہے اور میں اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کروں گا'' ابن عباس نے صبح ہوتے ہی حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے متعلقہ اپنے خواب کا واقعہ لوگوں سے بیان کیا۔

شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد جب مدینۃ الرسول میں حضرت علی ابن حسین علیہ السلام اور اُن کے لُٹے ہوئے قافلہ کے آنے کی اطلاع دی گئی تو اعلان کرنے والے نے میدان اُحد سے مسجدِ قبا تک گلوگیر آواز سے اعلان کیا اور پھر جب وہ جنت البقیع کی طرف پلٹا تو گریہ کرنے والوں کی آواز اور فریاد اتنی بلند تھی کہ منادی کی آواز بھی سنائی نہ دیتی تھی اور گریہ وزاری کہ یہ آوازیں جب مدینہ کے گورنر عمرو بن سعید اشدق کے کانوں میں پہنچی تو وہ بہت خوش ہوا اور کہا کہ:

؎ عجت نساء بني زياد عجة
كعجيج نسوتنا غداة لا رنب

یعنی، ''اولادِ زیاد کی عورتوں کو بھی اسی طرح گریہ کرنا پڑا تھا جس طرح آج یہ عورتیں گریہ کر رہی ہیں' آج کا دن قتلِ عثمان کے دن جیسا ہے اور حسین علیہ السلام کی شہادت کی یہ خبر، قتلِ عثمان کی خبر ہی کی طرح ہے''۔

مدینہ کی صورتِ حال یہ تھی کہ کوئی ایسا گھر نہیں تھا کہ، جس سے

نوحہ وگریہ وزاری کے ساتھ مستورات باہر نہ نکل پڑی ہوں۔

عمرو ابن سعید کے اقوال کو طبری اور ابن اثیر کے علاوہ باقی مؤرخین نے بھی اپنی کتبِ مقتل میں نقل کیا ہے۔

اہلِ بیتؑ رسولؐ کے استقبال کے لیے لوگ جس غم ناکی سے مدینۃ الرسولؐ سے نکل کر آئے اس دن سے زیادہ ان لوگوں کو کبھی غمگین نہیں دیکھا گیا اور بہت سے گریہ وزاری کرنے والے مرد اور عورتیں تو ایک دوسرے سے واقف بھی نہیں تھیں،

مدینۃ الرسول میں ایسے شب و روز بھی دیکھنے میں آئے کہ نوحہ و فریاد اور گریہ زیادہ سے زیادہ ہوتا گیا اور ایسے دردناک مرثیے سننے میں آئے جن میں مصائب و آلام کے پہاڑ دکھائی دیتے تھے اور اتنا گریہ ہوتا تھا کہ آنسوؤں سے زمین تر ہو جاتی تھی،

(10) ابوالفرج اصفہانی اپنی کتاب ''الاغانی'' میں ہشام کلبی سے نقل کرتے ہوئے حضرت بی بی ربابؑ زوجہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا ذکر کرتے ہیں کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت ربابؑ کے پاس بہت سے لوگ خواستگاری کے لیے آتے، لیکن آپ صاف انکار کر دیتیں اور فرماتیں، ''رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قوم وقبیلہ کے

علاوہ میں اور کوئی قبیلہ کیسے قبول کرلوں؟'' اور اس کے بعد آپؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے مرثیہ پڑھنا شروع کر دیتیں:

ترجمہ اشعار: ''نورانی پیکر جس کے وسیلہ سے لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں، میدانِ کربلا میں شہید ہوگیا اور وہ بے گور وکفن پڑا رہا، رسولِؐ خدا کے نواسے حسین علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے جزائے خیر دے، مَیں ان کی زندگی کے میزان سے دور ہوگئی ہوں، میرے لیے وہ مثل محکم پہاڑ تھے اور میں اُن کی پناہ میں تھی، وہ قوم وخویش اور دین میں ہمارے رفیق تھے وہ یتیموں اور سائلوں کی حاجتیں پوری کرتے تھے وہ ہر مسکین کو اس کی ضرورت سے بڑھ کر عطا کرتے تھے، خدا کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں، کسی بھی قوم کے کسی بھی فرد سے میں کوئی خواہش نہیں رکھتی، یعنی موت تک مجھے سوائے حسین علیہ السلام کے خاندان کے کسی کی ضرورت نہیں ہے''۔

''تاریخ ابن اثیر''، جلد 4، ص 45، پر حضرت ربابؑ زوجہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ایک سال تک زندہ رہیں لیکن کسی وقت بھی سائے میں نہیں بیٹھیں، اُن کا جسم غم واندوہ کی وجہ سے بالکل ناتواں ہوگیا تھا اور اُن کے دل کو غم لگ گیا تھا

اور وہ اسی غم میں دنیا سے رخصت ہوئیں، وہ ایک سال تک حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر پر گریہ وزاری کرتی رہیں پھر مدینۃ الرسول تشریف لائیں اور تاسّف وحسرت ہی کے عالم میں دنیا سے گزر گئیں۔

(11) کتاب ''مقاتل الطالبین'' تالیف: ابو الفرج اصفہانی، ص 85 پر حضرت ام لبنینؑ والدہ حضرت عباسؑ زوجۂ حضرت علی علیہ السلام کی نوحہ خوانی کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ:

مادرِ حضرت عباسؑ حضرت بی بی ام البنین زوجۂ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے چاروں بیٹوں کی شہادت کے بعد معمول بنالیا تھا کہ آپؑ جنت البقیع تشریف لے جاتیں اور اپنے فرزندوں کے لیے دردناک نوحہ کرتی تھیں اور لوگ بھی جمع ہو جاتے تھے اور اُن کا مرثیہ سن کر وہ بھی گریہ کرتے تھے، حتیٰ کہ ''مروان'' بھی اور لوگوں کے ساتھ مرثیہ سنتا اور گریہ کیا کرتا تھا۔

(12) ''طبری'' نے اپنی تاریخ میں ص 106 پر ہشام سے عمرو ابن عکرمہ کی سند کے ساتھ اکسٹھ ہجری کے واقعہ کو نقل کیا ہے کہ:

جس دن حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے اس سے اگلے دن ہمارے ایک دوست نے کہا کہ ''میں نے کل رات ایک منادی کرنے والے کو سنا، وہ کہتا تھا کہ ''اے حضرت امام حسین علیہ السلام کو

شہید کرنے والے گروہِ کم عقل! تم کو عذاب کی خبر دی جاتی ہے اور تم پر تمام اہلِ آسمان، فرشتوں اور رسولوں کی لعنت ہے، حضرت داودؑ کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہم السلام کی طرف سے بھی تم پر لعنت ہے،''

اور مُلّا ابن حجر مکی نے اس حدیث کو ام سلمہ کی سے نقل کیا ہے کہ:

''جس رات حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے، ایک منادی ندا کر رہا تھا کہ،'' اے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے والے کم عقل لوگو! عذاب کے لیے تیار رہو اور آسمان پر بسنے والے، تمام فرشتوں اور رُسُل کی تم پر لعنت ہے حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہم السلام کی بھی تم پر لعنت ہے،''

اسی روایت و اشعار کو ابن اثیر نے اپنی ''تاریخ'' شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ''ارشاد'' اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے ''بحار الانوار'' میں بھی نقل کیا ہے۔

(13) کتاب ''نہضۃ الحسینؑ''، ص 147 پر ہے کہ:

''اسیرانِ خاندانِ نبوتؐ جب مدینۃ الرسولؐ واپس پہنچے تو اُن کے دلوں پر وارد ہونے والے مصائب کا حضرت زینبؑ کے کلام سے کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔

آپؑ نے مدینۃ الرسول کو مخاطب کر کے فرمایا، "اے ہمارے نانا حضرت محمد مصطفیٰؐ کے مدینہ! ہمیں قبول نہ کر ہم غموں اور حسرتوں سے بھرے ہوئے ہیں، جاتے وقت ہم خدا کی امان میں تھے، لیکن واپس آئے ہیں تو خوف زدہ ہیں اور خاندان والوں کی جدائی کے داغ ہمارے سینوں میں موجود ہیں، ہم نے جب یہاں سے کوچ کیا تو ہمارے بزرگ، ہمارے سردار، ہمارے انیس حضرت امام حسین علیہ السلام ہمارے ساتھ موجود تھے اور اب واپس آئے ہیں تو وہ شہید ہو چکے ہیں اور ہم اپنے سر پرست و سالار کے بغیر اور اپنے بھائیوں کی موت پر روتے ہوئے واپس آئے ہیں، ہم آرام و سکون کی سواریوں پر روانہ ہوئے تھے لیکن دشمنوں نے ہمیں بے کجاوہ اور درشت اونٹوں پر سوار کر کے واپس بھیجا ہے،" اس کے بعد حضرت زینبؑ نے مسجدِ نبوی کے دروازے پر کھڑے ہو کر اس کی چوکھٹ کو پکڑا اور کہا، "اے نانا جان! میں آپؐ کے لیے اپنے مظلوم بھائی حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر لائی ہوں،" اور واقعہ کربلا کے بعد آپؐ ہمیشہ گریہ کرتی رہتی تھیں اور آپؑ کی آنکھیں آنسوؤں سے خشک نہیں ہوتی تھیں اور آپؑ کی گریہ وزاری کبھی موقوف نہیں ہوتی تھی، آپؑ کی نگاہ جب بھی علی ابن حسین علیہم السلام پر پڑتی، آپؑ کا غم پھر سے تازہ ہو جاتا تھا۔

(14) کتاب "نہضۃ الحسینؑ"، ص 151 پر ہے کہ:

اہلِ مدینہ جب اہلِ بیتِ رسولؐ کے پاس تعزیت وتسلیت کے لیے آتے تو واپس جا کر بیان کرتے تھے کہ:

''اہلِ بیتِ رسولؐ صبح وشام گہرے حزن و ملال میں مبتلا رہتے ہیں اُن کا غم واندوہ تازہ رہتا ہے اور مرد وعورتیں مظلوم امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرتے رہتے ہیں''۔

فاضل مصنف مزید لکھتے ہیں کہ:

''اہلِ بیتؑ رسولؐ کے ساتھ محبت رکھنے والے بہت سے بزرگ خاندانِ رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے مدینہ منورہ آتے تعزیت وتسلیت پیش کرتے اور ہمدردی کا اظہار کرتے، اُن میں سے بعض افراد کا کلام تو بہت غمگین اور اشک آور ہوتا تھا بعض اوقات کمال قوتِ گویائی رکھنے والے بڑے بڑے ادیب بھی غم واندوہ کی وجہ سے آدابِ تسلیت ومواسات اپنے ہاتھوں سے چھوڑ بیٹھتے تھے۔

خاندانِ نبوت کے چولہوں میں کھانا پکانے کے لیے آگ جلتی ہوئی نہیں دیکھی جاتی تھی بلکہ وہ ہمیشہ حزن وملال اور ماتمی لباس میں ملبوس رہتے تھے اور اس طرح سے پے در پے کئی سال تک عزاداریٔ مظلوم کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام مسلسل جاری رہی اور فرزندِ رسولؐ پر گریہ وزاری ہوتی رہی۔

(15) کتاب ''اقناع اللائم''، ص162 پر ام البنین حضرت فاطمہؑ بنتِ حزام کا فاجعۂ کربلا میں اُن کے چار فرزندوں کی شہادت پر نوحہ خوانی کا ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی زوجہ اور حضرت عباس علمدارؑ کی والدہ معظّمہ مدینۃ الرسولؐ میں نوحہ خوانی اور گریہ وزاری کیا کرتی تھیں اخفش نے کامل مبرد کی شرح میں ام البنین کا بین نقل کیا ہے کہ:

''اے وہ شخص جس نے عباسؑ کو دیکھا تھا بتاؤ! وہ دشمن کے لشکر پر کیسے حملہ کرتا تھا، ہائے افسوس میرے فرزند کے سر پر لوہے کا گرز لگا، اگر میرے اگر میرے بیٹے عباسؑ کے ہاتھ میں تلوار موجود رہتی، تو کس میں جرأت تھی کہ میرے فرزند کے نزدیک پھٹک بھی سکتا''۔

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے خاندان کی مصر میں اولین عزاداری

لوگوں کے جذبات انتہائی درجہ تک بھڑک جانے کے لیے جنابِ زینبؑ کا لوٹ کر مدینہ آنا ہی کافی ثابت ہوا، لوگ اس حد تک بھڑک اٹھے کہ قریب تھا کہ بنی امیہ کی ظالم حکومت کے خلاف بغاوت کر بیٹھیں، مدینہ کے گورنر نے یزید کو خط لکھا کہ، ''سیدہ زینبؑ کا مدینۃ الرسولؐ میں رہ کر کربلا کے واقعہ کا ذکر کرتے رہنا، اہلِ مدینہ کے جذبات کو بھڑکا سکتا ہے، چونکہ وہ ایک عاقلہ، فصیحہ، اور دانا خاتون ہیں، حضرت زینب اور اُن کے پیروکار ارادہ کر رہے ہیں کہ فرزندِ رسولؐ کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں''

یہ خط ملتے ہی یزید ابن معاویہ نے حکم بھیجا کہ خاندانِ رسالت کے باقی افراد کو فوراً مدینہ سے نکال کر اطرافِ مدینہ کے دوسرے شہروں میں الگ الگ اس طرح بھیج دو کہ خاندانِ نبوتؐ میں جدائی واقع ہو جائے اور گورنر مدینہ کو لکھا کہ، ''سیدہ زینبؑ سے کہو کہ وہ مدینہ سے باہر جہاں اُن کا جی چاہے چلی جائیں'' حضرت زینبؑ نے پہلے تو اپنے نانا

رسولؐ کا شہر چھوڑنے سے انکار کر دیا لیکن بعد میں بنی ہاشم کی خواتین کے مشورے پر مدینۃ الرسولؐ سے الوداع ہو کر مصر روانہ ہو گئیں اور شہدائے کربلا کے سات ماہ بعد اول شعبان 61 ہجری میں مصر پہنچ گئیں،

اہلِ مصر نے حضرت زینب بنت علی علیہ السلام کا شاندار استقبال کیا، انہیں ایک نزدیکی دیہات ''بلبین'' میں پہنچایا گیا، استقبال کرنے والوں میں مصر کا گورنر مسلم ابن مخلد انصاری پیش پیش تھا، مظلومہ بی بی زینبؑ جب استقبال کرنے والوں کے نزدیک پہنچیں تو تمام لوگوں نے آہ وبُکا شروع کر دی اور آپؑ کی سواری کو چاروں طرف سے گھیر لیا، یہاں تک کہ آپؑ اسی طرح مصر پہنچیں، مصر کا والی بی بی زینبؑ کو اپنے گھر لے گیا اور پھر اُن کے لیے ایک مکان خالی کروا دیا، جہاں سیدہ زینبؑ ایک سال تک قیام پذیر رہیں اور اُس ایک سال کے دوران اس فاتح شام بی بی نے بنی امیہ کی نفرت عوام الناس کے ذہنوں میں نقش کر دی کہ انہوں ہی نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُنؑ کے اعوان و انصار کو میدانِ کربلا میں شہید کیا ہے، اس لیے اُن سے نفرت و بیزاری اختیار کرنا چاہیے، شہدائے کربلا کے لیے آپؑ خاصے اہتمام سے خصوصی اور عمومی مجلسِ عزا منعقد کروایا کرتیں، سیدہ زینب بنتِ علی علیہ السلام 14 ماہِ رجب 62ھ کی شام کو انتقال فرمایا اور اس دن سے لے کر آج تک مصر میں مظلومہ بی بی

زنیبؑ کی قبر مبارک لوگوں کے لیے زیارت گاہ بنی ہوئی ہے اور وہ حصولِ برکات کے لیے حرم پاک میں آتے رہتے ہیں۔

عوام الناس کے دلی جذبات چونکہ شہدائے کربلا کے ساتھ تھے اس لیے بنی امیہ کے دیہاتوں، شہروں اور فوجی چھاؤنیوں میں ظاہراً اور خفیہ طور پر شہدائے کربلا کے لیے عزادری اور نوحہ خوانی ہوا کرتی تھی۔

اس کے بعد آہستہ آہستہ تمام اطراف مصر اور کربلا میں ظاہر بظاہر عزاداری امام حسین علیہ السلام ہونا شروع ہوگئی، اور خصوصاً فاطمیین کے دور میں عزاداری میں مزید وسعت پیدا ہوئی اور شعائرِ عزاداری کے لیے پورا سال اور بالخصوص ماہ محرم کے پہلے عشرہ میں روزِ عاشورہ پر اہلِ مصر کو پوری آزادی دی جاتی تھی۔ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ سیدہ زنیبؑ نے سر زمینِ مصر پر جب پہلا قدم مبارک رکھا تھا تو اسی دن سے مصر میں عزائے امام حسین علیہ السلام کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔

(1) کتاب ''موسوعۃ آل النبیؐ''، باب بطلۃ کربلا، ص 755 پر ہے کہ:

اکسٹھ ہجری میں جب ماہِ شعبان کا چاند طلوع ہوا تو سیدہ زنیبؑ کا قدم مبارک سرزمینِ مصر پر آچکا تھا اور لوگ گروہ در گروہ اکٹھے ہو کر بی بی

کے استقبال ، کے لیے جا رہے تھے اور پھر وہ نہایت شان و شوکت سے جناب زنیبؑ کو قریہ "بلبین لے گئے ، جہاں ایک اور بڑی جمعیت اُنؑ کے استقبال کے لیے پہلے سے موجود تھی ، جس میں مصر کا گورنر مسلم ابن مخلد انصاری اور اشراف و علمائے شہر بطورِ خاص حاضر تھے اور وہ تمام لوگ ، دخترِ زہراؑ و امیر المومنین علیہ السلام اور شہیدِ مظلوم حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہمشیرہ جناب زنیبؑ کی زیارت کے لیے جمع ہوئے تھے۔

حضرتِ زنیبؑ کی سواری جب نزدیک پہنچی تو مجمع کی طرف سے صدائے گریہ بلند ہوئی اور تمام لوگوں نے آپؑ کی سواری کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا اور آپؑ کی سواری کو گھیرے میں لیے ہوئے ہی مصر تک گئے جہاں گورنرِ مصر "مسلم" بی بی کو اپنے گھر میں لے گیا اور وہاں سے وہ بعد میں ایک اور گھر میں منتقل ہوئیں جہاں آپؑ نے تقریباً ایک سال تک قیام کیا اور اس قیام کے دوران عبادتِ الٰہی ، دنیا سے بے رغبتی اور شہدائے کربلا پر گریہ کے علاوہ کوئی چیز آپؑ سے نہیں دیکھی گئی اور بالآخر (ارجح قول کے مطابق) 14 ماہِ رجب 62. ہجری ، اتوار کی شب سیدہ زنیبؑ نے انتقال فرمایا ، گویا جن آنکھوں نے میدانِ کربلا کا لرزہ خیز واقعہ دیکھا تھا ، وہ بند ہو گئیں اور رنج دیدہ جسم کو آرام مل گیا ، آپؑ

کی تربت اسی گھر میں جہاں آپؑ شب و روز عبادتِ الٰہی اور گریہ وزاری کیا کرتی تھیں، بنائی گئی اور اس وقت سے لے کر آج تک آپؑ کی قبر مسلمانوں کے لیے زیارت گاہ بنی ہوئی ہے اور دور و نزدیک سے لوگ آپؑ کی زیارت کے لیے آتے رہتے ہیں۔

(2) حضرت سیدہ زینبؑ کی قبر کے بارے میں مؤرخین میں بہت سے اختلاف پائے جاتے ہیں، بعض مؤرخین اس کے قائل ہیں کہ آپؑ مصر میں جہاں لوگ اس وقت زیارت کے لیے جاتے ہیں، دفن ہوئیں، بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپؑ کا محلِ دفن دمشق میں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ آپؑ کا مرقد مبارک مدینہ منورہ میں ہے چنانچہ شکوک و شبہات کے ازالہ اور یقین پیدا کرنے کے لیے دو ثقہ علما یعنی ''عاملی'' اور ''شہرستانی'' کے قول نقل کیے جاتے ہیں جو ان موضوعات پر موجودہ قرن میں حجت ہیں، ان دونوں اقوال کو نقل کرنے کے بعد اُن روایات کو بیان کیا جائے گا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت زینبؑ کے قدم مبارک سر زمینِ مصر پر آتے ہی مصر کے امام بارگاہوں میں نوحہ خوانی و عزاداری شروع ہوئی۔

(3) مجلّہ ''المرشد البغدادیہ'' جلد سوم، شمارہ ششم، صفحہ 256 بقلم

علامہ سید ہبتہ الدین حسینی شہرستانی تحریر کیا ہے کہ:

حضرت زینبؑ کے محلِ مدفن میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے اور مشہور یہ ہے کہ آپؑ مصر میں ''قناطر السباع'' میں دفن ہیں اور کتاب ''الدرالمنثور فی طبقات ربات الخذور''، ص 235 پر ذکر ہوا ہے کہ:

روایت میں اختلاف کی بنا پر حضرت سیدہ زینبؑ کا مرقد مبارک دو مقام پر ہے:

(1) دمشق میں اور یہ خصوصاً اہلِ تشیُّع کے درمیان مشہور ہے۔

(2) دوسرا مقام مصر ہے جو اول الذکر مقام سے زیادہ مشہور ہے اور اس کے انتظام و انصرام کے لیے، ادارۂ اوقاف مصر کی جانب سے ایک خطیر رقم مختص کی جاتی ہے اور مصر میں سیدہ زینبؑ کے نام پر مسجد بھی ہے جو اپنے نام ہی کی طرح عمارت کے لحاظ سے بھی بے نظیر ہے۔

صاحب دائرہ المعارف، بستانی، جلد 9 ص 355 پر ہے کہ:

حضرت سیدہ زینب بنتِ علی علیہ السلام اور امام حسن و حسین علیہم السلام کی ہمشیرہ کی قبر مصر میں ''قناطر السباع''، میں ہے جو لوگوں لیے زیارت گاہ ہے اور وہ اس سے برکات حاصل کرتے ہیں۔

اسی طرح سید محسن عاملی نے مجلّہ ''عرفان''، جلد 16، شمارہ 3، میں فرقۂ اسماعیلیہ کے ضمن میں ذکر کیا ہے کہ دمشق میں جو زیارت گاہ سیدہ

زینبؑ سے منسوب ہے وہ سیدہ زینب صغریٰ کی قبر ہے جن کی کنیت ام کلثوم بنتِ علی علیہ السلام ہے اور وہ شہر دمشق سے تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔

(4) کتاب ''اعیانِ الشیعہ''، جلد 33، ص218 پر علامہ سید محسن امین عاملی نے اس موضوع کے متعلق اشارہ کیا ہے کہ:

لا یہ مشہد یعنی مشہد سیدہ زینبؑ، مصر میں ایک بزرگ زیارت گاہ ہے۔

یہ عمارت بلند اور بہت مضبوط ہے اور اس کے اردگرد وسیع جگہ ہے، میں یعنی محسن عاملی 1340 ہجری قمری میں براستہ مصر، حجاز گیا تھا اور اس مقدس مقام کی زیارت کی تھی وہ مقام مدفنِ حضرت سیدہ زینبؑ کے نام سے مشہور ہے، اہلِ مصر گروہ در گروہ اس مقام کی زیارت کے لیے آتے ہیں، وہاں درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری ہے اور اُن لوگوں کا اعتقاد ہے کہ یہ قبرِ سیدہ زینبؑ بنتِ علی علیہ السلام ہے اس ضمن میں میں نے مصر کی ایک کتاب بھی دیکھی تھی، (جس کے مصنف کا نام میں ذکر نہیں کرنا چاہتا) کہ یہ حضرت سیدہ زنیب بنتِ علی علیہ السلام ہی کا مشہد ہے۔

حضرت سیدہ زنیب بنتِ علیؑ کی قبر کے متعلق اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہوئے اصل موضوع کی طرف کہ مصر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے عزاداری اسلام کے ابتدائی دنوں ہی سے ہوتی چلی آ رہی

ہے، رجوع کیا جاتا ہے:

(5) کتاب ''الدلائل والمسائل'' تالیف علامہ سید ہبۃ الدّین حسینی شہرستانی، میں تحریر کیا ہے کہ:

مصر میں عبیدیہ حکومت کی تاریخیں شاہد ہیں کہ معزالفاطمی بادشاہ تزک واحتشام کے ساتھ اپنے گھر سے باہر بھی عزائے امام حسین علیہ السلام کا اہتمام کیا کرتا تھا، جس میں شرکت کے لیے عورتیں اور مرد کثرت سے آیا کرتے تھے۔

(6) کتاب ''دولۃ الشیعہ فی التاریخ'' تالیف شیخ محمد جواد مغنیہ، ص 66 پر کتاب، ''خطط المقریزی'' سے نقل کیا گیا ہے کہ:

اخشدین کے ایام حکومت میں دسویں محرم کے دن حُزن کے شعائر ہوا کرتے تھے، جن میں فاطمیین کی حکوت کے دوران اور وسعت پیدا ہوئی۔

فاطمیین کے زمانہ میں بازاروں میں عام چھٹی ہوتی تھی، شاعروں اور نوحہ خوانوں کو جمع کیا جاتا تھا وہ گلی، کوچوں، بازاروں اور مشہد حضرت ام کلثوم اور نفیسہ خاتون پر آتے تھے اور نوحہ خوانی اور گریہ وزاری کیا کرتے تھے۔

سید میر علی کتاب، ''مختصر تاریخ العرب'' میں بیان کرتے ہیں کہ:

فاطمیین کے زمانہ میں قاہرہ میں خوبصورت ترین عمارت ایک امام بارگاہ تھا، جس کے اطراف میں بھی وسیع عمارتیں تھیں، وہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی یاد منائی جاتی تھی، فاطمیین شعائرِ عزائے امام حسین علیہ السلام اور اہلِ تشیُّع کے دیگر اصول کی طرف خصوصی توجہ دیا کرتے تھے، اس طرح سے کئی شعائرِ عزائے امام حسین علیہ السلام لوگوں کی زندگی کا جزو بنتے چلے گئے۔

(7) کتاب ''اقناع اللائم''، ص 159 پر سبط ابن جوزی تذکرۃ الخواص کے حوالہ سے ابوعبید اللہ نحوی نے بیان کیا کہ:

ایک عالم نے آنکھوں میں سرمہ ڈالا تو ایک دوسرے شخص نے اس کی زجر و توبیخ کی کہ ''جس دن حضرت امام حسین علیہ السلام کا خون مباح سمجھا گیا، تُو نے اس دن سرمہ کیوں ڈالا ہے؟'' اُس نے کہا، ''خاموش رہو کہ سیاہ لباس پہننا میری آنکھوں کے لیے زیادہ مناسب ہے''۔

(8) صلاح الدین ایوبی کو مصر پر مسلط ہونے کی قدرت حاصل نہیں تھی مگر اس نے شیعوں پر سختی کی، انہیں مارا پیٹا، نیست و نابود کیا، اور ہر طرح سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری برپا کرنے سے جبراً روکا اور اس بارے میں ''اخبار متواترہ'' موجود ہیں جن میں سے بعض روایات کا آئندہ صفحات پر ذکر کیا جائے گا (ان شاً اللہ العزیز)۔

(9) کتاب ''اقناع اللائم'' ص3 پر کتاب ''خطط المقریزی'' جلد دوم، ص385 سے نقل کیا گیا ہے کہ:

مصری علویین، روزِ عاشورہ کو روزِ حزن و ملال سمجھتے تھے، اس روز بازار بند ہوتے تھے، لیکن جب اُن کی حکومت اُن کے ہاتھوں سے جاتی رہی اور بنی ایوب کا زمانہ آیا تو انہوں نے عاشورہ یعنی شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے دن کو روزِ عید اور جشن قرار دیا، اس دن وہ اپنے اہل وعیال کے لیے اچھے اچھے لباس، کھانے، شیرینی اور مٹھائی تیار کرتے تھے، نئے برتن خریدتے تھے اور اہلِ شام کی اُن تمام رسومات کو جو حجاج بن یوسف نے عبدالملک بن مروان کے زمانے میں جاری کی تھیں، رائج کیا، دسویں محرم کو خوشی منانے کا مطلب فقط یہ تھا کہ شیعیانِ علی ابن ابی طالبؑ کو زچ کیا جائے چونکہ وہ اس روز حسین ابن علی علیہ السلام کے لیے عزا کا اہتمام کرتے تھے اور اسے روزِ حُزن و ملال قرار دیتے تھے کہ اس دن حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے تھے۔

بنی ایوب نے اس طرزِ عمل کو یعنی روزِ عاشورہ کو روزِ خوشی قرار دینا اور اس روز روزی اکٹھا کرنا، اچھا لباس پہننا وغیرہ کو ہمارے زمانے میں بھی بعینہٖ دیکھا جا سکتا ہے۔

(10) کتاب ''اعیان الشیعہ'' ایڈیشن وجلد اول، ص61 پر

ہے کہ نیست و نابودی سے باقی ماندہ علویین کو صلاح الدین ایوبی نے مصری جیلوں میں ڈال دیا اور فرعونِ مصر کی طرح عورتوں اور مردوں میں جدائی ڈلوادی تا کہ ان کی نسل بڑھ نہ سکے حالانکہ یہ صریحاً ظلم تھا، بنی امیہ حجاج بن یوسف نے شام میں دسویں محرم کو روزِ عید قرار دیا تھا، اس دن حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے، ایوبی نے معاویہ ویزید کا حقِ نمک ادا کرتے ہوئے بنی امیہ کی رسومات کو دوبارہ جاری کیا، مصنف مقریزی کے مطابق عاشورا کے دن عید منائے جانے کا مصر میں اصلاً رواج ہی نہ تھا لیکن صلاح الدین ایوبی نے روزِ عاشورا کو حکماً روزِ عید قرار دیا۔

(11) کتاب ''الشیعہ والحاکمون'' مصنف شیخ محمد جواد مغنیہ ص 92 پر ہے کہ:

صلاح الدین ایوبی نے فاطمیین اور شیعوں کو مصر میں نیست و نابود کر دیا اور بچے کھچے علویین کو مصر کی جیلوں میں قید کر دیا، عورتوں اور مردوں میں جدائی ڈلوادی تا کہ اُن کی نسل ہی ختم ہو جائے، روزِ عاشورا کو سنتِ بنی امیہ پر عمل کرتے ہوئے روزِ عید قرار دیا۔

(12) امامؑ شہید کی عزاداری پر بحث کی مناسبت سے مصر میں ایک حکومت کے زمانہ میں موردِ تائید اور ایک دوسری حکومت کے زمانے

میں عزاداری کا ممنوع ہونا، حکمرانوں کے میلانِ طبع کے مطابق گویا کوئی حرج نہیں ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کے مدفن کے متعلق کربلا سے کوفہ، شام، عسقلان اور قاہرہ کا اشارہ پایا ہے۔

مؤرخین اور محققین نے امامؑ شہید کے سر مبارک کے محلِ دفن پر اختلاف کیا ہے اکثر مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ فاطمیین کے زمانہ حکومت میں آپؑ کا سر مبارک عسقلان سے قاہرہ لے جایا گیا تھا، اور قاہرہ میں اسی جگہ دفن کیا گیا تھا، جہاں اب بھی مدفن سمجھا جاتا۔

اس سلسلہ میں فقط سید حسن امین محقق کی رائے تحریر کی جاتی ہے، اور آقائے امین نے اس مطلب کو ایک تحقیقی مقالہ میں پیش کیا تھا، جو مجلّہ ماہنامہ ''العربی'' شمارہ 155، شعبان 1391 ہجری، مطبع کویت سے شائع ہوا تھا، کہ سلیمان بن عبد الملک اموی نے آپؑ کے سر مقدس کو مسلمانوں کے قبرستان عسقلان (فلسطین)، میں دفن کیا تھا کیوں کہ اس کا خیال تھا کہ اگر شام میں دفن کیا گیا تو امامؑ کے سر کا محل دفن ایک نہ ایک دن ضرور شان وشوکت پیدا کرے گا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ شان وشوکت دمشق میں ظاہر ہو لہٰذا اس نے اسے ایک دور جگہ ''عسقلان'' تک پہنچایا لیکن 548 ہجری میں فاطمیین، امامؑ کے سر مقدس کو محل دفن عسقلان سے قاہرہ لے گئے اور موجودہ جگہ پر دفن کر دیا اور سید حسن امین نے اس بحث کو فقط

اس لیے لکھا تھا کہ:

ماہنامہ ''العربی'' میں چھپنے والی اس خبر کی رد کی جائے کہ سلیمان ابن عبدالملک نے امامؑ کے سر مبارک کو دمشق میں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا تھا، پہلے اس نے آپؑ کے سر مبارک کو اسلحہ کے انبار سے چھپا دیا تھا اور بعد میں قبرستان عسقلان میں لے جا کر دفن کر دیا تھا۔

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

حضرت امام حسین علیہ السّلام کے دفن کے بعد سب سے پہلے جس نے مرثیہ پڑھا

روایات اس چیز کو ظاہر کرتی ہیں کہ بنی امیہ کی حکومت کے زمانہ میں شاعر و ادیب کُجا، کسی عام فرد کو بھی یہ جرأت نہ تھی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر آشکارا مرثیہ یا گریہ کر سکے البتہ چند افراد امام مظلومؑ پر کُھلے بندوں نوحہ و مرثیہ اور گریہ وزاری بھی کیا کرتے تھے، اس کے علاوہ تاریخ اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ جب بنی امیہ کا دورِ حکومت اپنے آخری ایام میں اور بنی عباس کا دورِ حکومت کا ابتدائیہ تھا تو عزائے حضرت امام حسین علیہ السلام میں اشعار پڑھے گئے۔

تاریخ کے اوراق اس بات پر دلیل ہیں کہ عباسیوں کی حکومت کے ابتدائی دور میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری میں امام مظلومؑ پر نوحہ و خوانی ہوتی رہی لیکن اُن کی حکومت کے آخری ایام میں مظلومِ کربلاؑ کی مظلومیت پر اشعار کہنے والے شعرا بہت کم تھے، البتہ اُن میں پیش پیش اہلِ تشیُّع شعرا تھے جو زیادہ تر نالہ وزاری اور مظلوم امام

حسین علیہ السلام کی مرثیہ خوانی کا اہتمام کرتے تھے، کیوں کہ عباسیوں کی کمزور حکومت اُنہیں اذیت پہنچانے کا حوصلہ نہیں رکھتی تھی۔

تاریخ میں اس بارے میں بہت اختلاف ہے کہ امامؑ مظلوم کے دفن کے بعد پہلا زائر کون تھا جس نے نوحہ و مرثیہ خوانی کی اور اسی طرح یہ تعین کرنا بھی بہت مشکل ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور باقی شہدائے کربلا کو بنی اسد کے دفن کے بعد پہلا زائر کون ہے جس نے اُن پر گریہ وزاری کی۔

عبید اللہ ابن حر جعفی کے بارے میں روایات متواترہ ہیں کہ اس نے قبر امام حسین علیہ السلام پر سب سے پہلے عزاداری اور نوحہ خوانی کی اس لیے کہ اس کی رہائش میدانِ کربلا کے بالکل نزدیک تھی۔

اسی طرح بعض دوسری روایات میں سلیمان ابن قتہ کے متعلق تحریر ہے کہ سب سے پہلے قبر امام حسین علیہ السلام پر عزاداری اور نوحہ خوانی کرنے والے وہ ہیں۔

آیندہ کچھ روایات ذکر ہوں گی جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ محبانِ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نہایت سعی و کوشش کرتے تھے کہ مظلوم امام حسین علیہم السلام کی قبر کی زیارت کے لیے جا سکیں۔

(1) کتاب ''الحسینؑ فی طریقۃ الی الشہادہ''، ص120 پر شیخ

مفید علیہ الرحمہ کی کتاب ''ارشاد'' سے نقل کیا گیا ہے کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے راستے پر چلے جا رہے تھے، لیکن جب قصر بنی مقاتل پہنچے تو سواری سے اتر کر پیدل ہو گئے اور دیکھا کہ کچھ خیمے نصب ہیں، امامؑ نے پوچھا، ''یہ کس کے خیمے ہیں؟'' بتایا گیا کہ، ''عبید اللہ ابن حر جعفی کے ہیں،'' امامؑ عالی مقام نے فرمایا، ''اسے میرے قریب بلاؤ،'' اور امام حسین علیہ السلام کا قاصد جب اس کے پاس پہنچا اور پیغام دیا کہ، ''تجھے حضرت امام حسین علیہ السلام بلا رہے ہیں،'' تو عبید اللہ نے فوراً ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن'' پڑھا اور کہا، ''خدا کی قسم! میں کوفہ سے نہیں نکلا مگر اس لیے کہ جب حسین ابن علی علیہ السلام کوفہ میں آئیں تو میں موجود نہ ہوں، خدا کی قسم! میں نہیں چاہتا کہ حسین ابن علی علیہ السلام سے میں یا وہ مجھ سے ملاقات کریں،'' قاصد واپس آیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو اس کے جواب کی خبر دی، فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام اٹھے اور خود چل کر عبید اللہ کے خیمے میں داخل ہوئے اور اسے سلام کر کے اس کے مقابل بیٹھ گئے اور اسے دعوت دی کہ ''میرے ساتھ قیام کر''، لیکن عبید اللہ نے امامؑ کے قاصد کو جو کہا تھا، اُس کی تکرار کی اور امامؑ کی خدمت میں درخواست کی کہ، ''مجھے دعوتِ قیام سے صرفِ نظر فرمائیں،'' حضرت امام حسین علیہ

السلام نے فرمایا، ''اچھا! اگر تُو میری مدد نہیں کرنا چاہتا تو کم از کم اُن سے دوری اختیار کر جو میرے ساتھ جنگ کے لیے آمادہ ہیں،'' امامؑ نے مزید فرمایا، ''خدا کی قسم! جو بھی میری آوازِ استغاثہ کو سُن کر میری مدد کے لئے نہیں آئے گا، وہ ہلاک ہوگا،''

عبید اللہ نے عرض کی:

''ان شاء اللہ ایسا نہیں ہوگا، یعنی میں آپؑ کے دشمنوں کی مدد نہیں کروں گا،'' اس کے بعد وہ آنحضرتؐ کی خدمت سے اٹھا اور اپنے اندرونی خیمے میں داخل ہوگیا۔

(2) کتاب ''مدینۃ الحسین'' دوسرا ایڈیشن، ص65 پر: ابن مخنف سے روایت ہے کہ:

''حضرت امام حسین علیہ السلام اور باقی شہدائے کربلا کے لاشے دفن ہونے کے بعد جس نے سب سے پہلے آپؑ کے مرقد کی زیارت کی وہ شجاعانِ عرب، بہترین شعراؑ اور حضرت علی علیہ السلام کے دوستوں میں سے عبید اللہ ابن حر جعفی تھا جو حضرت علی علیہ السلام کے خلاف لڑی جانے والی بڑی بڑی جنگوں میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھا، اس نے جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی کوفہ کی طرف آمد سنی تو کوفہ کو ترک کر کے سفر پر نکل گیا اس نے قصر بنی مقاتل پر خیمہ لگایا ہوا تھا کہ حضرت امام حسین

علیہ السلام کربلا جاتے ہوئے وہاں سے گزرے اور اپنی سواری سے اتر کر پیدل ہو گئے۔

اس کے بعد مصنفِ مذکورہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا عبید اللہ کو اپنے ساتھ دعوتِ قیام دینا اور اس کا معذرت کرتے ہوئے امامؑ کی مدد سے تخلف کرنا، ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''حضرت امام حسین علیہ السلام عبید اللہ کو الوداع کہہ کر کربلا کی طرف روانہ ہوئے، جب امام عالی مقام چلے گئے تو عبید اللہ اپنی منزل پر جو دریائے فرات کے قریب تھی وہاں آیا اور قیام کیا جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو کربلا میں آیا اور لاشوں پر کھڑے ہو کر سخت گریہ کیا اور فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے ہمراہ شہید ہونے والے اعوان و انصار کے لیے ایک طویل مرثیہ پڑھا، جس میں امامؑ کی مظلومیت اور اُن کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہونے پر اپنی پشیمانی کا اظہار کیا، اس کے چند اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

''امیر عہد شکن، عہد شکن کا بیٹا کہتا ہے! کہ، ''کیا تو نے فاطمۃ الزہرا (علیہا السلام) کی بیٹےؑ کے ساتھ جنگ نہیں کی''، لیکن میں اس سے دوری اختیار کرنے اور عہد شکنی پر اپنے آپ کو سرزنش کرتا ہوں، ہائے افسوس کہ میں نے حسین علیہ السلام کی مدد نہیں کی، جان کہ جس نے اپنی

اصلاح نہیں کی وہ خواب غفلت میں ہے، اگر میں نے حسین علیہ السلام کی مدد نہیں کی تو مجھے ندامت وحسرت ہے، جس کسی کے بس میں اُنؑ کی حمایت کرنا تھا، اسے چاہئے تھا کہ اُنؑ کا ساتھ دیتا، جنہوں نے حسین ابن علی علیہ السلام کی مدد کی ہے، اللہ تعالیٰ اُن کی روحوں کو سیراب کرے، میں اُن کی لاشوں پر کھڑا ہوں، اس حالت میں کہ میرے اعضا مضمحل ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، مجھے اپنی جان کی قسم! انہوں نے جنگ میں امامؑ کا ساتھ دے کر مجھ پر سبقت حاصل کی ہے وہ مردِ شجاع تھے، وہ فرزندِ رسولؐ کے محافظ اور باعظمت تھے، انہوں نے اپنے نبیؐ کی بیٹیؑ کے فرزندؑ کی مدد میں تلواریں کھائی ہیں، وہ میدان وغا کے شیر تھے، وہ شہید ہوگئے ہیں اور جو کوئی اُن کی پیروی نہ کرتے ہوئے پیچھے رہ گیا وہ شرمندہ ہوگا، کوئی اُن سے زیادہ بابصیرت نہیں دیکھو گے، وہ اپنی موت تک اپنے سرداروں اور نورانی بزرگوں کے ساتھ رہے تم لوگوں نے اُنہیں ظلم وستم کے ساتھ شہید کیا ہے اور ہم سے دوستی کی امید رکھتے ہو، ہمیں ایسی زمین پر رہنے کی اجازت ہو جہاں ہمیں سرزنش کرنے والا کوئی نہ ہو، مجھے اپنی جان کی قسم! اُن کے شہید ہونے سے ہمارا غرور مسلمانی خاک میں مل گیا ہے ہمارے بہت سے مرد اور عورتیں ہم پر غضب ناک ہیں میں نے پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ حق سے روگردان ستم گر لشکر کے مقابلہ میں جاؤں اور

انہیں سمجھاؤں کہ (قتلِ امامؑ سے) باز آ جاؤ ورنہ دیکھ لوں گا کہ کون ہے جو مجھ سے زیادہ تم پر سخت گیری کر سکتا ہے''۔

(3) کتاب ''تاریخ کامل'' ابن اثیر، جلد 4، ص 237 اور اسی طرح کتاب ''الرسل والملوک'' میں بھی جعفی کے حالات کا ذکر ہے کہ:

جب معاویہ ہلاک ہوا اور حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو عبید اللہ ابن حر جعفی اُن لوگوں میں سے تھا جو قتلِ حسین علیہ السلام میں حصہ لینے کے لیے حاضر نہ تھے، اس لیے وہ عمداً غائب ہو گیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ابن زیاد نے کوفہ کے بڑے بڑے لوگوں کی گنتی کی تو عبید اللہ ابن حر جعفی کو نہ پایا پھر کچھ مدت کے بعد جعفی لوٹا تو وہ ابن زیاد کے دربار میں گیا۔ ابن زیاد نے پوچھا، ''اے حر کے بیٹے! تُو کہاں تھا؟'' ابن حر نے کہا، ''میں مریض تھا، '' ابن زیاد نے پوچھا، ''تیرا دل مریض تھا یا بدن؟'' ابن حر نے کہا، ''میرا دل مریض نہ تھا البتہ میرے بدن پر خداوند کریم نے احسان کیا ہے،'' ابن زیاد نے کہا، ''تُو نے جھوٹ کہا ہے، تُو تو ہمارے دشمن کے ساتھ تھا،'' ابن حر نے کہا، ''اگر مَیں اُن (حسین علیہ السلام) کے ساتھ تھا تو تُو میری جگہ دیکھ سکتا ہے،'' اس گفتگو کے دوران ابن زیاد نے اس کی طرف سے

غفلت برتی تو ابن حر دربار سے نکلا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیا،
کچھ دیر کے بعد ابن زیاد نے اسے طلب کیا تو لوگوں نے بتایا کہ، ''وہ
سوار ہو کر چلا گیا ہے،'' ابن زیاد نے کہا،'' اسے میرے پاس بلا لاؤ''
ابن زیاد کی پولیس ابن حر کے پیچھے گئی اور اسے راستے ہی میں جا لیا اور کہا
کہ،'' حاکم کے پاس چلو،'' ابن حر نے کہا،'' میری طرف سے اسے کہو کہ
جب تک میں بااختیار ہوں اس کے پاس نہیں جاؤں گا،''

اس کے بعد پھر گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیا اور احمد ابن زیاد
طائی کے گھر گیا وہاں لوگ اس کے اردگرد جمع ہو گئے تو وہ اس کے گھر سے
نکل کر کربلا کی طرف روانہ ہوا اور میدانِ کربلا میں امام حسین علیہ السلام
کے اعوان و انصار کے لیے مغفرت طلب کی پھر وہاں سے مدائن چلا گیا
اور مقتل میں اس مرثیہ کو پڑھا جس کا ترجمہ گزر چکا ہے۔

ع ''یقول امیر غادر و ابن غادر''

اور عبید اللہ ابن حر دریائے فرات کے کنارے اپنی رہائش گاہ پر
یزید کے مرنے تک قیام پذیر رہا۔

(4) کتاب ''الحسین فی طریقۃ الی الشہادہ'' اور علامہ عاملی نے
''اعیانِ الشیعہ'' سبط ابن جوزی نے سُدّی کے حوالہ سے ''تذکرہ'' میں
اور شیخ مفید نے ''ابراہیم ابن رواحہ'' سے نقل کیا ہے کہ:

عقبہ ابن عمر العبسی یا السہمی ، بنی سہم ابن عون ابن غالبہ میں سے وہ
پہلا شخص ہے، جس نے قبرِ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی اور نوحہ خوانی
کی اور اس نے قصیدہ ''رثا'' میں امامؑ کے لیے اشعار کہے ہیں، وہ چند
اشعار کا ذکر بھی کرتے ہیں، جن کا ترجمہ یہ ہے:

''مررتُ علی قبر الحسینؑ بکربلا''، تا آخر

یعنی، ''میں کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر سے گزرا،
آنکھوں نے آنسوؤں کے ساتھ میری مدد کی اور حسین علیہ السلام کے بعد
میں نے اس جمعیت کو آواز دی جس نے ہر طرف سے اردگرد گھیرا ڈالا ہوا
تھا، میری آنکھ زندگی میں روشن ہوگئی اور تم دنیا میں ڈرتے ہو پس اس کی
روشنی خاموش ہوگئی، سلام ہو اُن پر، جن کی قبریں کربلا میں ہیں اور
زیارت وسلام اُن کے لیے بہت قلیل چیز ہے۔ صبح و شام ہوا کی گردش
موج در موج اُنہیں سلام پہنچاتی ہے اور زواروں کی طرح ہمیشہ اُن کی قبر
پر مشک و عنبر برساتی ہے؛''

(5) کتاب ''اعیانِ الشیعہ''، جلد 25، ص 365 پر ہے کہ:

سلیمان ابن قتۃ العدوی التمیمی جو 126 ہجری میں دمشق میں فوت
ہوئے، بنی تمیم بن مرہ میں سے تھے اور بنی ہاشم کے بہت قریب تھے،
حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد تیسرے دن میدانِ کربلا

سے گزرے اور شہدا کے لاشوں کی طرف دیکھ کر اتنا روئے کہ قریب تھا کہ انتقال کر جائیں اور جب گریہ سے کچھ افاقہ ہوا تو اپنے عربی گھوڑے سے ٹیک لگا کر مقتلِ شہدا کی طرف دیکھتے ہوئے ان اشعار کو پڑھا:

ترجمہ: ''میں نے آلِ محمد علیہم السلام کے گھروں سے گزر کیا تو اُن جیسا کوئی نہیں دیکھا وہ جس دن شہید کیے گئے تو کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ سورج کو گہن لگ گیا ہے اور شہروں میں زلزلہ آیا اور گریہ وزاری کی دِل دوز آوازوں کے ساتھ عاشور کی مصیبت بھری صبح طلوع ہوئی اور وہ مصیبت بہت بڑی تھی، آلِ ہاشم کا میدانِ کربلا میں شہید ہونا، مسلمانوں کے لیے ذِلّت وخواری کا باعث ہے، اُنؑ کی شہادت کی وجہ سے آسمان نے اُنؑ پر گریہ کیا، نوحہ خوانی کی اور درود بھیجا،''

''اے میری آنکھو! آنسو بہاؤ اور اگر گریہ کرنا چاہتی ہو تو آلِ رسولؐ کے لیے گریہ کرو کہ اولادِ علی علیہ السلام میں سے نو اور اولادِ عقیلؑ میں سے سات افراد شہید ہوئے ہیں، پس زیادہ سے زیادہ گریہ کرو، اور اگر اُنؑ کے بھائی عونؑ پر گریہ کیا ہے تو جو چیز اُن کی طرف سے نیابت کرے، عیب نہیں ہے، پیغمبرؐ کا ہم نام (محمدؐ) اُن میں موجود تھا، اس سے عہد شکنی کی گئی اور صیقل شدہ تلواریں چلتی رہیں، اُن تمام کے لیے گریہ کرو جو

عظمت و بزرگی میں افضل ترین تھے، مجھے اپنی جان کی قسم! (ذوی القربیٰ
رسولؐ خدا کے رشتہ داروں کو مصیبت پہنچی، میں اتنی بڑی اُس مصیبت پر
گریہ و زاری کرتا ہوں، پس جس وقت میں روتا ہوں، میری آنکھیں
سیلاب کی طرح آنسو بہاتی ہیں''۔

(6) کتاب ''مجالس المومنین'' میں ہے کہ:

مختار ابن عبید اللہ ثقفی جب حج سے لوٹے تو حضرت امام
حسین علیہ السلام کی قبر پر آئے سلام کیا، قبر کو بوسہ دیا اور گریہ کیا اور روتے
ہوئے عرض کی، '' اے میرے آقا!، میرے سردار!، مجھے تیرے نانا
حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پدر و مادر، علیؑ مرتضیٰؑ و فاطمۃ الزہرا علیہم
السلام کی قسم! اور تیری اہلِ بیت و تیرے شیعوں کے حق کی قسم! اور اُن تمام
بلند ہستیوں کی قسم! میں اس وقت تک اچھی غذا نہیں کھاؤں گا، جب تک
آپؑ کے اعوان و انصار کا بدلہ نہ لے لوں''۔

''نہضۃ الحسینؑ'' ص 152 پر'' مجالس السنیہ'' سے نقل کیا گیا
ہے کہ:

سلیمان ابن قتۃ العدوی کے بعد ابن البہار یہ شاعر کربلا سے گزر
اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُنؑ کے اعوان و انصار کی قبروں کے

قریب بیٹھ کران اِشعار کو بلند آواز سے پڑھا:

ترجمہ: ''اے حسین علیہ السلام! آپؑ اور آپؑ کے جد بزرگوار ہدایت کے لیے بھیجے گئے، مَیں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اُن کے حق کے متعلق سوال کیا جائے گا، اگر میں کربلا میں موجود ہوتا تو آپؑ کے غم واندوہ کو دور کرنے میں اپنی طاقت صرف کرتا، آپؑ نے اپنے دشمنوں سے دومرتبہ تلواروں، نیزوں اور تیروں کی تکالیف برداشت کی ہیں، میں اپنی بدبختی کی وجہ سے پیچھے رہ گیا اور میرا حزن واندوہ نجف وبابل کی مسافت جتنا ہے، آپؑ کے دشمنوں کے مقابلہ میں، مَیں آپؑ کی مدد کرنے سے محروم رہ گیا ہوں لہٰذا اپنے رنج والم کا اظہار کرنے کے لیے آنسو بہار ہا ہُوں''۔

روایت کی جاتی ہے کہ وہ سویا ہوا تھا کہ عالمِ خواب میں رسولِؐ خدا کو دیکھا، انہوں نے اسے کہا کہ ''خداوند کریم تجھے جزائے خیر دے، تجھے خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے اتنا اجر لکھا ہے گویا کہ تو نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مل کر جہاد کیا ہے''۔

(7) کتاب ''اقناع اللائم''، ص 153 پر مرزبانی سے نقل کیا گیا ہے کہ:

ابو الراجح الخزاعی، حضرت فاطمہ بنتِ الحسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور امام عالی مقامؑ کے لیے مرثیہ پڑھا، اس کے چند

اشعار یہ ہیں:

ترجمہ: '' آنسوؤں کے بادل میری آنکھوں میں جولان گاہ بنائے بیٹھے ہیں لیکن آنسوؤں کے بعد چیخ نہیں ماری کہ جاری ہو جاتے، میری آنکھ آلِ محمد علیہم السلام پر گریہ کرتی ہے مگر زیادہ آنسو نہیں بہائے بلکہ بہت کم آنسو بہائے ہیں، وہ لوگ ایسا گروہ ہیں کہ اُن کی تلوار یں خود اُنہیں زخمی نہیں کرتی تھیں بلکہ جب نیام سے باہر نکلتی تھیں تو اُن کے دشمنوں کو قتل کرتی تھیں، اور میدانِ کربلا میں جو آلِ ہاشم کے افراد قتل ہوئے ہیں انہوں نے قریش میں سے آلِ ہاشم کی گردنوں کو ذلیل کر دیا اور خود بھی ذلیل ہوئے۔'' (نعوذ باللہ)

حضرت سیدہ بی بی فاطمہ بنتِ امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

'' اے ابوالراجح اس طرح نہ پڑھو''

ابوالراجح نے عرض کی:

'' خداوند کریم مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دے، آپؑ پر میری جان قربان، پھر کس طرح پڑھوں''؟

حضرت سیدہ فاطمہ بنتِ حسینؑ نے فرمایا:

'' اس طرح کہو:

اپنے مخالفین کی گردنوں کو ذلیل کیا اور اُن کے مخالف ہی ذلیل

ہوئے"

ابوالراجح نے کہا:

"آج کے بعد اِسی طرح کہوں گا"

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....
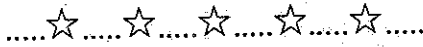
حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے مقابلہ میں اُمویوں کا منفی طرزِ عمل

یزید کی ہلاکت کے بعد تمام بنی امیہ اور بالخصوص اموی حکمرانوں کی طرف سے عملاً یہ کوشش ہوتی تھی کہ لوگوں کے قلب و ذہن سے یادِ حسین علیہ السلام ختم کر دی جائے، وہ مسلمانوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر کی زیارت سے جبراً روکتے تھے، جہاں کہیں ظاہر بظاہر یا خفیہ طور پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کا اُنہیں علم ہو جاتا، وہ اسے روکنے کے لیے اپنی پوری طاقت صرف کر دیتے' جہاں تک بنی امیہ کی حکومت کا اثر تھا، وہ ملتِ اسلام کو ڈرانے دھمکانے سے باز نہیں آتے تھے، بنی امیہ ہر قسم کے ذرائع استعمال کر کے لوگوں کو منع کرتے تھے، کربلا معلیٰ میں زائرین کو آنے سے روکنے کے لیے سرحدوں پر محافظ دستے تعینات تھے جو عزاداری اور زیارت کے لیے آنے والوں کو بعض اوقات قتل کر دینے سے بھی باز نہیں آتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اول زمانہ، ہشام ابن

عبدالملک کی حکومت کے دور میں سخت تر انتظامات کیے گئے، زید ابن علی ابن حسین علیہم السلام نے کوفہ میں بنی امیہ کی حکومت کے خلاف لوگوں کو جمع کیا تھا اور وہ 121 ہجری میں شہید کر دیئے گئے تھے، اس بنا پر ہشام کی فوج بہت زیادہ سختی کرتی تھی، کوئی زائر اسلحہ سمیت زیارت کے لیے جاتا ہوا پکڑا جاتا تو اسے سخت اذیتیں دے کر شہید کر دیا جاتا تھا اس قسم کے واقعات کو تاریخ کی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے، چند واقعات درج ذیل ہیں:

(1) کتاب ''اقناع اللائم''، ص95 پر ذکر کیا گیا ہے کہ ابن قولویہ نے (کامل الزیارات میں) مسمع کردین سے روایت کی ہے کہ:

حضرت امام جعفر صادقؑ نے مجھے فرمایا، ''اے مسمع! کیا تو اہلِ عراق میں سے ہے''؟ کیا تُو قبرِ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے جاتا ہے''؟ میں نے کہا، ''نہیں! اس لیے کہ مَیں اہلِ بصرہ میں، جو میرے نزدیک ہی رہتے ہیں، خاصا مشہور و معروف ہوں وہ خلیفہ (موجودہ حکومت) کی پیروی کرتے ہیں اور تمام ناصبی وغیر ناصبی لوگ ہمارے بہت زیادہ دشمن ہیں، وہ مجھ پر نظر رکھتے ہیں اور سلیمان کے بیٹے عبداللہ ابن عباس (گورنر بصرہ)، کے پاس میری شکایت کرتے رہتے ہیں، جو

مجھ پر بہت سختی کرتا ہے، میں حالت امان میں نہیں ہوں،'' امامؑ نے پوچھا، ''وہ تکالیف جو میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام پر آئیں، کیا تُو اُنہیں یاد کرتا ہے؟'' میں نے عرض کی، ''جی ہاں!'' پھر امام صادق علیہ السلام نے پوچھا، ''کیا تُو گریہ وزاری بھی کرتا ہے؟'' میں نے عرض کی، ''جی ہاں! اللہ تعالیٰ کی قسم! امامؑ مظلوم کی مظلومیت پر آنسو بہاتا ہوں، مجھے روتے ہوئے میرا خانوادہ بھی دیکھتا ہے اور مَیں اتنا فاقہ کرتا ہوں کہ اس کے آثار میرے چہرے پر ظاہر ہو جاتے ہیں،'' حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ تیری آنکھوں پر، تیری وجہ سے رحم کرے، تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تو اُن لوگوں میں شمار کیا جائے گا جو ہمارے لیے گریہ وزاری کرتے ہیں، جب ہم خوش ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور جب ہم غمگین ہوں تو وہ غمگین ہوتے ہیں،'' امامؑ کا کلام یہاں تک پہنچا تو آپؑ بے اختیار رو پڑے اور جو لوگ اُنؑ کے پاس بیٹھے تھے، انہوں نے بھی گریہ کیا، اس کے بعد امامؑ نے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے ہمیں مخلوق پر فضیلت عطا کی اور ہم اہلِ بیتِ رسولؐ خدا کو اپنی خاص رحمت کے ساتھ نوازا ہے، اے مسمع! جس دن امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام شہید کیے گئے، زمین و آسمان ہم پر رحم

کھاتے ہوئے رویا اور فرشتے زمین و آسمان سے بھی زیادہ روئے اور اُن کے آنسو ابھی تک خشک نہیں ہوئے اور کوئی ذات ایسی نہیں ہے جو رحم کھاتے ہوئے ہم پر نہ روئی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اُن پر نہ ہوئی ہو، جو ہمارے غم میں روئے، اس کی آنکھ سے آنسو گرنے سے پہلے اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔''

(2) شیخ باقر شریف قرشی کا کلام، شمارہ 3، 4 نشریہ ''اجوبۃ المسائل الدینیہ'' میں جو کربلا معلّٰی سے نکلتا تھا، بیان ہوا ہے کہ:

حضرت زید ابن علیؑ ہمیشہ گریہ وزاری کرنے سے اپنی آنکھوں کو باز نہیں رکھتے تھے، اُن ہستیوں پر کہ جن کے غم نے انہیں مضمحل اور جن کے درد والم نے انہیں ختم کر دیا تھا، وہ اپنی پھوپھیوں سے جو ہمیشہ سید الشہداؑ کے لیے عزاداری کرتی تھیں اور جو مصیبتیں امام حسین علیہ السلام پر واقعۂ کربلا میں آئی تھیں، انہیں ایک ایک کر کے شمار کرتی تھیں، سوائے گریہ وزاری اور آہ وفریاد کے کوئی چیز نہ سُنتے تھے، اور اپنے والدِ بزرگوار حضرت علی زین العابدین علیہ السلام کو دیکھتے کہ اُنؑ کا دل درد والم سے بھرا ہوا ہوتا اور وہ تمام اوقات اپنے والدِ بزرگوار سید الشہداؑ حضرتِ امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرتے ہوئے گزارتے تھے عبادتِ خدا کرتے

کرتے وہ اتنے کمزور ہو گئے تھے، کہ ایک بے رُوح جسم معلوم ہوتے تھے۔

اولادِ علی علیہ السلام اور شیعانِ علیؑ کا بنی امیہ کے دورِ حکومت میں یہی حال تھا، کیونکہ بنی امیہ اہلِ بیتؑ رسولِؐ خدا اور اُنؑ کے دوستوں و پیروکاروں کو جتنی اذیتیں ممکن ہوتیں، پہنچانے سے گریز نہ کرتے تھے، وہ نوحہ و مرثیہ خوانی اور قبرِ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرنے والوں کو سخت سے سخت تکلفیں دیتے تھے۔

(3) اموی حکومت کے زمانہ میں شعراٗ میں سے ایک شاعر نے قصیدہ "رثا"، میں امام شہیدؑ کے بارے میں ایک شعر کہا تھا، جو اس بات پر دلالت کرتا تھا، کہ اولادِ علیؑ اور شیعانِ علیؑ پر کس قدر ظلم روا رکھا گیا تھا۔

تجا وبت الدنیا علیک مآتما
نوا علیک فیھا للقیا مة تھف

ترجمہ: " دنیا نے تجھ پر عزاداری کرنے سے جواب دے دیا ہے، لیکن تیری گریہ وزاری کے پیاسے قیامت تک صدا دیتے رہیں گے"۔

جس شاعر نے یہ، شعر کہا تھا، ابی سفیان کی اولاد نے اسے سخت اذیتیں دینے کے بعد قتل کر دیا تھا۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

توّابین کا حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے نوحہ خوانی اور اُمویوں سے خونِ حسین علیہ السلام کا قصاص طلب کرنا

ابھی پینسٹھ ہجری شروع نہیں ہوئی تھی کہ کوفہ میں توابین کی تحریک زور پکڑ گئی، انہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا انتقام لینے کے لیے ''یالثارات الحسینؑ''، کا نعرہ لگایا' انہوں نے یہ تحریک زیرِ زمین نہیں بلکہ آشکارا شروع کی تھی وہ اسلحہ خریدتے تھے اور ہر طرح سے تیار ہوتے تھے جن لوگوں نے روزِ عاشورہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا استغاثہ، ''ھل من ناصر ینصرنا''، سنا تھا اور لبیک نہیں کہی تھی، انہوں نے بھی توبہ کی اور کفارہ کے طور پر خونِ حسین علیہ السلام کا بدلہ لینے کے لیے جمع ہونے لگے، بنی امیہ کے حکمران اور حکومتی اہلِ کار کوفہ میں انہیں دیکھتے تھے کہ اسلحہ خرید رہے ہیں اور قبرِ امام حسین علیہ السلام کی طرف کربلا جا رہے ہیں تا کہ وہاں نوحہ خوانی و عزاداری کریں لیکن انہیں قدرت و طاقت نہ تھی کہ انہیں پکڑیں یا اُن کے خلاف کوئی قدم اُٹھائیں۔

توّابین کا حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے نوحہ خوانی اور اُمویوں سے خونِ حسین علیہ السلام کا قصاص طلب کرنا

ابھی پینسٹھ ہجری شروع نہیں ہوئی تھی کہ کوفہ میں توابین کی تحریک زور پکڑ گئی، انہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا انتقام لینے کے لیے ''یالثارات الحسینؑ''، کا نعرہ لگایا' انہوں نے یہ تحریک زیرِ زمین نہیں بلکہ آشکارا شروع کی تھی وہ اسلحہ خریدتے تھے اور ہر طرح سے تیار ہوتے تھے جن لوگوں نے روزِ عاشورہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا استغاثہ،''ھل من ناصر ینصرنا''، سنا تھا اور لبیک نہیں کہی تھی، انہوں نے بھی توبہ کی اور کفارہ کے طور پر خونِ حسین علیہ السلام کا بدلہ لینے کے لیے جمع ہونے لگے، بنی امیہ کے حکمران اور حکومتی اہلِ کار کوفہ میں انہیں دیکھتے تھے کہ اسلحہ خرید رہے ہیں اور قبرِ امام حسین علیہ السلام کی طرف کربلا جارہے ہیں تاکہ وہاں نوحہ خوانی وعزاداری کریں لیکن انہیں قدرت وطاقت نہ تھی کہ انہیں پکڑیں یا اُن کے خلاف کوئی قدم اُٹھائیں۔

توابین سید الشہدا کی قبر پر پہنچتے تو ایک چیخ مار کر آہ وفریاد کرتے ، دن رات ،قبرِ امامؑ پر رہتے اور گریہ وزاری کرتے ہوئے کہتے تھے ، ''اے اللہ! شہید ابن شہید حسین (علیہ السلام) پر اپنی رحمت نازل فرما، اے اللہ! ہم تیری ذات کو گواہ قرار دیتے ہیں کہ ہم دین کی راہ اور امام حسین (علیہ السلام) کی پیروی میں اُن کے دشمنوں کے دشمن اور اُن کے دوستوں کے دوست ہیں، اے پروردگار! ہم نے فرزندِ رسولِ خدا کو تنہا چھوڑ دیا، ہم اُن کے استغاثہ پر لبیک نہ کہہ سکے ،تُو ہمیں معاف فرما اور ہماری توبہ قبول کر، اگر تُو ہمیں معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے''۔

(1) کتاب ''مدینۃ الحسین (علیہ السلام)''، دوسرا ایڈیشن ، ص 70 پر ذکر ہوا ہے کہ:

سلیمان ابن صرد خزاعی ، نے اپنے دوستوں اور ہم نواؤں کو اکٹھا کیا اور ''نخیلہ'' کی طرف چل پڑے ،وہاں جا کر لشکر کشی کی اور یہ واقعہ ربیع الثانی، 65 ہجری ،واقعہ غرہ ، کے قریب کا ہے، وہ تین دن وہاں ٹھہرے تاکہ اپنی طاقت مجتمع کریں، یہاں تک کہ چار ہزار جنگجو جمع ہو گئے ، اس کے بعد انہوں نے وہاں سے کوچ کیا اور دریائے فرات کے کنارے بنی مالک کی رہائش گاہ تک پہنچے ، وہاں سے وہ کربلا معلیٰ حضرت امام حسین

علیہ السلام کی قبر کے نزدیک پہنچے ، یہ واقعہ ربیع الاول ، 65 ہجری ، کے ابتدائی ایام کا تھا ، حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کے نزدیک پہنچتے ہی وہ بلند آواز سے چیخیں مار کر گریہ و زاری کرنے لگے ، اُن کے خطبا موجود تھے ، جو خطبے پڑھتے تھے ، اس روز اتنی عزاداری ہوئی کہ اس سے پہلے قبرِ امام حسین علیہ السلام کے نزدیک کبھی دیکھی ہی نہیں گئی تھی ، فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کو بوسہ دینے کے لیے ایسا ہجوم تھا ، جیسا حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے لیے حجاج کرام کا ہوتا ہے ، زیارت کے بعد انہوں نے سید الشہدا کے مزارِ اقدس کو الوداع کیا ، فقط سلیمان بن صرد تیں آدمیوں کے ہمراہ وہاں ٹھہرے رہے۔

اس کے بعد وہب ابن زمعہ جعفی لوگوں کے اژدہام میں سے گریہ کرتا ہوا اُٹھا ، قبر کے قریب پہنچا اور عبید اللہ ابن حر جعفی کے قصیدے سے چند اشعار پڑھے ، (مکمل قصیدہ بھی درج کیا جاتا ہے)۔

وہ لوگ تمام رات کربلا معلی ہی میں ٹھہرے رہے اور صبح کو وہاں سے واپس ہوئے ، سید علامہ امین عاملی نے اس قصیدہ کو وہب بن زمعہ کی طرف ، جو معاویہ کے زمانہ میں تھا اور یزید کا بیٹا تھا ، نسبت دی ہے ، یہ قصیدہ ''اعیان الشیعہ'' ، جلد 4 ، ص 169 ، ایڈیشن چہارم ، میں درج کیا گیا ہے :

عجبت و ایام الزمان عجائب

ویظهر بین المحجبات عظیما

تبیت النشاوی من امیة نوما

وبالطف قتلی ما ببام حمیمها

وتضحی کرام من ذوابه هاشم

بحکم فیها کیف شاء لئیمها

وربات صون ما تبدت لعینها

قبیل الصباء الا لوقت نجومها

تزاولها ایدی الهوان کانما

تقحم مالا عفو فیه اثیمها

وما افسد الاسلام الا عصبابة

تامر نوکاها ودام نغیمها

وصارت قناة الدین فی کف ظالم

اذا مال منها جانب لا یقیمها

وخاض بها طخیاء لا یهتدی لها

سبیل ولا یرجو الهدی من یعومها

الی حیث القاها ببیداء مجهل
تضل لاهل الحلم فیها حلومها
درمتها لاهل الطف منها عصابة
حداها الی هدم المکارم لومها
فشفت بها شعواء فی خیر فتیة
تخلت لکسب لمکرمات همومها
اولٓئک آل اللّٰه، آل محمدؐ
کرام تحدت ما حداها کریمها
یخوضون تیار المنایا ظوامیا
کما خاض فی عذب الموارد هیمها
یقوم بهم المجد ابیض ماجد
اخو عزمات اقعدت من یرومها
فاقسمت الا تنفک نفسی جزوعة
وعینی سفوطا لا یمل سجومها
حیاتی او تلقی امیة وقعة
یذل لها حتی الممات قرومها

(2) کتاب ''موسوعۃ آلِ النبیؐ''، ص 764 پر تاریخ طبری اور

ابن اثیر کے حوالہ سے امویین کے خلاف توابین کی تحریک کے متعلق لکھا گیا ہے کہ:

ابھی پینسٹھ ہجری شروع نہیں ہوئی تھی کہ توابین کی فریاد (یالثارات الحسینؑ) سے بنی امیہ کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور اموی حکومت لرزنے لگی، یہاں تک کہ اسلحہ سے مسلح افراد کوفہ میں عام نظر آتے جو اس آیت کو، "فَتُوبُوٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوٓا اَنْفُسَکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ عِنْدَ بَارِئِکُمْ"، پڑھتے ہوئے قبرِ امام حسین علیہ السلام کی طرف جاتے تھے اور جب وہ مظلومِ کربلاؑ کی قبر کے نزدیک پہنچتے تو چیخیں مار کر رونے لگتے اور قبرِ مطہر کے نزدیک شب و روز قیام اور نالہ و زاری سلسلہ جاری رہتا۔

لوگ سید الشہدؑا کی قبر کو الوداع کہہ کر روانہ ہو جاتے تھے لیکن ندامت اور جوش ولولہ زیادہ ہوا تو توابین دریا کی موجوں کی طرح جوش میں آ گئے اور مرنے مارنے کے لیے تیار ہو گئے، بنی امیہ کے لشکر کے مقابلہ میں اُن کا ایک ایک ہزار آدمی جاتا تھا اور ہر ایک کی آرزو یہ ہوتی تھی کہ وہ خونِ حسین علیہ السلام کا بدلہ لیتے ہوئے شہید ہو جائے۔

بنتِ الشاطی اپنی کتاب کے ص 765 پر توابین کی نوحہ خوانی اور خونِ حسین علیہ السلام کا انتقام لینے کے لیے لوگوں کی فطری استعداد کی

بلندی، اس تحریک کی سیدہ زینبؑ کے خطبات سے شعلہ وری اور بنی امیہ سے مظلومِ کربلا کا بدلہ لینے کے لیے عوام کی آمادگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ:

سیدہ زینبؑ وہ خاتون تھیں جنہوں نے مقتلِ حسین علیہ السلام کے خونیں اور حزن آور واقعہ کو ہمیشہ کے لیے ایسا تازہ فرمایا کہ شیعوں کے عقیدہ میں اس سے زیادہ کوئی واقعہ اثر نہیں رکھتا، آپؑ نے شبِ شہادتِ حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کے ہنگام ہی سے عزاداری اور گریہ کی بنیاد رکھی، جو سال بہ سال دردناک اور غمگین ترین صورت اختیار کرتی چلی گئی، مشاہدہ یہی ہے کہ توابین کی آل واولاد مقتل حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں مسلسل آتی رہی، مخالف حکومتیں اگرچہ تکلیفیں بھی دیتی رہیں، لیکن انہوں نے یادِ حسین علیہ السلام کو زندہ رکھا اور (بعض افراد) اپنے آباء واجداد کی اُس خطا پر جو حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے خانوادہ و اعوان وانصار کی بروقت مدد نہ کرنے کی صورت میں سرزد ہوئی تھی، اظہار افسوس کیا اور جب تک توابین نے ممکنہ حد تک خونِ حسین علیہ السلام کا قرض چُکا نہیں دیا' یہی نعرے لگاتے رہے۔

تاریخ میں اتنا طویل کوئی اور غم نہیں ملتا یہ فقط غمِ حسین علیہ السلام ہی ہے کہ چودہ سو سال سے اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی، وہ نوحہ خوانی و

گریہ وزاری جو روزِ عاشور شروع ہوئی تھی، نہ صرف یہ کہ وہ برقرار رہی، بلکہ ہر سال اس میں اضافہ ہی ہوتا ہے، چودہ صدیوں پر محیط طویل زمانہ اور دشمنوں کے ظلم وستم کے باوجود وہ واقعہ محفوظ، تازہ اور بڑھ چڑھ کر یاد کیے جانے والا ہے۔

عقیلہ بنی ہاشم حضرت زینبؑ تاریخ اسلام اور تاریخ انسانیت میں ایسی طاقت ور شخصیت کا نام ہے کہ جس نے اپنے مظلوم بھائی کے خون کا انتقام لینے کے لیے بنی امیہ کی حکومت کو متزلزل کر کے تاریخ کا راستہ ہی بدل کر رکھ دیا ہے۔

(3) کتاب ''مجالس السعیہ''، ص99 پر ذکر کیا گیا ہے کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد توابین اُنؑ کی مدد نہ کرنے کی پشیمانی میں خونِ حسین علیہ السلام کے انتقام کی خاطر اٹھ کھڑے ہوئے لیکن شہادتِ حسینؑ کے بعد اُنؑ کا قیام کرنا اور جان گنوانا سوائے مظاہرۂ حسرت واندوہ کے عملی طور پر کوئی مثبت نتیجہ پیش نہ کر سکا۔

عبید اللہ ابن حر شاعر توابین کہتا ہے کہ:

فیا لک حسرة ما دمت حیا   تردد بین حلقی ولترا قی

فلو علق التلهف قلب حی   لهم الیوم قلبی با نفلاق

فقد جاء الاولی نصروا حسینا   وخاب الا خرون الی النفاق

(4) کتاب ''موسوعۃ العتبات المقدسہ''، مطبوعہ کربلا ص160، تاریخ العرب الادبی، تالیف مستشرق ''رینولانطس'' میں واقعہ کربلا کے بارے میں ذکر ہے کہ:

سالہا سال سے شیعوں کے کاروان اپنا رختِ سفر باندھ کر ضریح مقدس حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے کربلا معلیٰ جاتے ہیں، توابین 65 ہجری قمری' 684 میلادی میں خون امام حسین علیہ السلام کے طلب گار ہوئے انہوں نے اپنی سواریوں کا رخ قبرِ مطہر کی طرف موڑا اور ایک زبان ہوکر فریاد اور گریہ کیا اور رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگی کہ انہوں نے فرزندِ رسولؐ خدا کو مصیبت کے وقت تنہا چھوڑ دیا اور اُن سے دوری اختیار کی قوم کے سردار نے چیخیں مار کر روتے ہوئے کہا، ''اے اللہ! حسینؑ شہید ابن شہید، ہدایت یافتہ ابن ہدایت یافتہ، راست گو ابن راست گو پر اپنی رحمتیں نازل فرما، اے پروردگار! گواہ رہنا کہ ہم ان کے راستے پر چلنے والے ہیں، اُنؑ کے دشمنوں کے دشمن اور اُنؑ کے دوستوں کے دوست ہیں''۔

توابین کی اس تحریک کے دن سے عزاداری کا گویا پختہ بیج بو دیا گیا، دنیا میں جہاں کہیں بھی شیعہ آباد ہیں، وہ ہر سال عشرہ محرم الحرام میں عزاداری کرتے ہیں اور شعائر اللہ یعنی مختلف زیارتوں کی شبیہیں بناتے ہیں۔

(5) ''مجلّہ المرشد بغداد''، جلد 4، شمارہ 8، ص 375، پر مصنف علی نقی نقوی کہنوری نے شہر انبار اور میبّب کو عراق میں آباد کرنے اور ان دونوں شہروں کے بارے میں دیگر ذکر اور توابین کے متعلق کچھ کلمات لکھے ہیں کہ:

جو کچھ تاریخ سے ہمیں ملتا ہے وہ یہ ہے کہ خونِ حسین علیہ السلام کے طلب گاروں یعنی توابین نے سلیمان کی کوفہ میں بیعت کی تھی یہاں تک کہ وہ ماہِ محرم پینسٹھ ہجری میں کوفہ سے نکلے، انہوں نے نخیلہ میں قیام کیا اور اپنے لشکر منظّم اور جنگی وسائل مہیا کیے جب وہاں سے کوچ کیا تو ایک زبان ہو کر نعرہ لگایا اور زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے کربلا کی طرف چل دیئے اور قبرِ مطہر پر پہنچ کر حاضری دی اور پوری رات گریہ وزاری اور توبہ و استغفار کرتے رہے پھر دوسرے دن کی صبح وہ وہاں سے شام کی طرف روانہ ہوئے۔

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

حضرت امام حسین علیہ السلام پر
آئمہ معصومینؑ کا گریہ

حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذریت و اولاد پر آئمہ معصومینؑ اور باقی علویین کی گریہ وزاری، مرثیہ ونوحہ خوانی، پوشیدہ اور ظاہری طور پر خصوصی اور عمومی مجالس میں گھروں اور گھروں سے باہر جاری رہی ہیں، اُنؑ کی عزاداری کا ذکر اور دیگر بہت سی روایات تاریخ میں موجود ہیں' حضرت علی زین العابدین علیہ السلام کی عزاداری وگریہ وزاری اپنے مظلومؑ باپ کی شہادت کے چالیس سال بعد تک جاری رہی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے مظلوم باپ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے خود گریہ وزاری کرتے رہے اور شعراٗ کو بُلا کر مرثیہ خوانی کرواتے رہے۔

اسی طرح حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بارے میں روایات موجود ہیں کہ ماہِ محرم کا چاند نظر آجانے کے بعد اُنہیں کبھی مسکراتے ہوئے بھی نہیں دیکھا جاتا تھا اور محرم کے پہلے عشرہ میں خصوصاً آپؑ

غمگین اور حزن و ملال کا پیکر نظر آتے تھے۔

اسی طرح امام علی رضا علیہ السلام اور باقی آئمہ معصومین علیہم السلام کے بارے میں بھی روایات ملتی ہیں، حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے آئمہ معصومین علیہم السلام کی گریہ و زاری اور نوحہ خوانی سے متعلق روایات اور اس سنتِ حسنہ کو زندہ رکھنے کے لیے اُن کے پیروکاروں نے جو تکالیف برداشت کیں اُن کا تذکرہ بھی کتبِ تاریخ میں موجود ہے۔

سید محسن امین عاملی نے کتاب ''اقناع اللائم''، ص 93 پر حضرت امام حسینؑ کے لیے آئمہ معصومینؑ کی نوحہ خوانی کا ذکر کیا ہے کہ:

آئمہ معصومین علیہ السلام حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرتے تھے اور اور امامؑ کے مصائب و آلام کو وہ بہت بڑی مصیبت شمار کرتے تھے، وہ اپنے شیعوں اور دوستوں کے دلوں میں مظلومِ کربلاؑ کی یاد باقی رکھنے کی تشویق پیدا کرتے تھے، وہ عزائے امام حسین علیہ السلام کے متعلق اشعار پڑھواتے تھے اور انہیں سن کر گریہ کرتے تھے، دسویں محرم کے دن فقط عزاداری امام حسین علیہ السلام ہی کرتے تھے اگر کوئی آدمی خوشی کا اظہار کرتا، تو اسے سرزنش کرتے تھے فرماتے تھے کہ، ''دنیاوی امور کے لیے روزِ عاشورا کوئی کوشش نہ کی جائے''، آپؑ اس دن ذخیرہ اندوزی سے بھی منع فرماتے تھے۔

اس موضوع پر آئمہ معصومین علیہم السلام سے حد تواتر تک روایات مروی ہیں جو ثقاتِ شیعہ اور ان کے دوستوں سے مستند حوالوں سے بیان کی گئی ہیں۔

الف: حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام کا حزن وملال اور گریہ

حضرت علی زین العابدین علیہ السلام نے اپنے والدِ بزرگوار، بھائیوں، عزیزوں اور اپنے والدِ بزرگوار کے اعوان وانصار کی بے گور و کفن لاشیں خود دیکھیں اور وہ ایسا دردناک منظر تھا جس نے اُنؑ کے دل پر گہرا اثر کیا، جب کہ خاندان کی مستورات کا قید ہونا، اس سے زیادہ اذیت ناک مرحلہ تھا، چنانچہ جب تک وہ زندہ رہے، مسلسل اُن مصائب پر روتے رہے اور آئمہ معصومین علیہم السلام میں وہ واحد معصوم امامؑ ہیں جو خون کے آنسو روئے ہیں۔

(1) کتاب ''زین العابدینؑ''، تالیف عبد العزیز سید الاھل، ص 82، امامؑ کے ورع کے متعلق لکھا ہے کہ:

''اُن کے ہاں کھانے کا لنگر جاری رہتا تھا اور صبح وشام لوگوں کی آمد ورفت کے لیے اُن کے دروازے کھلے ہوتے تھے، لوگ بھوکے آتے اور شکم سیر ہوتے، لیکن امامؑ عالی مقام کے سامنے جب کھانا رکھا جاتا تو اُن

کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے اور آپؑ اسی طرح کھانے کے دستر خوان سے اٹھ جاتے، چنانچہ ایک غلام نے عرض کیا، ''یا ابن رسولؐ اللہ! آپؑ کا یہ گریہ آخر کب ختم ہوگا''؟

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

''تم پر وائے ہو، حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فقط ایک بیٹا یوسف علیہ السلام اُن کی آنکھوں سے اوجھل کیا تھا تو اس کے غم میں روتے روتے اُن کی آنکھیں سفید ہوگئیں تھیں، حالانکہ حضرت یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ یوسف علیہ السلام اُنؑ کی آنکھوں کے سامنے سے محض اوجھل ہوا ہے، لیکن وہ زندہ ہے اور میں نے تو اپنے مظلوم باپؑ، اپنے بھائیؑ، اپنے چچاؑ اور اپنے خاندان کے سترہ جوان شہید اور اُن کے لاشے زمین پر بے گور و کفن پڑے ہوئے دیکھے ہیں، میرا غم اور گریہ کیسے ختم ہوسکتا ہے''؟

اسی روایت کو عاملی نے کتاب ''اعیان الشیعہ'' اور ابن شہر آشوب نے اپنی تصانیف میں بھی نقل کیا ہے۔

(2) حضرت علی ابن حسین علیہم السلام کا ایک دوست آپؑ کے خیمہ میں آپؑ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو دیکھا کہ امامؑ سجدہ میں ہیں اور رو رہے ہیں' اس نے عرض کی، ''علی ابن حسین علیہم السلام! کیا ابھی آپؑ کے

گریہ کی مدت ختم نہیں ہوئی؟'' امامؑ نے سر اُٹھایا اور فرمایا، ''تجھ پہ وائے ہو، یا فرمایا،'' تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے، اللہ تعالیٰ کی قسم! جو کچھ میں نے دیکھا ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس سے بہت ہی کم دیکھا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کی اور کہا'' ہائے یوسفؑ پر افسوس،'' حالانکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا فقط ایک بیٹا گم ہوا تھا لیکن میں نے اپنے باپ اور اپنے خاندان کی ایک جماعت کو دیکھا کہ اُن کے سر اُن کے بدنوں سے جدا کر دیئے گئے تھے،''

یہ روایت اور اسی طرح کی دیگر روایات حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام سے، احادیث کی بہت سی کتابوں میں معمولی تغیر کے ساتھ نقل کی گئی ہیں۔

(3) ''اعیان الشیعہ'' جیسی ہی ایک اور روایت ہے کہ:

حضرت علی ابن حسینؑ علیہ السلام اس قدر گریہ کرتے تھے کہ خوف ہوتا تھا کہ اُن کی آنکھیں کہیں سفید نہ ہو جائیں، جس وقت پانی کے جام کو دیکھتے تو اتنا گریہ کرتے کہ وہ خون سے رنگین ہو جاتا، آپؑ کی خدمت میں آپؑ کے اس قدر رونے کے بارے میں عرض کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا، ''مَیں کیوں نہ گریہ کروں کہ جو پانی وحشی درندوں تک کے لیے پینا مباح تھا' وہ میرے مظلومؑ باپ کے لیے ممنوع کر دیا گیا تھا''، کہا گیا کہ،'' آپؑ اگر تمام عمر روتے

رہیں اور اپنے نفس کو قتل بھی کر ڈالیں تو اس ظلم کا کفارہ نہیں ہوگا،،
اس پر امامؑ نے فرمایا کہ،، ہاں! میں نے اپنے نفس کو مار ہی دیا ہے اور اب اِسی لیے اُنؑ پر گریہ کرتا رہتا ہوں،،۔

(4) کتاب،، اقناع اللائم،، میں ابن قولویہ سے بسندِ معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نقل کیا گیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ، ،، جب تک عبید اللہ ابن زیاد کا سر ہمارے پاس نہیں بھیجا گیا، خاندان کی کسی مستور نے اپنے سر میں تیل، بالوں پر خضاب اور آنکھوں میں سرمہ نہیں لگایا، کسی نے شادی نہیں کی، اگر چہ اس کے بعد بھی ہم ہمیشہ گریہ ہی کرتے رہے، میرے جد بزرگوار حضرت علی ابن حسین علیہ السلام جب بھی اپنے مظلوم باپ سید الشہداؑ کو یاد کرتے تھے تو اتنا روتے تھے کہ آپؑ کی ریش مبارک تر ہو جاتی تھی اور جو کوئی بھی انہیں روتے ہوئے دیکھتا تھا، اس کا اپنا جی بھر آتا تھا اور وہ بھی سید سجاد علیہ السلام کے ساتھ رونے لگ جاتا تھا، حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر پر جو فرشتے مامور ہیں وہ بھی گریہ کرتے رہتے ہیں اور اُن کے رونے کی وجہ سے ہر وہ فرشتہ جو ہوا میں یا آسمان پر ہے، گریہ کرتا ہے،،۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

''جو آنکھ غمِ حسین علیہ السلام میں روتی اور آنسو بہاتی ہے، اس آنکھ اور اس آنسو سے زیادہ، کوئی آنکھ اور آنسو خداوند کریم کے نزدیک محبوب نہیں ہے اور کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے غم میں روتا ہو اور اس کے آنسو حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کی بارگاہ میں نہ پہنچتے ہوں، ہر رونے والا حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کی مدد کرتا ہے، اس کا گریہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچتا ہے اور گریہ کرنے والا گویا ہمارا حق ادا کرتا ہے، روزِ قیامت کوئی شخص محشور نہیں ہوگا، مگر اس کی آنکھیں اشکبار رہیں گی، سوائے اس شخص کے جو دنیا میں میرے جد بزرگوارؑ کے غم میں رونے والا ہو، میرے جد بزرگوارؑ کے غم میں رونے والے کی آنکھیں اس دن روشن ہوں گی اور اسے خوشخبری دی جائے گی اور وہ ایسی صورت میں محشور ہوگا کہ اس کے چہرے سے خوش حالی ظاہر ہوگی''

(5) کتاب ''اقناع اللائم''، میں مناقب ابن شہر آشوب سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت نقل کی گئی ہے کہ، آپؑ نے فرمایا کہ:

''حضرت علی زین العابدین علیہ السلام اپنے مظلومؑ باپ کی

شہادت کے بعد چالیس سال زندہ رہے کوئی ایسا وقت نہیں تھا کہ غذا سامنے آئے اور امامؑ نہ روئے ہوں، ایک دن اُنؑ سے عرض کی گئی،''اے فرزندِ رسولؐ! میں قربان ہو جاؤں مجھے خوف ہے کہ آپؑ روتے روتے اپنی زندگی ہی ختم کر دیں گے،'' امامؑ سید سجاد نے فرمایا،''میں اپنے حزن و اندوہ کا شکوہ خدا کی بارگاہ میں کرتا ہوں اور خداوند عالم کی طرف سے مجھے جو علم عطا ہوا ہے، وہ تیرے پاس نہیں ہے، جو میں جانتا ہوں، اس کا تجھے علم نہیں ہے، کوئی ایسا وقت نہیں گزرا کہ میں نے حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کے فرزند کو یاد کیا ہو مگر آنکھوں میں خود بہ خود آنسو نہ آئے ہوں،''

(6) کتاب ''مجالس السنیہ''، ص164 پر درج ہے کہ:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ،''علی ابن حسین علیہم السلام نے اپنے والدِ بزرگوار سید الشہداؑ پر چالیس سال تک گریہ کیا، وہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت کرتے، جس وقت افطار کا وقت ہوتا، غلام کھانا اور پانی لاتا اور امامؑ کی خدمت میں رکھ کر عرض کرتا کہ،''تناول فرمائیں''، امامؑ فرماتے،''ہائے فرزندِ رسولؐ خدا کو بھوکا اور پیاسا شہید کیا گیا''، آپؑ انہیں الفاظ کو دہراتے رہتے اور روتے جاتے یہاں تک کہ کھانا آنسوؤں سے تر اور پانی مخلوط ہو جاتا، وہ جب تک زندہ رہے، ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہا۔

(7) اسی کتاب کے ص 146 پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

''پانچ آدمیوں نے دنیا میں سب سے زیادہ گریہ کیا،

(1) حضرت آدم علیہ السلام ، (2) حضرت یعقوب علیہ السلام ، (3) حضرت یوسف علیہ السلام ، (4) حضرت فاطمۃ الزہرا بنتِ رسولؐ اللہ سلام اللہ علیہا اور (5) حضرت علی زین العابدین ابن حسین علیہم السلام'' پھر فرماتے ہیں کہ، ''حضرت علی ابن حسین علیہم السلام کی یہ حالت تھی کہ جب غلام اُن کے سامنے کھانا رکھتا تو امامؑ گریہ شروع کر دیتے ، وہ عرض کرتا، ''اے فرزندِ رسولؐ! میں آپؑ پر قربان جاؤں ، میں ڈرتا ہوں کہ روتے روتے آپؑ کہیں جان ہی نہ دے دیں''،

سید سجادؑ فرماتے، ''میں اپنے حزن و ملال کا شکوہ خدا کی بارگاہ میں کرتا ہوں ، میں خدا کے فضل سے وہ علم رکھتا ہوں جس کا تمہیں علم نہیں ہے، میں کسی وقت بھی فرزندِ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کو یاد نہیں کرتا مگر خود بخود آنکھوں سے آنسو شروع ہو جاتے ہیں''۔

(8) کتاب ''مجالس السنیہ''، ص 147 پر ہے کہ:

افطار کے وقت غلام جب بھی طعام لے کر امام سجاد علیہ السلام کی

خدمت میں حاضر ہوتے، سید سجادؑ سید الشہداؑ کو یاد کرتے اور فرماتے،
''واکربا!'' اور اس لفظ کا تکرار کرتے رہتے اور فرماتے، ''فرزندِ رسولؐ
کو بھوکا شہید کیا گیا، فرزندِ حبیبِؐ خدا پیاسا شہید کیا گیا'' اور اتنا روتے
کہ آنحضرت کا لباس تر ہو جاتا۔

ایک غلام نقل کرتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی ابن حسین علیہم
السلام صحرا کی طرف نکلے، میں بھی اُنؑ کے پیچھے پیچھے چلا، میں نے دیکھا
کہ ایک پتھر پر میرے آقا سید سجاد علیہ السلام نے سجدہ میں سر رکھا ہوا تھا،
اور اُنؑ کے رونے اور کچھ پڑھنے کی آواز آ رہی تھی، میں اُنؑ کے نزدیک
کھڑا ہو گیا اور شمار کرتا رہا کہ امامؑ نے ایک ہزار مرتبہ پڑھا، ''لَآ اِلٰـــهَ
اِلَّا اللّٰـهُ حَقًا حَقًا ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تَعَبُّدً وَّرِقًا ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
اِيْمَانًا وَّ تَصْدِيْقًا'' اس کے بعد آنحضرتؑ نے اپنا سر سجدہ سے اُٹھایا
تو میں نے دیکھا کہ آپؑ کا چہرہ اور ریش مبارک آنسوؤں سے تر تھی، میں
نے اپنے مولاؑ کی خدمت میں عرض کی، ''آقا! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ
آپؑ کا گریہ ختم یا کم از کم کچھ کم ہی ہو جائے؟''

میرے مولا نے فرمایا:

''تجھ پر افسوس ہے'' اور پھر پورا واقعہ بیان کیا، جو گزر چکا ہے۔

(9) کتاب ''اعیان الشیعہ''، پہلا ایڈیشن، جلد 4، ص 249 پر

کچھ اشعار حضرت علی زین العابدین علیہ السلام کی نسبت سے درج کیے گئے ہیں:

نحن بنو االمصطفیٰ ذو غصص یجر عھا فی الانام کا ظمنا

عظیمۃ فی الانام محنتنا اولنا مبتلیٰ و آخرنا

یفرح ھٰذا نوری بعیدھم و نحن اعیا دنا ما تمنا

وا لناس فی الامن والسر ود وما یا من طول الزمان خا ئفنا

وماخصصنابہ من الشرف الطائل بین الانام آفتنا

یحکم فینا والحکم فی لنا جا حد نا حقنا وغا صبنا

ترجمہ: ''ہم حضرت محمد مصطفیٰؐ کی اولاد ہیں اور ہمیں تکالیف دی گئیں، ہم اُن تکالیف پر اپنا غم وغصہ ضبط کیے ہوئے لوگوں میں گزر بسر کر رہے ہیں، ہم نے امت کے لیے بہت قربانیاں دی ہیں، ہمارا پہلا اور آخری بھی اُن تکالیف میں مبتلا ہے، عام لوگ تو عید منا کر خوش ہو جاتے ہیں، لیکن ہم وہ ہیں جن کی عیدیں بھی گریہ و ماتم میں بدل چکی ہیں لوگ خوشی اور امن میں ہیں اور ہم ہیں کہ کسی بھی جگہ ہمارے لیے امان نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں پر ہمیں جو فضل وشرف عطا ہوا ہے، اسی کی وجہ سے ہم پر مصائب وآلام آئے ہیں، ہمارے حق کا غاصب ومنکر ہمارے بارے میں کچھ کے کچھ فیصلے کرتا ہے حالاں کہ اس مسئلہ کے متعلق

ہمارے لیے پہلے ہی حکم نازل ہو چکا ہے''۔

(10) کتاب ''اقناع اللائم''، ص 107 پر علی ابن ابراہیم کی تفسیر میں ابن قولویہ سے اور کامل ثواب الاعمال، شیخ صدوق کی سند سے روایت کی گئی ہے کہ:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ، ''حضرت علی ابن حسین علیہم السلام سے روایت ہے کہ جو مومن حسین ابن علی علیہم السلام کی شہادت پر یا دشمنوں کی طرف سے ہمیں جو تکالیف پہنچی ہیں، اُن پر اتنا روئے کہ آنسو اس کے رخسار پر آجائیں تو خداوند کریم قیامت کے روز اسے بہشت میں جگہ عطا فرمائے گا''

(11) کتاب ''کامل الزیارات'' میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ:

''حضرت علی ابن حسین علیہم السلام نے فرمایا کہ، ''جب کسی کے پاس مصائب حسین علیہ السلام کا ذکر کیا جائے اور اس کی آنکھوں میں فقط اتنے آنسو آجائیں کہ اس سے مکھی کا پَر تر ہو سکے تو خداوند کریم کی طرف سے اس کی کم از کم جزا بہشت ہے''۔

(12) کتاب ''موسوعۃ آل النبیؐ''، ص 645 پر زیادہ گریہ کرنے والوں کے نام درج کیے گئے ہیں اور علی زین العابدین علیہ السلام

کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ آپؑ اپنے مظلوم باپ سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام پر بہت زیادہ گریہ کرتے تھے۔

ب: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا گریہ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے گریہ کرنے کے متعلق بہت سی روایات ملتی ہیں اور آپؑ کے اس عمل کا ایک سبب حکومت بنی امیہ کی سختی تھی امامؑ، اُن کے اہلِ خانہ اور دوستوں پر امویین بہت سختی کرتے تھے، وہ پانچویں امامؑ اور اُنؑ کے اہلِ بیتؑ کو مجبور کرتے تھے کہ امام حسین علیہ السلام کی عزاداری گھروں کے اندر برپا کیا کریں اور گھروں کے افراد کے علاوہ باہر کا کوئی آدمی اس میں آنے نہ پائے، اس موضوع پر چند روایات درج کی جاتی ہیں:

(1) کتاب ''نہضۃ الحسینؑ''، ص152 پر ہے کہ:

کہ اہلِ بیتِ نبوتؐ کے جو حالات تاریخ اسلامی میں ہیں، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ماہ محرم کا چاند دیکھتے ہی محزون ہو جاتے تھے، عرب کے شعرا حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب کو تازہ کرنے کے لیے فرزندِ رسولِؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوتے اور امام حسین علیہ السلام کی مصیبت کے بارے میں نئے نئے مرثیے اپنے اپنے انداز سے پڑھا کرتے تھے، اُن کے وہ اشعار آج بھی ایک یادگار کے طور پر محفوظ ہیں۔

ایک مشہور و معروف شاعر کمیت ابن زید اسدی جو اموی حکومت کے دوران 126 ہجری میں فوت ہوا، وہ بنی ہاشم کی شان میں قصیدے پڑھا کرتا تھا اور آلِ رسولؐ کے مصائب و آلام بیان کیا کرتا تھا، ''قصائدِ ہاشمیات'' کے نام سے اس کے بہت قصیدے مشہور ہوئے، وہ حضرت علی زین العابدین علیہ السلام، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب کا ذکر اشعار کی صورت میں کیا کرتا تھا۔

(2) کتاب ''کامل الزیارات'' میں ابن قولویہ نے ص 174 پر مالک جہنی سے نقل کیا ہے کہ:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا، ''چاہیئے کہ روزِ عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے گریہ کیا جائے، جو کوئی بھی اس دن گھر میں موجود ہو، وہ اپنے اہلِ خانہ سے کہے کہ، ''فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرو''، تمام لوگوں پر واجب ہے کہ اس روز گھروں میں امام حسین علیہ السلام پر گریہ کریں اور اُنؑ کی مصیبت پر غم کا اظہار کر کے مودتِ اہل بیتؑ کا ثبوت دیں،

اہلِ خانہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے وقت روتے ہوئے ملیں، اور ایک دوسرے کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی تعزیت و تسلیت

پیش کریں اس عمل کو انجام دینے والوں کے بارے میں مَیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ضمانت دیتا ہوں کہ دو ہزار حج و عمرہ اور حبیبِ خداؐ و آئمہ معصومین علیہم السلام کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کا ثواب اُن کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا''۔

(3) کتاب ''الشیعہ والحاکمون''، ص126 پر جہاں شاعر اہل بیتؑ کمیت اسدی، صاحبِ ''قصائدِ ہاشمیات''، کے حالات درج ہیں، لکھا ہے کہ کمیت اسدی جب مدینۃ الرسولؐ میں آیا تو امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُنؑ کی اجازت سے اپنا قصیدہ پڑھنا شروع کیا اور جب وہ اس مقام پر پہنچا:

وقتیل با لطف غورد منهم بین غو غا ء امة و طغا م

یعنی: ''جو میدانِ کربلا میں شہید ہوئے ہیں، وہ طغام و امت کے افراد میں غوغہ برپا کر رہے ہیں''،

تو امام محمد باقر علیہ السلام نے گریہ کیا اور فرمایا:

''اے کمیت! اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں تجھے ضرور دیتا، لیکن تیرے لیے وہی چیز ہے جو رسولِ خداؐ نے حسان بن ثابت سے کہی تھی کہ:

''جب تک تو میرے اہلِ بیتؑ کی مدد کرتا رہے گا، روح القدس تیری مدد کرتا رہے گا''

(4) کتاب ''اقناع اللائم''، ص 106 پر شیخ طوسی نے ''مصباح المتہجد'' میں بسند امام محمد باقر علیہ السلام روایت کی ہے کہ:

روزِ عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرنے اور حالتِ گریہ میں غروبِ آفتاب تک وہاں رہنے کا اجر بیان کرتے ہوئے امامؑ نے فرمایا کہ:

''جو کوئی حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر سے دور کھڑے ہو کر اشارہ سے سلام کرے اور امامؑ کے قاتلوں پر لعنت کرے' اس کے بعد دو رکعت نمازِ زیارت پڑھے اور یہ عمل دسویں محرم کو نماز سے پہلے انجام دے پھر مظلومِ کربلاؑ کے لیے گریہ کرے' اپنے اہلِ خانہ اور اہلِ اثر افراد کو رونے کا حکم دے گھر میں ذکر مصیبتِ امام حسین علیہ السلام کی عزاداری بر پا کرے، جزع و نالہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اجر دے گا اور یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ اس کی کم از کم جزا بہشت ہے۔''

(5) اسی کتاب کے صفحہ 105 پر ہے کہ:

ابن قولویہ نے ''کامل'' میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ:

''جو مومن شہادت امام حسین علیہ السلام پر فقط اتنا گریہ کرے آنسو چہرے پر گر پڑیں تو خداوند کریم اسے بہشت میں مکان عطا کرے

گا' جہاں وہ سالہا سال تک رہے گا''۔

(6) کتاب ''ثورۃ الحسینؑ''، تالیف محمد شمس الدین، طبع شدہ 1390 ہجری، نجف اشرف، میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے آثار آہستہ آہستہ ملتِ اسلام کے ذہنوں میں ظاہر ہونا شروع ہوئے چنانچہ شہید کربلا کے لیے، مرثیے اور نوحے پڑھے گئے اور اُن لوگوں نے توبہ کرنا شروع کی جنہوں نے استغاثۂ امامؑ پر لبیک نہیں کہی تھی یا دشمن کی جمعیت کو زیادہ کیا تھا اور سرزمین حجاز پر حکمرانِ بنی امیہ کے خلاف بغاوت بہت زوروں پر تھی اور وہ آہستہ آہستہ عراق اور دیگر تمام علاقوں تک پھیل گئی اور بنی امیہ اور اُن کے پیروکاروں سے انتقام کی مہم آزادنہ طور پر شروع ہو گئی اور شہدائے کربلا کے لیے مرثیہ و نوحہ خوانی کے لیے رکاوٹ باقی نہ رہی اور اس طرح سے عزاداریٔ امام حسین علیہ السلام بسیط شکل میں شروع ہوئی جب کہ شروع شروع میں یہ کام چھوٹے چھوٹے اجتماعات سے شروع ہوا تھا یعنی اہلِ بیتؑ رسولِ خداؐ کے پیروکاروں میں سے کوئی ایک شخص اپنے گھر میں مجلس عزا منعقد کرتا اور حضرت امام حسینؑ پر میدانِ کربلا میں جو ظلم وستم کیا گیا تھا، بیان کرتا، سننے والے گریہ کرتے اور ظالمین سے اپنی نفرت کا اظہار کرتے۔

اس قسم کی مجالس عزا میں یزیدی لشکر کے مقابلہ میں قیام کرنے والے بہادروں کی شہادت پر بھی مرثیے پڑھے جاتے تھے، مظلومؑ کی عزاداری گردشِ زمانہ کے ساتھ، مختلف ادوار سے گزر کر اور کٹھن مراحل کو طے کر کے ہم تک پہنچی ہے اور اس وقت موجودہ شکل میں برپا ہوتی ہے' آئمہ اہل بیت علیہ السلام نے عزاداری کو برقرار رکھنے کے لیے بہت جرأت فرمائی اسے منظم کرنا' اُن کی شان میں اشعار پڑھنا، اُنؑ کی یاد میں مجالس برپا کرنا، گھروں میں اہتمام کرنا، جو لوگ مصیبتِ اہلِ بیتِ رسولِؐ خدا بیان کرتے تھے، اُن کی عزت واستقبال کرنا اور جو کچھ وہ بیان کرتے تھے اسے سننا، اس نیک عمل، اچھی سنت، اقامۂ عزا کی طرف امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں زیادہ توجہ دی گئی، اس زمانے میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی مجالس عزا میں خطاب کرنے والوں میں بڑے بڑے شعراً مثلاً کمیت ابن زید اسدی، سید حمیری، جعفر ابن عفان اور دلیل خزاعی، کے نام شامل ہیں، ان کے علاوہ اور بھی چھوٹے بڑے شاعر، فرزندِ رسولؐ کے فضائل ومصائب بیان کیا کرتے تھے۔

ج: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا گریہ

آئمہ معصومین علیہ السلام میں، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے جد مظلوم حضرت امام حسین علیہ السلام پر پر زیادہ حزن وگریہ کرنے والوں میں سے تھے آپؑ کی گریہ وزاری کے متعلق روایات بہت زیادہ اور متواتر ہیں اُن میں سے بعض کو یہاں درج کیا جاتا ہے:

(1) کتاب ''اقناع اللائم''، ص 197 پر'' کامل'' ابن قولویہ سے بسند ابوبصیر روایت کی گئی ہے کہ:

میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ جنابؑ کے صاحب زادے تشریف لائے، امامؑ نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور ''مرحبا'' کہا، پھر فرمایا، ''جو تجھے حقیر سمجھے، خدا اس کو حقیر بنائے، جو تجھے شہید کرے، اللہ تعالیٰ اس ظالم سے تیرا انتقام لے، جو تجھے خوار کرنا چاہے، اللہ تعالیٰ اسے خوار کرے خدا اس پر لعنت کرے، جو تیرا خون بہائے، خداوندِ کریم تیرا نگہبان تیرا دوست ومددگار ہے، تیری مظلومیت پر انبیاءؑ وصدیقین وشہداءؑ، آسمان اور زمین پر رہنے والے فرشتوں کا گریہ بہت طولانی ہے''۔

پھر امام جعفر صادق علیہ السلام رو دیئے اور فرمایا:

''اے ابوبصیر! جس وقت میں اولادِ حسین علیہ السلام پر نظر ڈالتا

ہوں تو میری حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ گریہ ضبط نہیں کر سکتا اور یہ اس تکلیف اور مصیبت پر ہے جو خود مظلومِ کربلاؑ اور اُنؑ کی اولاد پر آئی ہے، اے ابو بصیر! حضرت فاطمۃ الزہرا بنت حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان مصائب پر گریہ کرتی ہیں،'' پھر آپ نے فرمایا،'' اے ابو بصیر! کیا تو اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تیرا ان لوگوں میں شمار ہو جو حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کی مدد کرتے ہیں،'' امامؑ نے جب یہ کلمات فرمائے تو میں رونے لگا اور اس قدر رویا کہ گفتگو کرنے کی قدرت ہی نہ رہی۔

(2) کتاب ''اقناع اللائم''، میں معاویہ بن وہب سے نقل کیا گیا ہے کہ:

''روزِ عاشورا میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ مولاؑ عبادت خانے میں سجدہ کی حالت میں ہیں، جب تک وہ عبادت سے فارغ نہیں ہوئے میں کھڑا رہا، وہ حالتِ گریہ میں تھے اور سجدہ کو طول دے رکھا تھا، میں نے سنا آپؑ سجدہ کی حالت میں اپنے رب سے مناجات میں مشغول تھے نیز امام حسین علیہ السلام کے زواروں، اپنے بھائیوں اور اپنے لیے مغفرت طلب کر رہے تھے اور بار بار اپنے الفاظ دہراتے تھے''،

میرے آقا نے جب سجدہ سے سر اُٹھایا تو میں نے اُنؑ کے قریب

جا کر سلام کیا اور غور سے دیکھا تو آپؑ کے چہرے کا رنگ متغیر تھا اور آپؑ کی آنکھوں سے آنسو موتیوں کی طرح رُخِ انور پر گر رہے تھے اور آپؑ کی ریشِ مبارک تر تھی، میں نے عرض کی، ''میرے سردار! اللہ تعالیٰ آپؑ کو نہ رُلائے، آپؑ کس لیے رو رہے ہیں؟'' فرمایا، ''کیا تو ان واقعات سے غافل ہے، جو اِس روز واقع ہوئے؟، میں انہیں کے لیے گریہ کر رہا تھا' وہ اس دن رنج و الم اور حزن و ملال میں تھے اس لیے میں مغموم ومحزون ہوں،'' میں نے عرض کی، ''میرے آقا! آج کے دن کے کون کون سے اعمال ہیں؟''

امامؑ نے فرمایا:

''اے ابن وہب! دور یا نزدیک سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت پڑھو اور اُن کی مصیبت کی وجہ سے غم تازہ کرو اور زیادہ سے زیادہ گریہ کرو۔''

میں نے عرض کی:

''میں آپؑ پر قربان جاؤں، مجھے تو یہ علم ہی نہیں تھا کہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا اجر اتنا ہے، آج آپؑ کی دعا سُنی ہے تو اندازہ ہوا ہے، آپ تو امام حسین علیہ السلام کے زائرین کے لیے مغفرت طلب کر رہے تھے، امامؑ نے فرمایا:

''اے ابن وہب! سنو امام حسین علیہ السلام کے زائرین کے لیے مغفرت طلب کرنے والے زمین پر تھوڑے ہیں جب کہ آسمان پر اُن کی تعداد بہت زیادہ ہے، یاد رکھو، کسی کے ڈر کی وجہ سے زیارتِ امام حسین علیہ السلام ترک نہ کرو، جس کسی نے خوف کی وجہ سے امام حسین علیہ السلام کی زیارت چھوڑ دی' اسے پشیمان ہونا پڑے گا' اے ابن وہب! کیا تُو اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر نظر رحمت کرے اور کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ روزِ قیامت تیرا شمار حضرت محمد مصطفیٰؐ سے مصافحہ کرنے والوں میں ہو''؟

میں نے عرض کی:

''اے میرے آقا! عاشورا کے دن بغیر سحری کے روزہ رکھنے کے متعلق آپؑ کیا فرماتے ہیں''؟ امامؑ نے فرمایا، ''پورا دن روزہ نہ رکھو، بلکہ عصر کے وقت پانی کے ساتھ فاقہ شکنی کرو، کیونکہ اس وقت آلِ محمد علیہم السلام سے ہجوم ختم ہو گیا تھا، ہم وغم میں کچھ کمی واقع ہوئی تھی، اس حالت میں کہ اُن کے تیس آدمی شہید شدہ زمین پر پڑے ہوئے تھے، جن کا شہید ہونا حضرت رسولِ خدا کے لیے سخت اذیت ناک تھا اگر اس دن رسولؐ دنیا میں زندہ ہوتے تو وہ بھی امام حسین علیہ السلام کے غم میں صاحبِ عزا ہوتے''۔

پھر امام جعفر صادق علیہ السلام اتنا روئے کہ ان کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی عاشورا کے دن وہ آخر وقت تک وہ غم زدہ صورت میں گریہ کرتے رہے اور میں بھی اُن کے ساتھ مغموم محزون حالت میں گریہ کرتا رہا''۔

(3) شیخ صدوق نے ''امالی'' اور ابن قولویہ نے ''کامل'' میں بسند ابی عمارہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ:

''اے ابی عمارہ! امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر میرے لیے اشعار پڑھو'' اور جب میں نے اشعار پڑھے، تو امامِ عالی مقامؑ رو پڑے خدا کی قسم! جتنی دیر میں پڑھتا رہا' امامؑ گریہ کرتے رہے اور اس قدر گریہ کیا کہ امامؑ کے رونے کی آواز اہلِ خانہ نے سنی' بعد میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، ''اے ابی عمارہ! جوکوئی امام حسین علیہ السلام کی مصیبت بیان کرے اور تیس آدمیوں کو رلائے اس کے لیے بہشت لازم ہے اور جوکوئی دس آدمیوں کو رُلائے اس کے لیے بھی بہشت ہے اور جو کوئی ایک آدمی کو رُلائے، تو اس کے لیے بھی بہشت ہے حتیٰ کہ جوکوئی ذکرِ حسین علیہ السلام بیان کرے یا سُنے اور رونے کی شکل بھی بنائے تو اس کے لیے بھی جنت واجب ہے۔''

(4) کتاب ''رجال کشی''، میں زید شحام سے روایت ہے کہ:

کوفہ کے لوگوں کی ایک جماعت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں تھی، جعفر ابن عفان امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، امامؑ نے اسے اپنے قریب بلانے کے لیے فرمایا، ''اے جعفر!''

اس نے عرض کی:

''لبیک! اللہ تعالیٰ مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دے۔'' امامؑ نے فرمایا، ''میں نے سنا ہے کہ تو امام حسین علیہ السلام کے بارے میں خوب اشعار پڑھا کرتا ہے؟'' اس نے عرض کیا، ''جی ہاں! میں آپؑ پر قربان جاؤں، ''امامؑ نے فرمایا، ''اچھا مجھے بھی سناؤ''، جعفر نے شعر پڑھنا شروع کیے تو امام جعفر صادق علیہ السلام اور اُن کی خدمت میں بیٹھنے والے لوگوں نے رونا شروع کر دیا اور اس قدر روئے کہ چہرہ اور ریشِ مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی، پھر فرمایا:

''اے جعفر! کیا اس سے بڑھ کر تجھے نہ بتاؤں''؟ اس نے عرض کی، ''جی ہاں، اے میرے آقا!'' امام نے فرمایا، ''کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو امام حسین علیہ السلام کے مصائب پڑھے، خود روئے اور دوسرں کو رلائے اور خداوند کریم اس کے گناہ معاف فرما کر اسے بہشت میں داخل نہ فرمائے۔''

(5) ابو الفرج اصفہانی نے ''اغانی'' میں بسند علی ابن اسماعیل تمیمی اس کے باپ سے روایت کی ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ سید حمیری نے امامؑ کے دربان سے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی، امامؑ نے اسے اندر آنے کی اجازت دی اور ساتھ ہی اپنے پردہ داروں کو پردے میں بیٹھنے کی ہدایت کی، سید حمیری اندر آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا، تو امامؑ نے اسے اشعار پڑھنے کے لیے کہا، چنانچہ اس نے امامؑ کی خدمت میں ان اشعار کو پڑھا:

امرر علی جدث الحسینؑ فقل لا عظمة الزّکیّة
آاعظما لا زلت من وطفاء ساکبة رویة
واذا امررت بقبرہ فاطل به وقف المطیة
وابک المطھر للمطھر والمطھرة التقیة
کبکاء معولة اتت یوما لواحدھا المنیّة

ترجمہ: ''امام حسین علیہ السلام کے بدن پر نظر کرو، اس پاک بدن کی بڑی مصیبت کے بارے میں کہو، ہائے افسوس! اس بہت بڑی تکلیف دہ مصیبت کے لیے ہمیشہ ہی کے لیے رونا ہے اور جب مظلوم کربلا امام حسین علیہ السلام کے مزارِ مقدس کے قریب سے گزرو تو آپ کی قبر پر ٹھہر جاؤ اور اپنے اس ٹھہرنے کو طول دو اور گریہ کرو، اس مظلوم اور پاک و

پاکیزہ کے لیے باتقویٰ عورت کی طرح گریہ کرو اور اس بوڑھی عورت کی طرح گریہ کرو جس کا کوئی جوان بیٹا فوت ہو گیا ہو،''

ان شعروں کو سن کر امام جعفر صادق علیہ السلام نے اتنا گریہ کیا کہ آپؑ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی اور اُن کے اہلِ خانہ کے رونے کی آواز بھی بلند ہوئی پھر امامؑ نے فرمایا،''اپنے بیان کو تمام کرو،'' پس میں خاموش ہو گیا۔

اور ابو الفرج نے ''اغانی''، میں تمیمی سے، اس نے اپنے باپ سے' اس نے فضیل الرسال سے روایت کی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس سید حمیری کے قصیدہ کے اس شعر کو پڑھا:

لا م عمر و با للو ی مربع طا مسة اعلا مه برقع

تو امامؑ اہلِ خانہ کے رونے کی آواز بلند ہوئی، امامؑ نے مجھ سے پوچھا،''یہ کس کا شعر ہے''؟ میں نے عرض کیا کہ،''یہ سید حمیری کا ہے''، امامؑ نے اس کے متعلق اور پوچھا تو میں نے بتایا کہ،''سید انتقال کر گیا ہے''، امامؑ نے فرمایا،''اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے''،

(6) شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے ''ثواب الاعمال'' میں بسند ابی ہارون مکفوف تحریر کیا ہے کہ:

مَیں' امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، امامؑ

نے مجھ سے فرمایا:

''اے ابی ہارون ! امام حسین علیہ السلام کے مصائب جس طرح اپنی مجالس میں بلند آواز کے ساتھ پڑھتے ہو، اسی طرح میرے سامنے بھی پڑھو'' چنانچہ میں نے تعمیلِ ارشاد میں اس طرح پڑھا:

ے امرر علی جد ث الحسین

فقل لا عظمة ا لزّ کیّة

ترجمہ: ''امام حسین علیہ السلام کے جسم پر نظر کرو اور انؑ کی بہت بڑی مصیبت بیان کرو۔''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے گریہ کیا اور پھر مجھ سے فرمایا کہ:

''میرے لیے اور پڑھو''،

میں نے اور شعر پڑھا:

ما لذ عیشک بعدر ضک با لجیا د ا لا عوجبه

ترجمہ: ''جب سے آپؑ کے جسم اطہر کو گھوڑوں کے سُموں سے پامال کیا گیا ہے زندگی میں لذت ہی نہیں رہی ہے''،

امامؑ بہت روئے اور پردے کے پیچھے مستورات کے رونے آوازیں بھی بلند ہوئیں۔

(7) کتاب ''اقناع اللائم''، میں خالد ابن سریر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ:

اولادِ فاطمہ علیہا السلام نے امام حسین علیہ السلام کے غم میں اپنے گریبان چاک کیے اور اپنے منہ پر طمانچے مارے اور امام حسین علیہ السلام جیسے انسان ہی کے لیے جائز ہے کہ منہ پر طمانچے مارے جائیں اور گریبان چاک کیے جائیں۔

(8) بعض روایات میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:

''جو شخص حضرت امام حسین علیہ السلام کا ذکر کر کے روئے یا دوسرے کو رلائے تو خداوند کریم اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کے لیے بہشت واجب کر دیتا ہے''۔

(9) کتاب ''مجالس السنیہ'' ص150 پر ہے کہ:

''امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ، ''بنی ہاشم کی عورتوں نے پانچ سال تک بالوں میں خضاب نہیں کیا، آنکھوں میں سرمہ نہیں لگایا اور نہ ہی کسی گھر سے دھواں نکلتے دیکھا گیا، (یعنی کھانا پکانے کے لیے چولہا ہی نہیں جلایا گیا) یہاں تک ابن زیاد واصل جہنم ہوا:

اور فاطمہ بنتِ علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ:

''جب تک مختارِ ثقفی (علیہ الرحمہ) نے ابن زیاد کو قتل کر کے اس کا

سر نہیں بھیجا، ہماری کسی مستور نے آنکھوں میں سرمہ نہیں لگایا، سر میں کنگھی نہیں کی اور مہندی نہیں لگائی،''

(10) کتاب ''مجالس السنیہ'' ص 81 پر امام جعفر صادق علیہ السلام کی دعاؤں سے نقل کیا گیا ہے کہ:

''اے اللہ! اُن کی آنکھوں پر رحم فرما' جو ہمارے غم میں روتی ہیں، اُن کے دلوں پر رحم فرما' جو ہماری مصیبت کی وجہ سے مغموم ہوتے ہیں اور رحم فرما اس آہ وفریاد پر جو ہمارے لیے بلند ہوتی ہے''،

(10) کتاب ''اقناع اللائم''، ص 108 پر ابن قولویہ نے ''کامل الزیارات'' میں بسند ابی عمارہ نقل کیا ہے کہ:

کوئی ایسا دن نہیں گزرا' جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہو اور امام جعفر صادق علیہ السلام شام تک ہنسے بھی ہوں، (یعنی جس دن امامؑ کے سامنے مظلوم کربلاؑ کا ذکر ہوتا تھا، امامؑ شام تک ہنستے نہیں تھے، بلکہ مغموم رہتے تھے اور فرماتے تھے، ''حسین علیہ السلام ہر مومن (کی آنکھ) کے آنسو ہیں''،

(11) مذکورہ کتاب کے صفحہ 105 پر شیخ طوسی نے ''امالی'' میں شیخ مفید سے بسند امام جعفر صادق علیہ السلام نقل کیا ہے کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام کے پُرسہ کے علاوہ عام میت پر

جزع وفزع مکروہ ہے اور ابن قولویہ نے ''کامل'' میں بسند امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کی ہے کہ:

''انسان جس چیز کے لیے بھی گریہ کرے، مکروہ ہے، سوائے حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت کے اور سید الشہداُ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر رونے والے کو اجر وثواب دیا جائے گا۔''

امام محمد باقر علیہ السلام کے آخری زمانہ میں اور امام جعفرِ صادق علیہ السلام کے پورے زمانے میں نوحہ خواں حضرات کو یہ موقعہ مل گیا تھا کہ یادِ امام حسین علیہ السلام اوران خاندان کی قربانی کو زندہ کرسکیں، ان دونوں اماموںؑ کے زمانہ میں، اس عرصہ کے لیے جب بنی امیہ کا آخری حکمران مروان حمار، اور عباسیوں کا ابُو العباس سفاح حاکم تھا، عزاداری کا سلسلہ قدرے سُست ہو گیا تھا کیونکہ ان ظالموں نے عزائے امام حسین علیہ السلام کو روکنے کی کوششیں تیز کر دی تھیں، لیکن بعد میں حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام کو علوم محمدؐ وآلِ محمد علیہم السلام پھیلانے کا موقع مل گیا تھا اور انہوں نے لوگوں میں یادِ امام حسین علیہ السلام زندہ رکھنے کے لیے اعلانیہ، مرثیہ ونوحہ خوانی شروع کی اور آئندہ آنے والی نسلوں تک اس سلسلہ کو برقرار رکھنے کے لیے ظاہر بظاہر امام حسین علیہ السلام کی عزاداری برپا کی ورنہ اس سے پہلے یہ خفیہ طور پر برپا

ہوا کرتی تھی۔

د: حضرت امام موسیٰ ابن جعفر علیہم السلام کا گریہ

ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظمؑ ابن امام جعفر صادق علیہم السلام کے گریہ کے بارے میں جو روایات وارد ہوئی ہیں، ان میں سے چند ذکر کی جاتیں ہیں:

(1) آٹھویں امام حضرت علی ابن موسیٰ کاظم علیہم السلام سے روایت نقل کی گئی ہے کہ:

جب محرم کا چاند نظر آجاتا تھا، تو میرے والد بزرگوارؑ کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا جاتا تھا بلکہ اُن پر غم اندوہ کا غلبہ ہوتا تھا، اور دسویں محرم تک اُن کی یہی حالت رہتی تھی اور دسویں محرم کو، یعنی جس دن میرے جد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے تھے وہ تمام دن گریہ و زاری میں گزارتے تھے۔

عباسیوں کے دورِ حکومت اور خصوصاً ہارون الرشید کے زمانے میں سادات اور علویوں پر بہت سختی روا رکھی گئی، اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی تو ہر حرکت پر کڑی نظر رکھی جاتی تھی، اکثر انہیں نظر بند یا قید میں رکھا گیا، گویا یادِ امام حسین علیہ السلام اور شہدائے کربلاؑ کی عزاداری میں حکومت براہِ راست مدِ مقابل تھی، چنانچہ اہلِ بیتِ رسول علیہم السلام اور

اُن کے دوستوں کو بھی کئی طرح کے موانع کا سامنا کرنا پڑتا تھا، اس زمانے میں اہلِ بیت رسول علیہم السلام اور اُن کے شیعوں کے لئے اجتماعات اور مجالسِ عزا کا برپا کرنا ایک کارِ دارد تھا کیونکہ حکومت کی اتنی سخت نگرانی ہوتی تھی کہ بعض اوقات ان کا ٹھنڈا سانس بھرنا بھی حکومت کے علم میں ہوتا تھا اور اُن کے رہنما حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ اپنے وطن سے دور عباسی حکومت کے زندانوں ہی میں گزرا اور زندان ہی میں انہیں زہر دیا گیا، جس کے نتیجے میں وہ اس دنیا کو چھوڑ کر دار البقاء کی طرف روانہ ہوئے۔

۵۔ حضرت امام علی ابن موسیٰ کاظم علیہم السلام کا گریہ

• کتب تاریخ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی نوحہ خوانی اور حزن وملال سے بھری ہوئی ہیں، اُن کا اپنے جد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ وزاری کرنا بہت سے راویوں نے درج کیا ہے، اُن میں سے بعض روایات درج کی جاتی ہیں:

(1) شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے ''امالی''، میں بسند امام رضا علیہ السلام روایت کی ہے کہ:

ماہ محرم ایسا مہینہ ہے کہ جس میں زمانہ جاہلیت میں بھی جنگ کرنا حرام سمجھا جاتا تھا، لیکن ہمارا خون اس ماہ میں مباح سمجھا گیا، ہماری عزت

وآبرو کی پروانہ کی گئی، ہماری ذریت اور مستورات کو قید کیا گیا، ہمارے خیموں کو آگ لگائی گئی اور مال واسباب لوٹ لیا گیا، ہمارے بارے میں رسولؐ خدا نے جو حرمت بیان فرمائی تھی اس کی بھی رعایت نہ کی گئی، روزِ عاشورہ کو ہونے والے ظلم وستم نے ہماری آنکھوں کو زخمی اور آنسوؤں کو رواں کر دیا ہے، ہمارے باعظمت افراد کو کربلا میں پست کر کے قیامت تک ہمارے لیے مصیبت وآہ وزاری کا سامان کر دیا گیا ہے۔پس رونے والے حسین علیہ السلام جیسی شخصیت پر گریہ کریں اس لیے کہ غمِ حسین علیہ السلام میں رونا' بزرگ گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے''۔

(2) شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے ''امالی'' اور ''عیون'' میں زبان ابن شبیب سے روایت کی ہے کہ:

میں محرم الحرام کی پہلی تاریخ کو حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، امام نے فرمایا:

''اے شبیب کے بیٹے! گزشتہ زمانہ یعنی (زمانۂ جاہلیت) میں اس مہینے کی عزت وحرمت کی وجہ سے ظلم اور قتل وغارت کو حرام سمجھا جاتا تھا، لیکن آخری رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت نے اس مہینے کی بے حرمتی کی اور رسولؐ خدا کی حرمت کو پس پشت ڈال دیا' انہوں نے اس مہینے میں رسولؐ خدا کی ذریت کو شہید کیا، خاندانِ نبوت کی عورتوں کو قید کیا

ان کے اموال کو لوٹ لیا، خداوندِ عادل انہیں کبھی معاف نہیں کرے گا،

اے شبیب کے بیٹے! اگر تُو کسی چیز کے لیے گریہ کرنا چاہتا ہے تو حسین ابن علی علیہم السلام پر گریہ کر، اس لیے کہ انہیں گوسفند کی طرح ذبح کیا گیا اور اُن کے اہلِ بیت علیہم السلام سے اٹھارہ ایسے افراد کو شہید کیا گیا، جن کی مثال روئے زمین پر نہیں ملتی، تمام آسمانوں اور زمینوں نے ان پر گریہ کیا، چار ہزار فرشتے آسمان سے امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لیے نازل ہوئے تھے لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی فرزندِ رسولؐ شہید ہو چکے تھے پس وہ فرشتے اسی دن سے غبار آلودہ بالوں اور پریشان حالی کے ساتھ قبرِ امامؑ کے پاس بیٹھے گریہ کررہے ہیں اور قائم آلِ محمد علیہ السلام کے ظہور تک وہ قبرِ حسین علیہ السلام ہی پر رہیں گے، جب مہدی آخرالزمان علیہ السلام ظہور فرمائیں گے تو وہ ان کے اعوان و انصار میں شامل ہوں گے اُن کا نعرہ ''یالثارات الحسینؑ'' ہے۔

اے شبیب کے بیٹے! میرے والد بزرگوار نے اپنے والد محترم امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے والدِ بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے تو آسمان سے سرخ خاک اور خون کی بارش ہوئی،

اے شبیب کے بیٹے! اگر تو اِمام حسین علیہ السلام پر گریہ کرے تو

اسی طرح گریہ کر کہ آنسو تیرے رخسار پر جاری ہو جائیں تا کہ جو کچھ تو نے گناہ کیے ہیں، خدا انہیں بخش دے وہ گناہ خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، تھوڑے ہوں یا زیادہ،''

(3) مشہور و معروف شاعر دعبل خزاعی''، نے حکایت کی گئی ہے کہ میں آقا و مولا امام علی ابن موسیٰ کاظم علیہم السلام کی خدمت میں ماہِ محرم میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ ایک مغموم ومحزون کی طرح تشریف فرما ہیں اور آپؑ کے اصحاب اردگرد بیٹھے ہیں، امامؑ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا:

''مرحبا اے دعبل! مرحبا! اپنے ہاتھ اور زبان سے ہمارے مددگار''، اس کے بعد آپؑ نے مجلس میں میرے لیے جگہ بنائی اور اپنے پہلو میں بٹھایا، پھر فرمایا، ''اے دعبل! میں چاہتا ہوں کہ میرے لیے ذکرِ حسین علیہ السلام سے متعلقہ اشعار پڑھو کیونکہ یہ ایام ہمارے لیے تو ایامِ حزن و ملال ہیں اور ہمارے دشمنوں خصوصاً بنوامیہ کے لیے باعثِ راحت؛'' اس کے بعد حضرت امام علی رضا علیہ السلام اٹھے اور ہمارے اور اپنے اہلِ خانہ کے درمیان قنات کا پردہ لٹکایا اور مستورات کو پردہ کے پیچھے بٹھایا تا کہ وہ بھی اپنے جد حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر روئیں پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا:

''اے دعبل! حضرت امام حسین علیہ السلام کا مرثیہ پڑھو، جب تک تو زندہ ہے یقیناً ہمارا مددگار اور ہماری مدح کرنے والا ہے،'' یہ فرما کر امام علی رضا علیہ السلام نے رونا شروع کر دیا اور آپؑ کے آنسو جاری ہو گئے، چنانچہ میں نے یہ اشعار پڑھے:

افاطم لو خلت الحسینؑ مجدلا　　وقد مات عطشانا بشط فرات
اذا للطمت الخد فاطم عنده　　واجریت دمع العین فی الوجنات

ترجمہ: ''اے فاطمہ (علیہا السلام)! اگر آپؑ خیال کرتیں کہ حسین علیہ السلام کو دریائے فرات کے کنارے پیاسا گرا کر ذبح کیا گیا ہے تو آپ ان کے پاس بیٹھ کر منہ پر ماتم کرتیں اور گریہ کرتے ہوئے اپنے رخساروں پر آنسو جاری کر لیتیں۔''

تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں یہ مرثیہ مکمل درج ہے اور اسے مصائب و حزن کے اعتبار سے خاصا دردناک شمار کیا گیا ہے۔

(4) کتاب ''اقناع اللائم''، میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے ''عیون اخبار الرضا'' سے بسند عبدالسلام ابن صالح ہروی روایت کی ہے کہ، دعبل ابن خزاعی' اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے، حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی:

''اے فرزندِ رسولؐ! میں نے آپؑ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا

ہے اور قسم کھائی ہے کہ آپؑ کو سنانے سے پہلے کسی کو نہیں سناؤں گا،'' امام عالی مقامؑ نے فرمایا، ''پڑھو،'' تو میں نے امامؑ کے سامنے پڑھا:

مدارس آیات خلت من تلاوة ومنزل وحی مقفر العرصات

ترجمہ: ''آیات کے تلاوت کرنے کی جگہ تلاوت کرنے سے خالی ہے، وحی کے نازل ہونے کی جگہ ویران اور آبادی سے خالی ہے،''

اور قصیدہ جب اس بیت پر پہنچا کہ:

اری فئیهم فی غیرهم متقسما
وایدیهم من فئیهم صفرات

ترجمہ: ''میں دیکھتا ہوں کہ اُن کا مخصوص مال (مال آلِ محمد علیہم السلام) غیروں میں تقسیم ہوتا ہے اور اُن کے ہاتھ اپنے مال سے خالی ہیں،'' تو امام عالی مقامؑ نے گریہ کیا اور فرمایا:

''اے خزاعی! تُو نے سچ کہا ہے''۔

(5) حدیث کی کتابوں میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روزِ عاشورا کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ:

''جو کوئی بھی دسویں محرم کو دنیا کی حاجات چھوڑ دے گا، اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت کی حاجات پوری کرے گا، جو کوئی بھی روزِ عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر گریہ وزاری کرے گا، تو اللہ تعالیٰ

قیامت کے دن اسے خوش خبری عطا فرمائے گا اور بہشت میں اس کی آنکھیں روشن ہوں گی اور جو شخص دسویں محرم کے دن کو بابرکت سمجھ کر ذخیرہ اندوزی کرے گا تو وہ ذخیرہ شدہ چیزوں میں برکت نہیں پائے گا''

(6) روایات میں بیان ہوا ہے کہ ابراہیم ابن عباس شاعر، حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن کی شان میں مرثیہ پڑھا جس کا پہلا شعر یہ تھا:

ے ازال عزاء القلب بعد التجلد

مصارع اولاد النبیؐ محمد

ترجمہ:''اولادِ حضرت محمد مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قتل گاہ سے گزرنے کے بعد آرام وسکون دل سے ختم ہوگیا ہے''، تو امام عالی مقامؑ اور اُنؑ کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے، وہ یہ شعر سن کر رونے لگے۔

(7) کتاب ''الشیعہ والحاکمون''، ص178 پر جہاں ''دعبل خزاعی'' کا امامؑ کے سامنے مرثیہ پڑھنے کا ذکر ہوا ہے، لکھا ہے کہ:

جب دعبل نے مرثیہ پڑھا تو حضرت امام علی رضا علیہ السلام رو پڑے اور آپؑ کے ساتھ بچے اور مستورات بھی رو پڑیں اور شیعہ حضرات آج تک اس مرثیہ کو منبروں پر پڑھتے اور گریہ کرتے چلے آرہے ہیں، ''دعبل خزاعی'' کے اس مرثیے کے تقریباً ایک سو بیس اشعار ہیں اور ہر

شعر مصائب سے بھرا ہوا ہے، یہ دو شعر نسبتاً زیادہ دردناک ہیں؛

سابکیھم ماذر فی الافق شارق ونادی منادی الخیر للصلوات
وماطلعت شمس وحان غروبھا وباللیل ابکیھم وبالغدوات

ترجمہ: ''اُنؑ کے لیے اس وقت تک گریہ کرتے رہیں گے، جب تک طلوع کنندہ کی روشنی ہے، جب تک بھلائی کی صدا دینے والا نماز کے لیے اذان دیتا رہے گا اور جب تک سورج طلوع وغروب کرتا رہے گا صبح و شام اُنؑ کے لیے گریہ کیا جاتا رہے گا''۔

دعبل، 98 سال زندہ رہا' 198 ہجری میں بصرہ کے راستے (مَرْوْ) میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور 200 ہجری تک امامؑ عالی مقام کی خدمت میں رہا اور 242 ہجری قمری میں ''اہواز'' کے نزدیک، طیب شہر میں فوت ہوا۔

یہاں دعبل خزاعی کے مرثیہ اور نوحہ کے مزید چند اشعار، جو اس نے سید الشہداُ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر پڑھے ہیں، درج کیے جاتے ہیں:

زرخیر قبر بالعراق یزار واعصمی الحمار، فمن نہاك حمار
لم لا ازرك یاحسین لك الفداء قومی ومن عطفت علیہ نزار
ولك المودة من قلوب ذوی النھی وعلی عدوك مقتہ ودمار

یا بن الشہید و یا شہید عمہ خیر العمومۃ جعفر الطیار

ترجمہ: ''بہترین قبر جس کی زیارت کی جائے، وہ عراق میں ہے، اس کی زیارت کرو اور مروان حمار تو مارا گیا ہے، پس اب کون ہے جو تجھے زیارت سے روکنے والا ہے، اے حسین علیہ السلام! میں تیری زیارت کیوں نہ کروں! میرے اہل و اقربا آپؑ پر قربان ہوں اور جو کوئی اس سے پیچھے ہٹے، وہ کم بخت ہے آپ کی دوستی اور محبت صاحبانِ عقل کے دل میں ہے اور آپؑ کے دشمن پر غضب ہے، اے شہید کے فرزند اور اے وہ ذات کہ جس کا چچا بھی شہید ہوا اور چچوں میں سے بہترین چچا جعفر طیار تھا''۔

دعبل کے کلام میں سے چند مزید اشعار یہ ہیں:

راس ابن بنت محمد و وصیہ یا للرجال علیٰ قناۃ یرفع

والمسلمون بمنظر وبمسمع لا جازع من ذا ولا متخشع

ایقظت اجفانا وکنت لھا کری وانمت عینا لم تکن بک تہجع

کحلت بمنظرك العیون عمایۃ واصم نعیک کل اذن تسمع

ما روضۃ الا تمنت انھا لک مضجع ولخط قبرك موضع

ترجمہ: ''اے لوگو! بنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے وصی کے سر مبارک نیزے کی نوک پر بلند ہے، مسلمان اس منظر کو

دیکھ رہے ہیں' اس قصہ کو سن رہے ہیں لیکن وہ گریہ وزاری کرتے ہیں اور نہ ہی اُن کے دلوں میں خشوع پیدا ہوتا ہے آپؑ کے غم نے آنکھوں کو بیدار کر رکھا ہے اور اِن کے لیے آپؑ کا غم شبِ زندہ دار کی طرح تھا کہ میں آنکھوں کو سُلاتا تھا لیکن وہ آپؑ کی وجہ سے نہیں سوتی تھیں، آپؑ کو دیکھنے سے آنکھوں میں بینائی کا سرمہ ڈالا گیا اور آپؑ کی شہادت کی خبر سننے والا ہر کان بہرا ہو گیا، ہر خواہش رکھنے والے نے آرزو کی کہ وہ آپؑ کی آرام گاہ یعنی قبرِ مبارک کی جگہ پر حاضر ہو'۔

و: حضرت امام حسین علیہ السلام پر
تمام آئمہ طاہرین علیہم السلام کا گریہ

امام علی رضا علیہ السلام کے بعد باقی چار اماموں، امام محمد تقیؑ، امام علی نقیؑ، امام حسن عسکریؑ، امام مہدی آخر الزمان علیہم السلام کے زمانہ میں سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اعزا و اقربا کے لیے مرثیہ و نوحہ خوانی گریہ وزاری اور مجالس عزا کا' عباسی حکمرانوں کی سیاست اور شیعانِ آلِ محمدؐ پر اُن کے تسلط کی وجہ سے کبھی کم اور کبھی زیادہ اہتمام ہوتا تھا، کیونکہ چاروں امامؑ بھی اُن کی حکومت میں اُن کے تسلط سے آزاد نہیں تھے کبھی تو عباسی حکمران سیاسی مصلحت کی بنا پر آئمہ معصومین علیہم السلام اور اُن کے توسط سے شیعوں کو قدرے آزادی دے

دیتے تھے اور گریہ وعزاداری کے لیے مانع نہ ہوتے تھے' آئمہ معصومینؑ موقعہ ومحل کے اعتبار سے ظاہر بظاہر اور خفیہ طور پر مجلسِ عزا کا اہتمام کرتے تھے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ حکمران اس آزادی کو محدود کر دیتے اور عزاداری اور مصیبتِ امام حسین علیہ السلام کی یاد دلوانے والے شعائر پر مکمل پابندی لگا دیتے تھے بلکہ کبھی کبھی تو خفیہ طور پر برپا کی جانے والی عزاداری کو ممنوع قرار دے دیتے تھے حضرت امام جواد محمد تقی علیہ السلام کے زمانہ میں اہل تشیع کو گریہ وعزاداری کی کچھ آزادی میسر ہوئی تھی خصوصاً مامون الرشید شیعانِ آلِ رسولؐ پر نرمی کرتا تھا اور وہ یوں کہ مامون نے مصلحت کی بنیاد پر اپنی بیٹی ام الفضل کا نکاح، امام جواد علیہ السلام سے کر کے اُن کو اپنا داماد بنالیا تھا، علویوں کے دورِ حکومت میں کھلے بندوں حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے عزاداری برپا ہوتی تھی اور کوئی بھی معترض نہیں ہوتا تھا، یہ آزادی ''معتصم باللہ'' کے زمانے تک رہی، چونکہ وہ علویوں اور اہلِ بیتِ رسول علیہم السلام کے دوستوں سے رعایت کرتا تھا' اُن پر کسی قسم کی کوئی سختی ہوتی تو وہ اسے دور کیا کرتا تھا' چنانچہ سید الشہداءؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری برپا ہوتی رہتی تھی۔

''معتصم'' کے بعد باقی تین آئمہ معصومین علیہم السلام کے زمانے میں حکمران سختی کیا کرتے تھے اور عزاداریٔ امام حسین علیہ السلام منعقد

کرنے پر غضب ناک ہوا کرتے تھے' لہذا آئمہ معصومین علیہم السلام اور اُن کے شیعوں کی عزاداری کا سلسلہ محدود ہو گیا تھا، لوگ اپنے گھروں میں خفیہ طور پر مجالسِ عزا حضرت امام حسین علیہ السلام بر پا کرلیا کرتے تھے، چونکہ وہ اعلانیہ گریہ وزاری کی قدرت نہ رکھتے تھے، لہذا اپنے گھروں ہی میں مصیبتِ امام حسین علیہ السلام کی یاد تازہ کرلیا کرتے تھے، جن مکانوں اور گھروں میں لوگ شعائر امام حسین علیہ السلام قائم کرتے تھے' وہ وہاں پر پردے لٹکا دیتے تھے' خصوصاً آئمہ معصومین علیہم السلام کے مزاروں مثلاً کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی، نجف میں امیر المومنینؑ اور کاظمین میں امام محمد تقی اور امام موسیٰ کاظم علیہم السلام کی قبور پر بڑے بڑے پردے لٹکا دیتے تھے اور اسی وجہ سے ان اماموںؑ کے زمانے میں عزاداری اور سوگواری کے بارے میں روایات واخبار بہت کم ہیں،

اسی طرح نوحہ خوانی، مجالسِ عزا آئمہ معصومین علیہم السلام کے زمانے میں کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتی رہیں لیکن ہر زمانہ میں' ہر وقت اور ہر لمحہ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش بھی کی جاتی تھی اور اپنے دوستوں اور شیعوں کو امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے، مرثیہ ونوحہ خوانی اور مجالسِ عزا کا شوق دلواتے تھے، خصوصاً روزِ عاشورا کو نوحہ وگریہ وزاری کے ساتھ گزارنے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام پر صحابۂ کرامؓ اور بزرگانِ دینؒ کا گریہ

صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دینؒ کی طرف سے ہر زمانے اور ہر دور میں نوحہ خوانی و عزاداری ہوتی رہی ہے، کتب و روایات میں اُن کا ذکر موجود ہے، اس کے علاوہ سینہ بسینہ بھی ایک دوسرے کو بتلایا جاتا رہا ہے، جب سے یہ دردناک واقعہ پیش آیا ہے' عزاداری جاری ہے اور گریہ و زاری کسی ایک گروہ مثلاً صحابہ کرامؓ، امرأ، علمأ اور بزرگانِ دینؒ وغیرہ ہی کے ساتھ مختص نہیں' بلکہ تمام افراد اس میں شامل ہیں۔

کربلا میں فرزندِ رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سر جُدا ہونے کے بعد شہر بہ شہر پھرایا گیا اور نتیجتہً جو لوگ مغموم و محزون ہوئے' انہوں نے مرثیہ و نوحہ خوانی اور عزاداری برپا کی' تاریخ نے اپنے سینہ میں اُن کے نام بھی محفوظ رکھے ہیں اور اس قلیل گروہ میں بالخصوص اُن لوگوں کے نام ہیں' جو واقعہ کربلا کے قریب ترین زمانہ میں موجود تھے۔

(1) کتاب ''صواعقِ محرقہ'' اور ''تذکرۃ الخواص'' کے علاوہ ابن ابی الدنیا نے جہاں امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک ابن زیاد کے

سامنے رکھنے اور دندانِ مبارک پر چھڑی لگانے کا تذکرہ کیا ہے، وہاں نقل کیا ہے کہ:

صحابی رسولؐ زید ابن ارقم' ابنِ زیاد کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے کہا:

''ابن زیاد! اس چھڑی کو ہٹا لے، خدا کی قسم! مَیں نے اکثر دیکھا ہے کہ حبیبِ خدا' اِن لبوں کو بوسے دیا کرتے تھے،'' یہ کہہ کر زید ابن ارقم نے رونا شروع کر دیا، ابن زیاد نے تلملا کر کہا،'' خدا تیرا اگریہ زیادہ کرے' اگر تُو بوڑھا آدمی نہ ہوتا تو میں تیری گردن اُڑوا دیتا،'' زید اپنی جگہ سے اُٹھے اور کہا:

''ہائے افسوس! اے لوگو آج سے تم غلام بن گئے ہو' تم نے دخترِ رسولؐ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کے بیٹےؑ کو شہید کر دیا ہے اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا سردار بنالیا ہے، خدا کی قسم! یہ تمہارے نیک افراد کو قتل کرے گا اور بُروں کو اپنا غلام بنائے گا جو کوئی اس ننگ و عار پر راضی رہے تو خدا اُسے اپنی رحمت سے دُور کر دے گا''،

پھر ابن زیاد کی طرف منہ کر کے فرمایا:

''میں تجھے رسولؐ خدا کی ایک حدیث سناتا ہوں جو تیرے لیے اس سے بھی غصہ آور ہے اور وہ یہ کہ میں نے رسولؐ خدا کو دیکھا کہ آپ

نے اپنے دائیں زانو پہ امام حسن علیہ السلام اور بائیں زانو پہ امام حسین علیہ السلام کو بٹھایا ہوا تھا، اس وقت آپ نے اپنے ہاتھوں کو اُن کے سروں تک بلند فرما کر دُعا کی کہ، ''اے پروردگار! میں ان دونوں شہزادوں کو تیرے اور شائستہ مومنین کے سپرد کرتا ہوں، پس اے ابن زیاد رسولؐ خدا کی امانت تیرے نزدیک کیسی ہے''؟

اس واقعہ کو طبری نے حمید ابن مسلم کی سند کے ساتھ اور ابن اثیر نے بھی مختصراً تحریر کیا ہے، ابوحنیفہ دینوری نے ''اخبار الطّول'' میں اور شیخ علی ہندی نے بھی ''منتخب کنز العمال'' میں کچھ اختلافِ عبارت کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(2) جملہ تابعین میں سے حسن بصری نے امام حسین علیہ السلام کے لیے گریہ کیا اور سبط ابن جوزی نے ''تذکرۃ الخواص'' میں ذکر کیا ہے کہ:

حسن بصری کو جب فرزندِ رسولؐ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچی تو اس نے اس قدر گریہ کیا کہ قریب تھا کہ اپنی پیشانی کے بال نوچ ڈالے اور کہا، ''امت کے ذلیل ترین افراد نے رسولؐ خدا کے بیٹے کو شہید کیا ہے خدا کی قسم اس کے نانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور والد علی مرتضٰی علیہ السلام اس کے سر مبارک کو واپس اس کے بدن کے ساتھ متصل کریں گے اور ابن مرجانہ سے اس کا انتقام لیں گے''۔

(3) جن افراد نے امام حسین علیہ السلام کو شہادت سے پہلے دیکھا تھا اور اُن کی شہادت کی خبر سن کر گریہ کیا، اُن میں زوجۃ النبی ام سلمہ، ربیع ابن خثیم' انس ابن مالک اور دیگر افراد ہیں، کتاب ''اقناع اللائم''، ص 67، ''صواعق محرقہ'' اور'' تذکرۃ الخواص'' میں ابن سعد حضرت بی بی ام سلمہ کے حالات میں بیان کرتا ہے کہ جب زوجۃ النبیؐ کو فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچی تو فرمایا، ''کیا واقعاً حسینؑ کو شہید کر دیا گیا ہے''؟ خداوندِ عادل' حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کی قبروں کو آگ سے پُر کرے''، اس کے بعد اتنا گریہ کیا کہ غش کر گئیں۔

جن صحابہ کرامؓ نے امام حسین علیہ السلام پر گریہ کیا اُن میں سے ایک انس ابن مالک بھی تھے، ''صواعق محرقہ'' میں ہے کہ:

''امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک جب ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا گیا تو وہ ایک طشت میں رکھا ہوا تھا اور ابن زیاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جو وہ آپؑ کے دندانِ مبارک پر لگاتا تھا اور ناک کے سوراخ میں داخل کرتا تھا اور کہتا تھا، ''میں نے اس کی جیسی خوبصورتی آج تک نہیں دیکھی اس کے دانت کس قدر خوبصورت ہیں''،

انس بن مالک وہاں موجود تھا' اس نے گریہ کیا اور کہا، ''اہلِ

بیتِ رسول علیہم السلام میں سے حسین علیہ السلام حبیبؐ خدا کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے،"

اس حدیث کو ترمذی اور باقی مؤرخین نے بھی نقل کیا ہے:

(4) کتاب "اقناع اللائم"، ص 71 پر اور "تذکرہ الخواص" میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام پر سب سے پہلے جن لوگوں نے گریہ کیا اُن میں ربیع ابن خثیم بھی تھا، اس سلسلہ میں زہری روایت بیان کرتا ہے کہ ، جب ربیع ابن خثیم کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچی تو اس نے گریہ اور کہا، "اُن جوانوں کو شہید کیا گیا، جنہیں رسولؐ خدا دیکھ کر اپنے دل کو ٹھنڈا کرتے تھے، انہیں دوست رکھتے تھے، انہیں اپنے ہاتھوں سے غذا کھلاتے تھے اپنے زانوئے مبارک پر بٹھلاتے تھے،"

(5) کتاب "اقناع اللائم"، ص 165 پر ہے کہ:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا صحابی جعفر ابن عفانؓ، حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے، اس طرح مرثیہ پڑھا کرتا تھا:

لبیک علی الاسلام من کاباکیا فقد ضیعت احکامه واسحلت

غداة حسین للرماح دریئة وقد نهلت منه السیوف وغلت

وغودرفی الصحرأ لحمامبدا علیه عناق الطیر باتنت و ظلت

فمانصرته امة السوء اذرعا لقدطاشت الاحلام منها وضلت

الا بل محوا انوار هم باکفهم   فلا سلمت تلک الاکف وشلت

ونا داهم جهدا بحق محمد   فان ابنه من نقسه حیث حلت

فلا حفظوا اقربی النبی ولا رعوا   وزلت بهم اقدامهم واستزلت

اذا اقتنه حر القتل امة جده   هفت نعلها فی کربلاء وزلت

فلا قدس الرحمان امة جده   وان هی صلمت للاله وصلت

کما فجئت بنت النبی بنسلها   وکانوا احماة الحراب حیث استقلت

ترجمہ: ”ہر گریہ کرنے ولا اسلام پر گریہ کرے کہ اس کے احکام ضائع کر دیئے گئے ہیں اور ممنوعات کو حلال شمار کر لیا گیا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے خود کو تیروں کے لیے آمادہ کیا اور تشنہ تلواریں امامؑ کے خون سے سیراب ہوگئیں' اُن کے جسمِ اطہر کو صحرا میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا، پرندوں نے اپنے پروں سے اُن پر سایہ کیا لیکن امت کے بدکار افراد نے اُنؑ کی مدد نہیں کی، اُن کے اس پست کردار سے عقلیں گم ہو جاتی ہیں کہ وہ اُن قدسی نفوس کے انوار کو اپنے ہاتھوں سے ختم کر دینا چاہتے تھے، کاش ایسے ہاتھ ٹوٹ جاتے، شل ہو جاتے' وہ مشکل کے وقت حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے مدد لیتے تھے مگر انہیں کے بیٹے، حضرت امام حسین علیہ السلام کا خون مباح سمجھا گیا اور رسولؐ خدا کی قوم اور قبیلے کا بھی لحاظ نہیں کیا گیا' اُن لوگوں کے قدم پھسل گئے اور وہ

گمراہ ہو گئے' اُن کے نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت نے انہیں قتل کی گرمی چکھائی' اُن کا پاؤں کربلا میں نکلا اور زمین پر گر پڑا خداوندِ عادل امت کے اس قاتل گروہ کی توبہ قبول نہ کرے گا اگرچہ وہ روزے رکھیں اور نمازیں بھی پڑھیں رسولؐ خدا کی بیٹی فاطمۃ الزہرا علیہا السلام اپنے فرزندوں کے مصائب میں مصیبت زدہ ہیں، حالانکہ وہ بہترین جنگجو اور ایسے بہادر تھے کہ جہاں کہیں جنگ ہوتی تھی' وہ اپنا استقلال منوایا کرتے تھے"۔

(6) مذکورہ کتاب کے صفحہ 157 پر امام شافعی کے بارے میں ہے کہ:

امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے والوں میں سے ایک امام شافعی بھی تھے:

بحار الانوار میں علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے مناقب کی قدیم کتاب سے اخذ کیا ہے کہ:

سید الحفاظ ابو منصور شہروار ابن شیرویہ دیلمی نے، محی السنہ ابو الفتح احادسے میرے لیے نقل کیا ہے کہ ابو الطیب بابلی نے میرے لیے بیان کیا کہ ابو النجم بدر ابن ابراہیم نے دینور میں مجھے ابیات سنائے جو کہ شافعی محمد ابن اویس کے اشعار تھے، ینابیع المودۃ میں حافظ جمال الدین زرندی

مدنی کہتا ہے کہ، کتاب ''معراج الوصول فی معرفۃ آلِ رسول'' میں ابوالقاسم فضل ابن محمد مستحلی نے نقل کیا ہے' اس سے قاضی ابوبکر سہل ابن محمد نے نقل کیا ہے کہ، ابوالقاسم ابن طیب کہتا ہے کہ، ''شافعی'' ان اشعار کو پڑھا کرتا تھا اور یہی اشعار ابن شہر آشوب نے ''مناقب'' میں شافعی سے نقل کیے ہیں:

تاول غمی والفؤاد کئیب وارق نومی والرقاد غریب
ومما نقی نومی وشیب لمتی تصاریف ایام لهن خطوب
فمن مبلغ عنی الحسین رسالۃ واذکر بها انفس وقلوب
قتیل بلا جرم کان قمیصه صبیغ بماء الارجوان خضیب
وللسیف اعوال وللرمع رنۃ وللخیل من بعد انصهیل نحیب
تزلزلت الدنیا لاٰل محمدؐ وکادت لهم صنم الجبال تذوب
وغارت نجوم واقشعرت کواکب وهتک استار وشق جیوب
یصلی علی المبعوث من آل ہاشم ویغری شکواه ان ذا العجیب
نصلی علی المختار من آل ہاشم ونوءذی ابنه ان ذا الغریب
لئن کان ذنبی حب آل محمد فذالک ذنب لست عنه اتوب
هم شفعائی یوم حشری وموقفی اذا ما بدت للناظرین خطوب

یعنی: ''غم واندوہ مجھ پر طاری ہوگیا ہے اور میرا دل شکستہ ہے، نیند میری آنکھوں سے دور ہوگئی ہے' جس چیز نے میری نیند ختم اور میرے بال سفید کر دیئے ہیں، وہ گردشِ زمانہ ہے' کوئی ہے جو مجھے امام حسین علیہ السلام کی خبر پہنچائے، اس کے ذریعے سے اپنی جان اور دل کو نصیحت کرو' وہ بے گناہ شہید کیے گئے اور اُن کی قمیص خون سے رنگین ہوگئی' نیزوں اور تلواروں نے انہیں گھیرے میں لے لیا اور اُن کی شہادت کے بعد جب اُنؑ کی لاش کو گھوڑوں سے پامال کیا جارہا تھا تو گھوڑے اس ظلم پر نالہ وفریاد کر رہے تھے، دنیا آلِ محمدؐ کے لیے متزلزل ہوگئی' قریب تھا کہ سخت ترین پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں، ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر آ گریں اور کواکب لرز اٹھیں، پردے پھٹ جائیں، گریبان پارہ پارہ ہو جائیں، آلِ ہاشم سے جو معبوث کیے گئے، وہ اُن پر تو صلوات بھیجتے تھے اور اُن ہی کی اولاد کو تکلیف و آزار پہنچاتے تھے' (یہ دونوں متضاد عمل ہیں)' کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ آل ہاشمؑ سے منتخب شدہ شخصیت (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر وہ درود وسلام بھیجتے تھے اور اُن کے بیٹے (حسین علیہ السلام) کو تکلیفیں دیتے تھے، یہ واقعاً عجیب وغریب معاملہ تھا۔ آلِ محمد علیہم السلام سے محبت کرنا اگر گناہ ہے، تو یہ ایک ایسا گناہ ہے' جس سے میں توبہ نہیں

کروں گا اور روزِ محشر جب وہ میری شفاعت کریں گے تو اس وقت لوگوں کے اعمال ظاہر ہوں گے''۔

(7) کتاب ''اقناع اللائم''، ص159 پر سبط ابن جوزی نے ''تذکرۃ الخواص'' میں اور کتاب ہذا کے مؤلف کے جد بزرگوار نے کتاب ''تبصرہ'' میں نقل کیا ہے کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام ایک ایسے گروہ کی طرف گئے جنہوں نے احکامِ شریعت کو مسخ کر دیا تھا، جب امام عالی مقامؑ نے دیکھا کہ احکامِ اسلام مٹائے جا رہے ہیں تو انہیں زندہ کرنے کے لیے وہ اس گروہ کی طرف گئے' اُن لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو محاصرہ میں لے لیا اور کہا کہ ''ابنِ زیاد'' کے حکم کے سامنے جھک جاؤ''، امامؑ نے فرمایا کہ، ''میں یہ کام کبھی نہیں کروں گا، کیونکہ میرے نزدیک ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بدرجہ بہتر ہے اور جو اپنے آپ کو مرنے سے بچاتے ہیں وہ ذلیل وخوار بھی ہوتے ہیں''،

کتاب ہذا کے مؤلف کے جد بزرگوار ان اشعار کو پڑھا کرتے تھے:

ولما راء وابعض الحياة مذلة عليهم وعزالموت غير محرم

ابوا ان يذ وقوا العيش والذل واقع عليه وما توا ميتة لم تذ مم

ولا عجب للاسد ان ظفرت بھا کلاب الاعادی من فصیح واعجم

ترجمہ: ''میں نے جب ایسی زندگی کو دیکھا کہ جس میں ذلت و خواری تھی، اُس وقت میں نے عزت کی موت کو جائز سمجھا اور ذلت کی زندگی سے دوری اختیار کی اور بغیر ملامت کے اپنے آپ کو موت کے سپرد کر دیا' عرب وعجم کے کتے' شیر کو پنجے مار رہے ہوں تو یہ تعجب نہیں ہے، اس لیے کہ، ''وحشی'' کا برچھا جنگ احد میں سید الشہدا حضرت حمزہ کی پشت میں لگا تھا اور ابن ملجم کی تلوار لگنے سے حضرت علی علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی تھی،''

(8) کتابِ تاریخ ''الکامل'' تالیف ابن اثیر، جلد: 8 میں، 294 ہجری کے حوادث کا ذکر ہوا ہے کہ:

جب قداح فوت ہوا تو اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا احمد، اپنے ایک دوست رستم ابن راذان نجار کے ساتھ جو کہ اہلِ کوفہ میں سے تھا، چلا اور مشاہدِ مشرفہ کا قصد کیا، اس وقت اہلِ یمن میں سے ایک شخص محمد ابن فضل جو مالدار' بہت بڑے قبیلے کا فرد، شیعہ اور صاحبِ لشکر تھا، وہ بھی امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے آیا ہوا تھا، احمد اور رستم نے دیکھا کہ وہ شخص گریہ کر رہا ہے اور جب وہ شخص امام حسین علیہ السلام کے حرم سے باہر نکلا تو، احمد اور رستم دونوں اس کے قریب آئے، چونکہ وہ اس

کوگریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھ چکے تھے، لہٰذا بہت خوش ہوئے اور اس کو اپنا مذہب بتایا، اسے بہت چوما اور اپنے ساتھ اسے بھی یمن لے گئے۔

(9) کتاب ''مقاتل الطالبین''، میں جہاں 199 ہجری کے حوادث اور ابوالسرایا سری ابن منصور کا محمد ابن ابراہیم کا طباطبا کے پاس پہنچنے کا قصہ اور اُن دونوں افراد کا عباسیوں کے خلاف بغاوت کرنا نقل ہوا ہے، ذکر ہے کہ:

ابوالسرایا' بیابان کے راستے روانہ ہوا یہاں تک کہ عین التمر پہنچا اور اس کے ہمراہ سوار و پیادہ بھی تھے، وہاں سے اس نے نہرین کا راستہ اختیار کیا اور نینویٰ پہنچا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کے کنارے پر آیا، نصر ابن مزاحم کہتا ہے کہ، ''اہلِ مدائن میں سے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ، ''میں اس رات امام حسین علیہ السلام کے مزار پر تھا' اس رات ہَوا، بجلی کی کڑک اور بارش بھی تھی' میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ وہاں پیادہ اور سوار آئے ہیں اور سلام کر کے قبر کے اردگرد بیٹھ گئے ہیں، اُن میں سے ایک شخص نے زیارت کو بہت طول دیا' وہ منصور ابن الزبرقان کے ابیات کو آہستہ آہستہ پڑھ رہا تھا اور روتا جا رہا تھا:

؎ نفسی فداء الحسین یوم عدا

الی المنا یا عدو الاقافل

ترجمہ: ''حسین علیہ السلام پر میری جان قربان' وہ موت کی طرف ایسے جار ہے تھے جیسے قافلے منزل کی طرف جاتے ہیں''۔

اس کے بعد اُس نے میری طرف رخ کیا اور مجھ سے پوچھا، ''تو کہاں کا رہنے والا ہے''؟ میں نے کہا، ''مدائن کے اہلِ دیہات میں سے ہوں''۔

(10) کتاب ''مدینۃ الحسین'' ص 21 پر اور شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے ''امالی'' بسند ابی علی قماری روایت کی ہے کہ:

اس موجودہ زمانے میں جو چیزیں واجب ہیں، اُن کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اور اُن میں سے ایک وہ واقعہ ہے جو دوسری صدی ہجری کے وسط میں نقل کیا گیا کہ:

ایک عیسائی یوحنا بن موسیٰ بن سریع نے اپنے ایک مسلمان دوست سے پوچھا کہ، ''دریائے فرات کے کنارے جس قبر کی زیارت کے لیے مسلمان جاتے ہیں، وہ کس کی قبر ہے''؟ اسے بتایا گیا کہ، ''وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر ہے، جو نینویٰ میں مظلوم شہید کیے گئے تھے،'' یوحنا نے جب یہ سنا تو وہ بھی اصرار کر کے زائرین کے ساتھ کربلا روانہ ہوا' وہ سب لوگ جب کربلا وارد ہوئے تو محبانِ اہلِ بیتؑ نوحہ خوانی اور گریہ وزاری اور قبرِ مطہر سے جو فیض حاصل کرتے رہے، یوحنا

اسے دیکھتا رہا، اُن تمام رسومات کو دیکھنے کے بعد یوحنا نے اسلام قبول کرلیا' پھر وہ ہر بار زائرین کے ساتھ قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے قاعدگی سے آتا رہا۔

(11) مذکورہ کتاب کے صفحہ 110 پر ہے کہ:

294 ہجری، عرفہ کے دن، قطب کے گروہوں میں سے ایک احمد ابن عبداللہ ابن قداح ابن میمون الدیصان ایک شخص رستم ابنِ نجار بن جوشیبِ بن دادان کوفی کے ہمراہ کربلا میں داخل ہوا اور رستم ہی نے احمد کو اس سفر کی دعوت بھی دی تھی، جب وہ دونوں کربلا میں پہنچے اس وقت محمد بن فصل یمنی بھی امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے یمن سے کربلا معلیٰ آیا ہوا تھا، جو اہلِ یمن کے ضرورت مندوں میں سے تھا، اور ایک بہت بڑے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، جس کا سپہ سالار بھی وہ خود ہی تھا، ابن قداح نے قبر امام حسین علیہ السلام کے قریب محمد یمنی کو گریہ کرتے ہوئے دیکھا، اور اس کے کثرتِ گریہ سے ابن قداح بہت متاثر ہوا، اور جب وہ زیارت سے فارغ ہو چکے اور چاہتے تھے کہ حرمِ امام حسین علیہ السلام سے وداع ہوں تو ابن قداح بھی محمد یمنی کے پیچھے نکل پڑا اور اس سے مل کر اپنے دل کا راز اسے بیان کیا اور خونِ حسین علیہ السلام کا بدلہ لینے کے لیے اسے دعوت دی اور دونوں نے ایک دوسرے سے عہد کیا کہ اس

کام کے لیے مالی اور افرادی اعتبار سے کمک بہم پہنچائی جائے گی اس امر کے لیے فاطمیین کے خلیفہ محمد ابن عبید اللہ ابن احمد ابن حسین ابن عبد اللہ بن اسماعیل ابن الامام جعفر صادق علیہ السلام کی، جو قیروان میں قیام پذیر تھے، سرداری پر اتفاقِ رائے کیا۔

(12) اسی کتاب کے صفحہ 119 پر امیر دبیس ابن صدقۃ ابن منصور ابن دبیس ابن علی ابن فرید ابوالاغر الاسدی کی زیارت امام حسین علیہ السلام کا واقعہ بھی 513 ہجری کے واقعات میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

وہ جب کربلا معلیٰ میں وارد ہوا تو ننگے پاؤں تھا، وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حرم پاک میں گریہ وزاری کرتا ہوا داخل ہوا وہ بارگاہِ احدیت میں دعا کر رہا تھا کہ، ''اے پروردگار! مجھ پر احسان فرما اور اپنی توفیق میرے شاملِ حال فرما اور میرے آقا حضرت امام حسین علیہ السلام کے دشمنوں سے انتقام لینے میں میری مدد فرما،،

یہ چند اسمائے گرامی صحابہؓ وتابعینؒ اور امرأ وغیرہ کے ہیں جنہوں نے کربلا معلیٰ جا کر قبرِ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت' گریہ وزاری اور مرثیہ ونوحہ خوانی کی تھی، یاد رہے کہ اس سلسلہ میں اختصار کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے ورنہ کتاب کی ضخامت کئی گنا بڑھ سکتی تھی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام پر حکمرانِ آلِ بویہ کے زمانہ میں نوحہ خوانی

آلِ بویہ کے زمانے میں' جو عباسیوں کے وسط میں تھے' عزاداری حضرت امام حسین علیہ السلام کو بہت وسعت ہوئی، آلِ بویہ کی سلطنت کے زمانہ میں عباسی حکمرانوں کی مخالفت اور معارضہ کے باوجود نوحہ و مرثیہ خوانی اور شعائر سوگواری امام حسین علیہ السلام کو زندہ کیا گیا' یادِ حسین علیہ السلام اور شعائر عزاداری کے سلسلہ کو فقط عراق ہی تک نہیں بلکہ باقی اسلامی ممالک مثلاً مصر، شمالی افریقہ اور مغربی ممالک نیز ایران اور دوسرے ممالک تک پھیلایا بھی گیا۔

سلاطین آلِ بویہ' اگر چہ ان افراد میں سے نہیں ہیں' جنہوں نے عزداری کو قائم کیا لیکن عزداری امام حسین علیہ السلام کے سلسلہ کو پھیلانے والوں میں سرفہرست ضرور ہیں' انہوں نے نوحہ خوانی اور خصوصی مجالسِ عزا کو وسعت دی اور نہ صرف مرثیہ پڑھنے والوں کے خوف کو سکون میں تبدیل کیا اور امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک پر' بلکہ بازاروں، سڑکوں اور گلی کوچوں میں بھی سینہ زنی برپا کی، اُن کے زمانہ میں عراق و ایران میں

روز بروز مجالسِ عزا میں اضافہ ہوتا رہا اور جس حاکم نے اس بھلائی میں سب سے پہلے حصہ لیا اور عزاداری امام حسین علیہ السلام کو وسعت دی وہ سلطان معز الدولہ ہیں، جنہوں نے 333 ہجری میں یہ عمل شروع کیا اور پھر 467 ہجری تک وہ عمل جاری وساری رہا' پھر بنی عباس کے خلفاءً کے ہاتھوں آلِ بویہ ہی کی حکومت کا خاتمہ ہوا لیکن عملاً حکومت آلِ بویہ کے ہاتھوں میں رہی۔

آلِ بویہ کے دورِ حکومت میں نوحہ خوانی وعزاداری میں جو وسعت پیدا ہوئی، اس کا ذکر کتبِ تاریخ میں موجود ہے، اُن میں سے کچھ کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

(1) کتاب ''مدینۃ الحسین''، کے دوسرے ایڈیشن میں آلِ بویہ کی عراق میں عتبات مقدسہ کی خدمات کا ذکر کیا گیا ہے کہ:

آلِ بویہ اُن لوگوں میں سے تھے' جنہوں نے یادِ امام حسین علیہ السلام کو عاشورا کے دن شان دار طریقہ سے منانے کا اہتمام کیا' سلطان معز الدولہ 334 ہجری میں خلیفہ مُستکفی کے عہد میں' بغداد کا والی مقرر ہوا تھا، اس نے 352 ہجری میں یہ حکم نافذ کیا کہ، ''عاشورہ کے روز بازار بند ہونا چاہئیں اور خرید وفروخت بالکل نہیں ہونا چاہیئے، بازاروں میں سبیلیں لگائی جائیں اور لوگوں کو پانی سے سیراب کیا جائے''، چنانچہ عاشورہ کے

روز عورتیں گھروں سے باہر آتیں تھیں اور اپنے چہرے پر ماتم اور امام حسین علیہ السلام پر نوحہ خوانی کیا کرتی تھیں اور پھر سلجوقیوں کے زمانے تک یہی دستور جاری رہا۔

(2) کتاب ''موسوعۃ العتبات المقدسہ''، جلد اول، ص 372 پر کتاب ''تاریخ الشیعہ فی الہندا'' سے، جس کے مؤلف ڈاکٹر ہو یشر ہیں، نقل کیا گیا ہے کہ:

معز الدولہ آلِ بویہ کے زمانہ میں' جب اُن کی قدرت و طاقت عروج پر تھی اور امورِ سلطنت پر اُن کی گرفت مضبوط تھی' کربلا کے دردناک واقعہ کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے بہت اہتمام کیا گیا، انھوں نے لوگوں میں عزاداری کو رواج دیا لوگوں کی عادت بنوائی کہ وہ ماتمی لباس پہنیں، ایام محرم میں اور بالخصوص روزِ عاشورہ عزاداری کی خاطر بازار بند ہو جاتے تھے قصابوں کی دکانیں، ہوٹل، حمام اور ہر قسم کا کاروبار بند ہوتا تھا، عورتیں ماتمی لباس پہن کر کھلے ہوئے بالوں کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر نوحہ اور مرثیے پڑھتی اور اپنے منہ کو پیٹتی ہوئی، بازاروں میں گزرتی تھیں۔

محرم الحرام کے پہلے عشرہ میں سیاہ لباس پہننے کی عمومی عادت

معزالدولہ ہی کے زمانہ میں شروع ہوئی، معزالدولہ ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے اس رسم کو باقاعدہ جاری کیا اور یہی دستور 963ء میلادی تک قائم رہا، اس نے ہر سال واقعہ کربلا کی یاد منانے کے لیے لوگوں میں حکم جاری کیا، چنانچہ باضابطہ طریقہ پر عزاداری برپا کرنے کا رواج پیدا ہوا اور مجالس عزا، مرثیہ، نوحہ خوانی شیعوں کی عادت بن گئی۔

(3) کتاب ''نہضۃ الحسینؑ''، مؤلف سید جواد شہرستانی، ص160 پر ذکر کیا گیا ہے کہ:

معزالدولہ اور باقی آل بویہ کے سلاطین کی کوشش سے بنوعباسیہ کے زمانہ میں بغداد میں 352 ہجری قمری میں شہیدِ مظلوم حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کو قائم کیا گیا تو لوگوں کا گروہوں کی صورت میں گھروں سے باہر آنا تاریخ میں موجود ہے، عورتیں رات کو اور مردون میں ننگے سر، ننگے پاؤں عزاداری امام حسین علیہ السلام کا جلوس نکالتے تھے اور ایک دوسرے سے ملتے تو تعزیت وتسلیتِ امام حسین علیہ السلام پیش کرتے تھے اور امام حسین علیہ السلام کے غم ناک واقعہ کی وجہ سے مغموم ہوتے تھے اور یہ عادت صرف عتبات مُقدسہ کے شہروں اور عراق وایران ہی میں نہیں بلکہ مسلم ممالک کے بڑے بڑے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں آج بھی جاری وساری ہے۔

(4) کتاب ''آثار الشیعہ الامامیہ''، جلد اول، ص 11 'پر شیخ عبدالعزیز'' جواہر الکلام'' ذکر کرتے ہیں کہ:

معز الدولہ شیعہ' ہونے میں ثابت قدم رہا اور محرم الحرم کے پہلے عشرہ میں امام حسین علیہ السلام کی یاد میں مجالس عزا برپا کرنے کا دستور اس وقت سے چلا آرہا ہے۔

(5) کتاب ''بغیۃ النبلاً''، ص 68 'پر تحریر ہے کہ:

وہ آل بویہ ہی تھے جو شیعوں کی پشت پناہی کرتے تھے اور اُنہیں کے زمانے میں شیعہ کمال تک پہنچے، معز الدولہ نے 352 ہجری میں باقاعدہ عزاداری قائم کرنے کا حکم جاری کیا، چنانچہ روزِ عاشورا مجالس عزا برپا کی گئیں اور بغداد میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے سوگ میں باضابطہ طور پر پہلی مجلسِ عزا برپا ہوئی تھی،

اس ضمن میں کتاب کے مؤلف کہتے ہیں کہ، ''بغداد میں اس سے پہلے بھی اگرچہ مجالس عزا برپا ہوتیں تھیں' تاہم معز الدولہ کے حکم کے بعد بازاروں اور سڑکوں پر عزاداری کا سرِ عام منعقد ہونا' بغداد میں پہلی مرتبہ دیکھا گیا تھا۔

(6) کتاب ''قہرمانانِ اسلام''، تالیف علی اکبر شہید، ص 198، پر درج ہے کہ:

معز الدولہ دیلمی کی ہدایت تھی کہ، ''روزِ عاشور بغداد میں گروہ در گروہ جلوس کی شکل میں عزاداری کا اہتمام کیا جائے''، چنانچہ لوگ مخصوص علم بنا کر ماتمی لباس میں سینہ زنی کرتے ہوئے بازاروں میں آتے تھے اور سلطان معز الدولہ آل بویہ خود بھی ماتمی لباس پہن کر جلوس میں آگے آگے چلتا تھا اور جو لشکر عزاداری کے جلوس میں شریک ہوتا تھا، معز الدولہ خود اس کی قیادت کرتا تھا، عزاداری کی رسومات جو اس وقت سے لے کر آج تک اسلامی ممالک میں رائج ہیں، وہ معز الدولہ کے آثارِ مرضیہ میں سے ہیں اس عادل حکمران معز الدولہ عزادارِ امام حسین علیہ السلام کا 356ھ میں انتقال ہوا۔

(7) کتاب ''تاریخ الامامین الکاظمین''، تالیف شیخ جعفر نقوی، ص 55، پر تحریر ہے کہ:

معز الدولہ آل بویہ، وزرأ اور حکومت کے سرکردہ افراد کے ساتھ ہر جمعرات کو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور امام محمد تقی علیہ السلام زیارت کے لیے جایا کرتا تھا، اس مقصد کے اُس نے حرمِ امامینؑ کے ساتھ ایک گھر تیار کروایا ہوا تھا، اور ہر شبِ جمعہ کو اپنے اطرافیوں کے ہمراہ وہاں جاتا، امامین علیہم السلام کی زیارت کے بعد اس گھر میں شب باش ہوتا اور صبح کو نمازِ جمعہ کے بعد دوبارہ زیارت کر کے اپنے صدارتی مقام پر

واپس آجاتا تھا،

352 ہجری قمری میں اس نے حکم دیا کہ، ''عشرہ محرم الحرام میں سید الشہداء کی عزاداری برپا کی جائے'' اور بغداد کے لیے یہ حکم جاری کیا کہ دسویں محرم کو تمام دکانیں اور بازار بند رہیں اور کسی قسم کی خرید و فروخت نہ کی جائے، سرِ عام نوحہ خوانی کی جائے، بالوں کے بنے ہوئے کپڑے پہنے جائیں اور عورتیں اور مرد منہ اور سینہ پر ماتم کرتے ہوئے گھروں سے باہر آئیں، چنانچہ لوگ ماتم کرتے ہوئے حرمِ کاظمین کی طرف جاتے اور دونوں اماموںؑ کی بارگاہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا پرسہ اور تعزیت پیش کرتے اور آل بویہ کی سلطنت تک عراقؑ میں بھی یہی دستور رہا اور آج دورِ حاضر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے جو آثار باقی ہیں' وہ اُنہیں کے عمل کا نتیجہ ہیں،

معز الدولہ کا حکم تھا کہ، ''اعلانیہ سینہ زنی کی جائے'' اور جس طرح آج کل بھی دیکھنے میں آتا ہے، اسی کیفیتِ سینہ زنی کی علما و فقہا نے ہر زمانہ میں تائید فرمائی ہے۔

(8) کتاب، ''دول الشیعہ فی التاریخ''، تالیف شیخ محمد جواد مغنیہ ص 28' پر سید میر علی کی کتاب ''مختصر تاریخ العرب' 'میں لکھا ہے کہ:

معز الدولہ آل بویہ نے روزِ عاشورہ کو واقعہ کربلا کی یاد میں

''روزِ حزن'' قرار دیا تھا، یعنی اس روز قانونی طور پر سرکاری اداروں اور دفتروں میں چھٹی ہوتی تھی اور بازار وغیرہ مکمل طور پر بند ہوتے تھے۔

معز الدولہ سے پہلے فقط شیعوں میں روزِ عاشورہ حزن واندوہ کا دن تھا۔

(9) ابنِ اثیر اپنی تاریخ کی کتاب میں 352 ہجری کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

اس سال میں سلطان معز الدولہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی دکانیں بند رکھیں اور کسی بھی قسم کی خرید وفروخت نہ کریں اور حضرت امام حسینؑ پر اعلانیہ نوحہ خوانی وگریہ وزاری کریں اور اہلِ سنت میں اتنی جرأت ہی نہ تھی کہ وہ اس چیز کو روک سکتے اور اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ حاکمِ وقت شیعہ تھا۔

پھر 389 ہجری قمری کے حالات میں لکھتا ہے کہ:

شیعہ حضرات روزِ عاشور کو جو کچھ انجام دیتے تھے، اہلِ سنت وہ کام اٹھارہ محرم کو انجام دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ''اٹھارہ محرم وہ دن ہے جس میں مصعب ابن زبیر مارا گیا تھا۔''

(10) کتاب، ''دول الشیعہ فی التاریخ''، ص 140، پر درج ہے کہ:

آل بویہ اہلِ تشیع کی خدمت اور خوشحالی کے لیے فقط روزِ غدیر اور روزِ عاشورہ ہی کی یاد منانے پر اکتفاء نہ کرتے تھے' بلکہ اہلِ بیتِ رسولؐ کے لیے وہ تمام وسائل اور کوششیں بروئے کار لاتے تھے۔

(11) مذکورہ کتاب کے ص 38 پر کتاب، ''مختصر تاریخ العرب'' سے نقل کیا گیا ہے کہ:

معز الدولہ فنون وعلوم کو پسند کرتا تھا اور دسویں محرم کے دن کو واقعۂ کربلا کی یاد میں روزِ حزن قرار دیتا تھا،

شیخ محمد جواد مغنیہ نے اس پر تعلیق لکھی ہے کہ اس نے روزِ عاشورا کو سرکاری طور پر روزِ حزن قرار دیا تھا۔

(12) کتاب ''خطط الشام''، تالیف محمد کرد علی، ص 251 پر جہاں شیعوں اور سوگواریٔ امام حسین علیہ السلام کا ذکر ہے، لکھا ہے کہ:

شیعہ روزِ عاشورہ اکٹھے ہوتے ہیں اور شہیدِ کربلا امام حسین ابن علی علیہ السلام کے لیے مجالسِ سوگواری برپا کرتے ہیں۔

تاریخ اس عمل کی انجام دہی کو، جو واقعۂ کربلا سے متصل ہے، قدیمی بیان کر رہی ہے اور سب سے پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے جس نے مرثیہ پڑھا تھا وہ ابو باہل جمحی ہے اس کے مرثیہ کا ایک بیت یہ ہے:

ـہ تبیت النشا وی من امیة نو ما

وبا لطف قتلی ما ینا م حمیمها

ترجمہ: فرزندانِ بنی امیہ رات کو صبح تک آرام کی نیند سوتے ہیں لیکن کربلا میں شہید ہونے والوں کے عزیز و اقارب کو نیند نہیں آتی۔

کتاب ''الاغانی'' میں دیک الجن حمصی کی سیرت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوگواری کے یہ اجتماعات اس کے زمانہ میں بھی معروف تھے لیکن بعد میں آل بویہ نے اپنی حکومت کے زمانہ میں اس پر خصوصی توجہ دی اور اس کے بعد سے آج تک تمام شہروں میں شیعوں کے اجتماعاتِ عزاداری بعنوانِ مستحب برقرار ہوتے ہیں اور وہ محبت و ولاء کی وجہ سے اس عمل کو انجام دیتے ہیں،

دیک الجن ایک مشہور و معروف شاعر تھا، اس کا ذکر تاریخ میں بھی آیا ہے، اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ وہ مجالسِ عزا کے اجتماعات میں حاضر ہوتا تھا اور امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر مرثیے پڑھتا تھا اُن میں سے چند اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں:

جا ئو ابراسک یا بن بنت محمدؐ منز ملا بد ما ئه تر میلا

دکا نما بک یا بن بنتِ محمدؐ قتلوا جها را عا مدین رسولا

قتلوك عطشانا دلما يرقبوا نی قتلك التنزيل والتأديلا
ويكبرون بان قتلت وانما قتلوابك التكبير والتهليلا

ترجمہ: ''اے بنت محمدؐ کے فرزند! آپ کا سرِ مبارک خاک وخون میں غلطاں کر کے لایا گیا ہے اور آپ کو شہید کر کے انہوں نے گویا رسولؐ پاک کو عمداً شہید کیا ہے، آپ کو پیاسا شہید کیا گیا اور آپ کے حق میں آیاتِ قرآن کریم کی تنزیل وتاویل کی رعایت بھی نہیں کی گئی وہ آپ کو شہید کر رہے تھے اور اللہ اکبر کے نعرے لگاتے تھے، حالانکہ آپ کو شہید کرنے سے انہوں نے خود اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کو شہید کیا ہے''۔

دیک الجن وہی ابو محمد عبد السلام ابن رغبان ہے جو 235 یا 236 ہجری قمری میں فوت ہوا تھا۔

(13) کتاب ''تاریخ الکاظمین''، تالیف مرزا عباس فیضی، ص 84 پر درج ہے کہ:

روزِ عاشورہ، 423 ہجری قمری 1031 میلادی میں جلال الدولہ آل بویہ کے زمانہ میں ''کرخ'' کے رہنے والے شیعہ امامیہ نوجوانوں نے ''مسجدِ براثا'' میں اجتماع کیا، خطیب منبر پر بیٹھا، اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی تحریک کے بارے میں ان کے قیام کے اسباب اور روزِ عاشورہ 61 ہجری کو بنی امیہ کے فوجیوں کی طرف آپ

پر ظلم و ستم اور بے احترامی کا ذکر کیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے اعوان و انصار پر ڈھائے جانے والے مصائب‘ بچوں اور نوجوانوں کی شہادت اور مستورات کی قید کا اس انداز سے بیان کیا کہ مسلمانوں کا شعور بیدار ہوا اور اُن میں روحِ انقلاب شعلہ کی طرح بھڑک اٹھا اور جب خطیب منبر سے نیچے اُترا تو لوگوں میں جذبہ اور جوش و ولولہ اس قدر موجزن ہو چکا تھا وہ اس کے ارد گرد جمع ہوئے اور وہاں کے اور رہنے والے بہت سے مقامی افراد بھی اُن کے ساتھ آ ملے اور سب کے سب حرم کاظمین کی طرف روانہ ہوئے وہ سر اور سینہ پر ماتم اور نوحہ خوانی کر رہے تھے اور غم ناک الفاظ بار بار دہراتے تھے اور مصائب کے کلمات کا تکرار کرتے تھے وہ ادھر اُدھر توجہ کئے بغیر مسجدِ براثا سے نکلے اور جوش جذبہ کے ساتھ دوڑتے ہوئے حرم کاظمین پہنچے وہاں نوحہ خوانی اور مجلسِ عزا برپا ہوئی اور پورا دن ایسی عزاداری ہوتی رہی کہ تاریخ میں جس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔

(14) کتاب، ”تاریخ کامل“، ابن اثیر‘ جلد 9‘ ص 286 پر، 422 ہجری کے حالات و واقعات میں لکھا ہے کہ:

بادشاہ جلال الدولہ ابو طاہر ابن بہاءُ الدولہ ابن عضد الدولہ ابن بویہ حضرت علی علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت

کے لیے آتا تو قبر کے قریب پہنچنے سے ایک فرسخ پہلے ہی سواری سے اتر پڑتا اور نجف و کربلا پیدل چل کر جاتا اور وہ اس عمل کو دینداری کی وجہ سے انجام دیتا تھا۔

(15) کتاب، ''التشیع والشیعہ''، تالیف احمد کسروی، ص 87 پر آل بویہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ:

یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ مصیبتِ اما حسینؑ کا ذکر اور نوحہ خوانی بہت سے فوائد کی حامل ہے، کتابوں سے اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ شیعوں نے بغداد میں آل بویہ کے زمانے میں اس پر عمل شروع کیا، اس وقت شیعہ اور اہلِ سنت میں شدید اختلاف تھا اہلِ سنت روزِ عاشورہ کو خوش حالی اور برکت والا دن شمار کرتے تھے' اس لیے کہ اُن کے نزدیک روزِ عاشور مبارک دن تھا اور شیعہ اسے خصوصی غم اور حزن و ملال کا دن قرار دیتے تھے اور سوگواری کا روز شمار کرتے تھے' اس روز وہ تعزیتی اجتماعات منعقد کرتے تھے، خطیب اُن کے لیے مصائب امام حسین علیہ السلام پڑھتا تھا اور وہ گریہ اور مرثیہ و نوحہ خوانی کرتے تھے۔

(16) کتاب تاریخ، ''البدایہ والنھایہ''، تالیف ابن کثیر، متوفی 774 ہجری میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

352 ہجری میں محرم الحرام کے پہلے عشرہ میں معز الدولہ احمد ابن

بو یہ نے حکم دیا کہ بغداد میں تمام بازار بند ہونا چاہئیں اور کسی بھی قسم کی خرید وفروخت نہیں ہونا چاہیے' لوگ سیاہ لباس پہنیں اور مراسم عزداری برپا کریں اوراعلانیہ مرثیہ ونوحہ خوانی کریں اور مرد اور عورتیں ماتم کرتے ہوئے گھروں سے باہر آئیں، چنانچہ لوگ اسی حالت میں حرم کاظمین میں آتے تھے اور حضرت امام حسین علیہ الصلواۃ والسلام کی تعزیت تسلیت امام موسیٰ کاظمؑ اور امام جواد علیہم السلام کی خدمت میں پیش کرتے تھے، آج کل عالمِ اسلام میں جو عزاداری برپا ہوتی ہے وہ آلِ بویہ ہی کی سنت کے آثار باقیہ میں سے ہے۔

معز الدولہ 356 ہجری میں فوت ہوا' پہلے وہ اپنے ہی گھر میں دفن ہوا، پھر اسے قریش کے قبرستان لے جایا گیا اور اس کے لیے بنائی گئی قبر میں اس کو دفن کیا گیا۔

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے بارے میں بنو عباس کا رویہ

بنی امیہ کی حکومت ختم ہونے کے بعد شیعوں نے تھوڑا عرصہ سکھ کا سانس لیا اور زیارت امام حسین علیہ السلام کے لیے کربلا معلیٰ جانے کے ارادے کیے کہ حرم امام حسین علیہ السلام کے سائے میں مجالسِ عزا و نوحہ خوانی کریں اور ایام محرم الحرام میں اور بالخصوص روزِ عاشورا کو مظلومِ کربلا، سید الشہدا حضرت امام حسینؑ کے مصائب و آلام پر گریہ کریں اور اعلانیہ فرزندِ رسولؐ کی یاد تازہ کریں۔

لیکن افسوس کہ سکھ کی گھڑیاں بہت کم حاصل ہوئیں اور یوں کہ دورِ بنی امیہ کے بعد بنی عباس کی حکومت کا دور شروع ہو گیا اور نہضت امام حسین علیہ السلام کی یاد منانے میں بنی عباس کی حکومت بھی شیعوں کے لیے بنی امیہ جیسی ہی مانع ہوئی، مظلومِ کربلا کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے جانے والے مسافروں، نوحہ خوانوں اور عزاداری برپا کرنے والوں کے ساتھ عباسی حکمرانوں نے جو ناروا سلوک کیا وہ بنی امیہ کی روش سے دو

قدم آگے ہی تھا بنی امیہ کے حکمران جو ستم انجام نہیں دے سکے تھے، عباسی خاندان کے حکمرانوں نے اسے بھی کر دکھلایا، بنی عباس کو امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے اور اُن کی لاش کو پامال کرنے کا موقع میسر نہ آسکا تو انہوں نے امام عالی مقام کی قبر مبارک کو مسمار کر کے اُن کی اہانت کرنے کا بیڑا اٹھایا اور جہاں تک اُن سے ممکن ہوسکا، شہادتِ امامؑ کے دردناک واقعات کا ذکر، اقامۂ عزا اور نوحہ خوانی کے لیے رکاوٹیں اور سزائیں مقرر کیں،

بنی عباس میں سے سب سے پہلے جس نے اس برائی کو جاری کیا' وہ ابو جعفر منصور دوانیقی تھا اس نے زائرین کو امام عالی مقام کی قبر مبارک کی زیارت، نوحہ خوانی اور عزاداریٔ امام حسینؑ سے جبراً روکنا شروع کیا، منصور کا رویہ اور کردار اس کے اپنے پیش رو حکمران ابو العباس سفاح کے برعکس تھا، ابوعباس سفاح شیعوں سے مصلحتاً قدرے نرمی کرتا تھا کہ اسے بنی عباس کے خلاف باقی ماندہ امویوں کے صفایا کے لیے اُن کے مخالف افراد کی ضرورت تھی' اس لیے وہ کربلا معلیٰ میں مجالسِ عزا اور قبورِ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے نہ صرف یہ کہ مانع نہیں ہوتا تھا بلکہ گھروں اور گھروں کے باہر مجالسِ عزا کے اجتماعات منعقد کرنے میں شیعوں سے تعاون بھی کرتا تھا۔

منصور دوانیقی کے بعد خلیفہ مہدی عباسی بھی اہلِ بیتِ رسولؐ کے دوستوں اور شیعوں سے مراسم عزا میں نرم برتاؤ کرتا تھا اور اس نے فرزندِ رسول حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کا منہدم شدہ قبہ دو بارہ بنانے کا حکم بھی جاری کیا اور تمام شہروں میں شیعوں کو سوگواری کی آزادی عطا کی اور ذکرِ حسین علیہ السلام، نوحہ خوانی اور گریہ وزاری پر سے پابندی ختم کر دی، خصوصاً محرم الحرام کے پہلے دس دنوں میں اقامہ عزا کی مجالس بلا روک ٹوک منعقد ہوتی تھیں، معتصم اور واثق کے دور میں بھی علویین کو خاصی حد تک آزادی تھی، اُن پر سے سختیاں کم کی گئیں اور حضرت امام حسینؑ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کی آزادی دی گئی گھروں میں امام مظلوم کی مجالسِ عزا، کربلا معلّٰی میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور دیگر شہدا کی قبروں پر ماتم، گریہ وزاری، نوحہ خوانی اور گروہ در گروہ یا فرداً فرداً زیارت کے لیے کربلا معلّٰی جانے پر سے محبانِ اہلِ بیت کے لیے پابندی ہٹا لی گئی، لیکن ہارون رشید کے بعد خواہشاتِ نفسانی کا اسیر ''متوکل'' جب حاکم بنا تو اس نے نئے سرے سے شیعوں پر سختی شروع کر دی، اس نے اپنی حکومت کے ابتدائی دنوں ہی سے آلِ رسولؐ کے شیعوں کو تنگ کرنے کا وطیرہ اختیار کیا، انھیں شہر بدر اور سید الشہداؑ کی سوگواری کی مجالس و نوحہ خوانی کا سلسلہ ختم کر دینے کو معمول بنایا، اس نے حضرت امام

حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کو کئی مرتبہ گرانے اور ویران کر دینے کی جسارت کی، قبر مبارک پر ہل چلوائے اور دریائے فرات کا کنارہ کاٹ کر قبرِ مبارک کو پانی میں بہا دینے کی کوشش کی امام حسین علیہ السلام کے مزارِ مقدس کی طرف جانے والے راستوں پر پہرے بٹھائے اور مسلح سپاہی مقرر کیے جو زائرین کا راستہ روکتے تھے، انہیں قید کرتے تھے، اُن کے ہاتھ پاؤں اور ناک کان کاٹ دیتے تھے، یہاں تک کہ انہیں قتل کر دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ اہلِ بیتِ رسولؐ کی دشمنی میں یہ تمام امور وہ اپنے یہودی مشیر ''دیزج'' کے ساتھ مل کر انجام دیتا تھا لیکن جب اس کے بیٹے ''منتصر'' کا دور آیا تو اس نے اپنے باپ متوکل کے خلاف عمل کیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک ویرانی سے پہلے جس طرح تھی، دوبارہ اسے اسی طرح بنوایا مزارِ مقدس کے اردگرد کی جگہ کی اصلاح کی، امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر کی زیارت کے لیے آل رسولؐ کے شیعوں کو آسانی مہیا کی اور حرم امامِ پاک کے اطراف میں نوحہ خوانی اور مجالسِ عزا منعقد کرنے کی آزادی عطا کی، اس نے حکم دیا کہ راہ نمائی کے لیے ایسے مینار بنائے جائیں، جن کی مدد سے زائرین آسانی سے قبرِ امام حسین علیہ السلام کا راستہ معلوم کر لیں۔

اس کے زمانۂ حکومت میں زوّاروں اور خصوصاً علویوں کی آمد و

رفت میں اضافہ ہوا اور قبرِ امام حسین علیہ السلام پر عزاداری، نوحہ خوانی، گریہ وزاری اور حرم کے اطراف میں مجاورت نسبتاً زیادہ ہوئی۔

قبرِ امام حسینؑ پر سب سے پہلے جس نے مجاورت اختیار کی وہ سید ابراہیم مجاب کوفی تھے، اُن کے خاندان کی جمعیت اب بھی دنیا بھر میں کافی تعداد میں ہے، سید ابراہیم حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کے اطراف میں پتھروں کی مدد سے جگہ درست کیا کرتے تھے، جہاں سوگواری اور مجالسِ عزا و نوحہ خوانی ہوتی تھی، سید مجاب 247 ہجری میں کربلا معلیٰ زیارتِ قبرِ امام حسین علیہ السلام کے لیے آئے تھے۔

منتصر کی حکومت کے بعد بنی عباس کے جو حکمران بنے وہ اپنی کج روی، غلط تدابیر اور معاملات پر مکمل کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے مملکت پر گرفت مضبوط نہ رکھ سکے، وہ منبروں پر اور خطباتِ جمعہ میں بطور خلیفہ اپنے نام سن کر ہی خوش ہو جاتے تھے اور امورِ دینیہ اور امورِ حکومت میں وہ مسلسل پستی ہی کی طرف جا رہے تھے یہاں تک کہ ترکوں کا اثر نفوذ بڑھتا چلا گیا جنہیں بنی عباس کے بعض حکمرانوں نے اپنے خطرات کو دور کرنے کے لیے نامزد کیا تھا اور اس رویے کی وجہ سے مملکت کے امور 334 ہجری سے 467 ہجری ایک سو آٹھ سال یعنی 467 ہجری سے 575 ہجری تک ترک سلجوقیوں کے ہاتھوں میں منتقل ہوئے۔

ان حالات کے پیشِ نظر، حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری اور آلِ رسولؐ کے دوستوں کے مراسمِ عزا میں آزادی ان بادشاہوں کے مذہب اور سیاست کے تابع رہی اور جب تک آل بویہ اور ترک سلجوقیوں کی حکومت رہی، شہروں میں عملی طور پر عزاداری قائم رہی۔

575 ہجری میں خلافت ناصر الدین اللہ کے ہاتھ میں آئی تو اس نے خلافت کو قابلِ احترام نظر سے دیکھنے کی کوشش کی اور سلجوقیوں سے تسلط وقدرت اور ہیبت وشوکت کو واپس لے کر اپنے کنٹرول میں رکھنا چاہا تاکہ خلافت کی سابقہ قدرت کو بحال کیا جا سکے،

اس دور میں بھی شیعوں نے آرام وسکون کا سانس لیا اور امام حسین علیہ السلام پر نوحہ خوانی اور مجالسِ عزا قائم کرنے میں آزاد رہے، وہ شیعوں کو شہر بدر کرنے، تکلیفیں پہنچانے اور آزار دینے سے نہ صرف اجتناب کرتا تھا، بلکہ اگر کہیں ایسا کیا جاتا تو اُس کی باز پُرسی کرتا تھا، اس نے حضرت امام موسیٰ کاظم اور امام جواد علیہما السلام کے حرم مبارک میں بہت سی اصلاحات کیں' وہ عزاداری اور سوگواری کی مجالس کے انعقاد پر خصوصی توجہ دیتا تھا، خصوصا ''محرم الحرام کے پہلے دس دنوں اور روزِ عاشورا میں کرخ، بغداد اور کاظمین میں خصوصی توجہ کے ساتھ اہتمام کرواتا تھا۔

اسی طرح اس کے بعد جو خلفائے بنی عباس آئے مثلاً الظاہر بامر اللہ اور مستنصر باللہ' انہوں نے بھی سید الشہدؑا کے لیے نوحہ خوانی اور مجالسِ عزا کے برپا کرنے میں شیعوں سے تعاون کیا اور کسی قسم کی ممانعت سے کام نہیں لیا،

باقی رہا معتصم عباسی جو 656 ہجری میں حکمران بنا' تو وہ رائے کا سُست اور کم تسلط والا حکمران ثابت ہوا، وہ کبھی تو شیعوں کے سامنے اس چیز کا اظہار کرتا تھا کہ، ''میں تمہارے ساتھ ہوں'' اور اُن کے آئمہ معصومین علیہم السلام کی قبور کی زیارات کے لیے بھی جایا کرتا تھا اور مشاہد مشرفہ کی طرف خصوصی توجہ دیتا تھا اور حکم دیا کرتا تھا کہ،'' آئمہ معصومین کے حرم مبارک کی اصلاح وآبادی کا خیال رکھا جائے' نوحہ خوانی ومجالسِ عزا کا اہتمام کیا جائے''، لیکن کبھی کبھار اہلِ سنت کے متعصب علما اور اپنے بیٹے ابو العباس احمد کے زیرِ اثر ہو جاتا تھا، اس کا بیٹا شیعوں کے بارے میں کینہ رکھتا تھا جب وہ لوگ زور پکڑتے تھے تو وہ نوحہ خوانی اور امام حسین علیہ السلام کے ذکر پر پابندی لگا دیتا تھا اور مجالسِ عزا کے انعقاد میں رکاوٹ پیدا کرتا تھا اور روزِ عاشورا مقتلِ امام حسین علیہ السلام کا ذکر کرنے کے لیے شیعہ واہلِ سنت کے درمیان پرآشوب فتنہ دبانے کے لیے اہتمام کرتا تھا بس اسی طرح عزا اور سوگواری تمام تر مخالفتوں کے باوجود ہر

سال اپنے مخصوص ایام میں عباسیوں کے زمانہ میں قائم رہی' اگر چہ عزاداری کی وسعت وقوت میں ضعف اور فرق پیدا ہو جاتا تھا، تاہم لوگوں میں عزاداری کا رجحان زیادہ ہی ہوتا تھا اور جب شیعوں کا دائرہ کار وسیع ہوا تو آلِ محمدؐ کے دوست' آئمہ معصومینؑ کے حرموں اور آلِ محمدؐ کے قابلِ اطمینان دوستوں کے گھروں میں مجالسِ عزا قائم کرتے اور اگر افرادی قوت میں اضافہ دیکھتے تو بازاروں، سڑکوں اور اجتماعاتِ عمومی میں نوحہ خوانی اور سوگواری کی مجالس قائم کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔

تیسری صدی ہجری اور اس کے بعد لفظ ''نائح''، (نوحہ خواں)' فقط اس شخص کے لیے تھا' جو حضرت امام حسین علیہ السلام کا نوحہ و مرثیہ پڑھتا تھا اور مجالس نوحہ خوانی فقط عراق ہی میں نہیں بلکہ تمام اسلامی ممالک مثل ایران مصر، جزیرہ ہائے عرب میں برپا ہوتی تھیں، حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں نوحہ خوانی کے متعلق، بنی عباس کے حکمرانوں کا رویہ اور کردار، قابلِ وثوق کتب سے برسوں کی محنت کے بعد ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

(1) کتاب ''اعیان الشیعہ''، پہلا ایڈیشن، ص184، پر درج ہے کہ:

بنی امیہ کے دورِ حکومت میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر پر سب سے پہلے بنی اسد کے قبیلہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے قبہ

بنوایا تھا، جو ہارون رشید کے زمانے تک قائم رہا، پھر ہارون رشید نے اسے مسمار کروادیا اور قبرِ مبارک پر ہل چلوادیئے اور قبر کے نزدیک موجود بیری کے درخت کو بھی کٹوادیا، کتاب، ''تسلیۃ الخواطر وزینۃ المجالس''، میں سید محمد ابن ابی طالب حائری نے تحریر کیا ہے کہ سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کے نزدیک ہی ایک مسجد بنائی گئی تھی جو بنی امیہ، بنی عباس اور ہارون رشید کے دورِ حکومت تک موجود تھی لیکن ہارون رشید نے اسے بھی مسمار کروادیا، بیری کا درخت کٹوادیا، قبرِ امام حسین علیہ السلام پر ہل چلوادیئے' یاد رہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حرمِ مبارک کے دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام ''باب السدرہ'' یعنی بیری والا دروازہ تھا، کیوں کہ بیری کا درخت اس دروازے کے قریب ہی تھا۔

مؤلف کتاب ہذا سید صالح شہرستانی کہتے ہیں کہ کربلا معلیٰ میں ایک محلّہ ''بابِ السدرہ''، کے نزدیک ہے اور وہ وہی محلّہ ہے، جس میں ہمارے (خاندان شہرستانی کے) گھر تھے وہ 240 سال قبل وہاں پر آباد تھے، چونکہ ہمارے جد بزرگ سید میرزا محمد مہدی موسوی شہرستانی متوفی 12 صفر 1216. ہجری، بچپن ہی میں کربلا معلیٰ ہجرت کر گئے تھے اور اسی شہر کو اپنا وطن بنالیا تھا اور اس محلّہ میں، جو محلّہ آلِ عیسیٰ کے نام سے مشہور تھا سکونت اختیار کی تھی، اس محلّہ میں سید بہاؤالدین کا ایک باغ تھا جسے

قانونی طور پر 1188 . ہجری میں خرید کر چند گھروں میں تقسیم کر دیا گیا اور خود انہوں نے اور اُن کے بیٹوں، پوتوں، نواسوں نے وہاں رہائش رکھی ہوئی تھی، وہ جگہ ہمیشہ ہمارے قبضہ میں رہی، اُن میں سب سے بڑا گھر والد مرحوم الحاج سید ابراہیم شہرستانی کا تھا' جسے انہوں نے اپنی زندگی ہی میں وقف کر دیا تھا اور ہم نے اسے امام بارگاہ شہرستانیاں قرار دے دیا تھا، ان گھروں میں سے ایک میں ایک گہرا کنواں تھا اور اس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ اسے کئی سال قبل کھودا گیا تھا، جس سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لیے آنے والے زائرین اور گریہ وزاری کرنے والے استفادہ کیا کرتے تھے' اس کنویں کے بالکل قریب بیری کا درخت تھا جس کی عمر پانچ سو سال سے بھی زیادہ تھی، یہ تمام گھر قبرِ مطہر سے تقریباً دس میٹر کے فاصلہ پر تھے اور اس وقت حرمِ مطہر اور ان گھروں کے درمیان فقط ایک سڑک حائل تھی۔ اس امام بارگاہ میں سید الشہدأ حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری ہوتی تھی اور خصوصاً ماہِ محرم' صفر اور رمضان المبارک میں خوب مجالسِ عزا برپا ہوتی تھیں۔

(2) رسالہ ''نزہۃ اہلِ الحرمین فی عمارۃ المشہدین''، تالیف سید حسن صدر کاظمی' ص 27' پر ہے کہ:

ہارون رشید کے زمانے تک حضرت امام حسین علیہ السلام کا حرم

مبارک آباد تھا۔ شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے (امالی) میں لکھا ہے کہ ہارون رشید نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک پر ہل چلوا دیئے۔

راوی کہتا ہے کہ:

''میں جریر ابن عبدالحمید کے پاس بیٹھا تھا کہ اہلِ عراق میں سے ایک آدمی آیا، ''جریر'' نے اس کے بارے میں پوچھا تو اس شخص نے کہا کہ ''میں ہارون رشید کے پاس سے آرہا ہوں، اس نے فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر پر ہل چلوا دیئے اور بیری کا درخت کٹوا ڈالا ہے''۔

''جریر'' نے جب یہ خبر سنی تو اس نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے اللہ اکبر کہا اور پھر کہا کہ ''اس واقعہ کے بارے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہم تک پہنچی ہے، رسولؐ خدا نے تین مرتبہ فرمایا! ''خدا اس شخص پر لعنت کرے جو بیری کے درخت کو کاٹے'' میں آج تک سوچتا رہا لیکن اس حدیث کا مطلب سمجھ میں نہیں آسکا تھا، لیکن آج روشن ہوا کہ بیری کے درخت کو کاٹنے کا مقصد یہ تھا کہ امام حسین علیہ السلام کی قبر کا نشان مٹا دیا جائے، تا کہ لوگوں کو امامؑ کی قبر ہی نہ ملے''۔

(3) کتاب ''مقاتل الطالبین''، ص 543 پر ہارون رشید کے بعد ہونے والے بنی عباس کے حکمرانوں معتصم اور واثق کا علویوں کے

ساتھ سلوک اور طرزِ عمل تحریر کیا گیا ہے:

حضرت ابوطالبؑ کے خاندان کے افراد، ''سامرا'' میں اکٹھے زندگی بسر کررہے تھے، لیکن متوکل کے زمانہ میں بحالتِ مجبوری ادھر اُدھر بکھرنا پڑا،

اسی صفحہ کے حاشیہ پر تاریخ ابوالفداء ج 2، ص 39، اور تاریخ اثیر ج 17، ص 11، سے نقل کیا گیا ہے کہ:

جب معتصم فوت ہوا اور واثق باللہ مسندِ حکومت پر بیٹھا تو وہ لوگوں پر احسان کیا کرتا تھا اور خصوصاً علویوں کی ضروریات پوری کیا کرتا تھا اور دوسروں کی نسبت اُن کا زیادہ احترام کیا کرتا تھا اور ذمہ داری سے اُن کے مال کا حصہ اُن تک پہنچایا کرتا تھا۔

واثق باللہ کی 227 ہجری میں بیعت ہوئی اور 232 ہجری میں اُس نے وفات پائی، یہ دونوں حکمران قبرِ امام حسین علیہ السلام کی زیارت پر جانے والوں کے لیے راستے بنواتے تھے اور نوحہ خوانی اور مجالسِ عزا کے انعقاد میں حائل رکاوٹوں کو دور کیا کرتے تھے۔

(4) کتاب، ''کامل''، ابن اثیر، جلد 7، ص 36، 37 پر 236 ہجری کے حالات کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

اس سال متوکل نے حکم دیا کہ ''امام حسین علیہ السلام کی قبر اور اُس کے اردگرد کی عمارتوں کو گرادیا جائے اور قبرِ امامؑ پر ہل چلا کر پانی چھوڑ دیا

جائے اور لوگوں کو زیارت پر آنے سے سختی سے روک دیا جائے ، اور اعلان کیا گیا کہ تین دن کے بعد قبرِ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے جو بھی آئے گا اسے قید کر دیا جائے گا'' یہ اعلان سن کر لوگ ڈر گئے اور سید الشہدا ؑ کی زیارت پر جانا چھوڑ بیٹھے، متوکل نے قبرِ امام حسین علیہ السلام پر ہل چلوا دیئے اور اس جگہ زراعت شروع کروا دی، متوکل حضرت علی ابن ابی طالب اور اُن کی اولاد علیہم السلام کے ساتھ سخت بغض اور کینہ رکھتا تھا' اسے اگر کسی شخص کے بارے میں معلوم ہو جاتا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام اور اُن کے خاندان سے محبت رکھتا ہے تو اس کی جان اور مال محفوظ نہیں رہتا تھا، متوکل کے ہم نشینوں میں گنجے سر والا ''عبادہ'' نامی ایک مخنث تھا، وہ اپنے لباس کے نیچے ایک تکیہ پیٹ پر باندھ لیتا اور سر ننگا کر کے متوکل کے سامنے رقص کرتا تھا، اس کے ساتھ گانے والے بھی ہوتے تھے، وہ لے ملا کر کہتے کہ، ''گنجا بڑے پیٹ والا خلیفۂ مسلمین کے سامنے آیا ہے'' اور وہ اسی تماشہ کے ساتھ حضرت علیؑ کی نقلیں اُتارا کرتے اور متوکل شراب پیتا جاتا اور ہنستا جاتا تھا، ایک دن ''عبادہ'' حسبِ معمول مسخرہ بازی کر رہا تھا، کہ متوکل کا بیٹا''منتصر'' بھی اُدھر آ نکلا، اس نے جب یہ بیہودگی دیکھی تو طیش میں آ کر ''عبادہ''، کو اشاروں میں خوب لتاڑا، چنانچہ منتصر کے ڈر کی وجہ سے وہ خاموش ہو گیا۔

متوکل نے پوچھا کہ، ''تو خاموش کیوں ہوگیا ہے''؟ عبادہ اپنی جگہ سے اٹھا اور سارا ماجرا کہہ سنایا، متوکل نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا تو منتصر نے کہا ''اے امیر المومنین! تُف ہے کہ علیؑ جیسے مقدس انسان کا اس جیسا دروغ گو شخص مسخرہ بازی کر کے مذاق اُڑائے اور لوگوں کو ہنسائے آخر وہ آپ کے چچا کے بیٹے، خاندان کے بزرگ اور ہر لحاظ سے باعث افتخار ہیں اگر آپ اُن کی غیبت و بد گوئی کر کے اُن کا گوشت کھانے پر تُل ہی گئے ہیں تو آپ کھائیں لیکن اس جیسے خارش زدہ کتوں کو اُن کا گوشت کھانے کی اجازت نہ دیں''، لیکن متوکل نے ان ناچنے گانے والوں اور نقالوں کو کہا! ''اسی طرح کرتے رہو''، یہ جوان (منتصر) اپنے چچازاد کی وجہ سے غیرت میں آگیا ہے اور اس کا غم و غصہ اس کی آزادی یا ماں کی وجہ سے ہے''

متوکل کے اس غلط عمل کی وجہ سے منتصر نے اپنے باپ متوکل کو قتل کر ڈالا کہ وہ اپنے باپ کا خون مباح سمجھتا تھا، بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ، ''متوکل اپنے ماقبل خلفائے بنی عباس، معتصم وغیرہ کو اچھا نہیں سمجھتا تھا کیوں کہ وہ محبتِ علیؑ کی وجہ سے مشہور و معروف ہوگئے تھے اور جو لوگ حضرت علی علیہ السلام اور اُنؑ کے خاندان کے ساتھ دشمنی رکھنے میں مشہور ہوتے تھے انہیں متوکل اپنے قریب جگہ دیتا تھا اور اپنے خاص ساتھیوں

میں شمار کرتا تھا، اُن لوگوں میں سے علی ابن جہم شامی، عمرو ابن فرخ الرجّی، ابو السمط جو مروان ابن ابی حفصہ کا بیٹا تھا، وہ سب بنی امیہ کے دوستوں سے تھے یہی لوگ اور عبد اللہ ابن محمد ابن داود ہاشمی المعروف ابن اترجہ متوکل کو علویوں کے بارے میں خبردار کرتے رہتے تھے اسے یہ رائے دیتے تھے کہ وہ علویین کو خود سے دور رکھا کرے، وہ اُن کی برائیاں بیان کرتے، اس لیے کہ جو علویوں کے سابقہ بزرگ افراد گزر چکے تھے، اُن کے متعلق لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ دین کے اعتبار سے اُن کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے، عبد اللہ وغیرہ ہمیشہ اس قسم کی چغل خوری کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ متوکل کے باطن میں جو کچھ تھا' وہ ظاہر ہوا اور اس کی تمام خوبیوں کو لے ڈوبا۔

(5) ابن خلکان بیان کرتا ہے کہ 246 ہجری میں جب متوکل نے امام حسین علیہ السلام کی قبر کو خراب و ویران کیا' تو مشہور شاعر علی ابن محمد بغدادی نے دردناک اشعار کہے جن میں سے چند کا ترجمہ یہ ہے:

''خدا کی قسم! اگر بنی امیہ نے رسولِ خدا کی بیٹی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بیٹے کو ظلم و ستم کے ساتھ شہید کیا تو بنی عباس نے بھی اپنی طرف سے اسی عمل کو انجام دیا۔

تیری عزت کی قسم! بنی عباس نے بنتِ رسولِ خدا کے فرزند کی قبر

کومسمار کیا اور وہ اِسی امر پر افسوس کرتے تھے کہ ہم نے بنی امیہ کے ساتھ مل کر امام حسین علیہ السلام کوشہید کیوں نہ کیا' بعد میں امام مظلوم کی ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کرنے میں انہوں نے اُن کی پوری پوری پیروی کی۔''

(6) رسالہ'' نزھۃ اہلِ الحرمین'' ،ص30 'پر اور اسماعیل ابوالفدا کی مختصر تاریخ ''اخبار البشر''، میں ہے کہ:

236 ہجری میں متوکل نے حضرت امام حسین ابن علی علیہم السلام کی قبر اوران کے اردگرد کے مکانات اور گھروں کومسمار کروادیا اور لوگوں کوامام حسینؑ کی قبر پرآنے سے بالجبر روک دیا نیز کتاب ''فوات الوفیات '' تالیف محمد ابن شاکر ابن احمد کتبی میں ہے کہ:

236 ہجری میں متوکل نے حکم دیا کہ قبرِ امام حسین علیہ السلام اوراردگرد کے گھروں کوگرا کراجاڑ دیا جائے اورہل چلا کر وہاں کاشت کاری کی جائے اور لوگوں کو زیارت پرآنے سے زبردستی روک دیا جائے ،متوکل ناصبی ہونے میں مشہور تھا' ان کی وجہ سے مسلمان اذیت میں رہتے تھے اور تنگ آکراس کے متعلق دیواروں پر گالیاں لکھتے تھے اور شعرا اپنے اشعار میں اس کا مذاق اڑاتے تھے۔

(7) شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے ''امالی'' میں، قاسم ابن احمد ابن معمر اسدکوفی سے نقل کیا ہے کہ:

متوکل کو جب یہ خبر ملی کہ لوگ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے کربلا معلیٰ جاتے ہیں اور اُن کی قبرِ مبارک کے اردگرد جمع ہو کر گریہ وزاری کرتے ہیں، تو متوکل نے اپنے ایک سپہ سالار کو لشکر دے کر روانہ کیا کہ فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کو منہدم کر ڈالے اور لوگوں کو قبرِ مبارک پر جمع ہونے سے روک دے' یہ واقعہ 237 ہجری کا ہے، متوکل کا گماشتہ کربلا معلیٰ پہنچا اور لوگوں کو متوکل کا حکم سنایا تو اردگرد سے آئے ہوئے تمام لوگ اُس کے اردگرد جمع ہو گئے اور اسے کہا کہ ''تم لوگوں سے جتنا ممکن ہو' ہم لوگوں کا قتل وغارت کرو لیکن پھر بھی جو افراد قتل ہونے سے بچ جائیں گے' وہ زیارتِ امام حسین علیہ السلام کے لیے آنے سے نہیں رکیں گے،'' وہ لوگ چونکہ ایسے معجزات دیکھ چکے تھے کہ انہیں قتل ہونا تو منظور تھا مگر زیارتِ امام حسین علیہ السلام کو چھوڑنا قبول نہ تھا۔ متوکل کے نمائندہ نے بے کم وکاست تمام واقعہ اسے لکھ بھیجا تو متوکل کی جانب سے جواب آیا کہ، ''اس کام سے فی الحال رک جاؤ اور کوفہ کی طرف لوٹ آؤ،'' چنانچہ وہ وہاں سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا اور اہلِ کوفہ کے امورِ رسیدگی کی اور اس سے نمٹ کر مصر کی طرف روانہ ہوا۔

247 ہجری میں متوکل کو دوبارہ یہ خبر پہنچی کہ کوفہ شہر اور دیگر ملحقہ دیہاتوں کے افراد امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے کربلا آتے

ہیں اور لوگوں کے وہاں قیام کرنے کی وجہ سے بہت بڑا بازار بن گیا ہے۔ متوکل نے دوبارہ اپنے نمایندے کو کثیر تعداد میں لشکر دے کر بھیجا اور اس کے نمایندے نے وہاں پہنچ کر اعلان کیا کہ، ''جو کوئی قبرِ امام حسینؑ علیہ السلام کی زیارت کرے گا، اس کی جان اور مال محفوظ نہیں رہے گا''، اور اس نے قبرِ امام حسین علیہ السلام کو مسمار کر دیا اور ہل چلوا کر وہاں کاشتکاری شروع کروا دی اور لوگوں کو زیارت سے زبردستی محروم کر دیا' متوکل ہاتھ دھو کر حضرت ابو طالب اور اُن کی اولاد اور اُن کے شیعوں کے پیچھے پڑ گیا تھا، لیکن اس نے جو کچھ ارادہ کیا تھا اسے پورا نہ کر سکا اور اپنے بیٹے کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا۔

(8) مذکورہ رسالہ کے صفحہ 31 پر ہے کہ:

متوکل کے بیٹے منتصر نے حرمِ امام حسین علیہ السلام کو پھر سے تعمیر کیے جانے کا حکم جاری کیا اور اس کی حکومت کے دور میں رہنمائی کے لیے ایسے مینار بنائے گئے تھے جنہیں دیکھ کر زائرین باآسانی کربلا معلّٰی کا راستہ تلاش کر لیتے تھے۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ اور باقی علماء نے تحریر کیا ہے، منتصر کی حکومت کی مدت فقط چھ ماہ برقرار رہی۔

(9) شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے ''امالی''، ص209' پر عبید اللہ ابن

دانیہ طوری سے روایت کی ہے کہ:

247 ہجری میں مَیں حج کے لیے گیا اور جب حج سے فارغ ہوا تو عراق چلا گیا اور حاکمِ وقت سے ڈرتے ہوئے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی قبر کی زیارت کی پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لیے کربلا معلی روانہ ہوا لیکن وہاں پہنچ کر دیکھا کہ جہاں فرزندِ رسولؑ کی قبر مبارک تھی وہاں کھیتی باڑی ہو رہی ہے اور پانی سے سیراب کیا جا رہا ہے کسان اور بیل ہل چلانے کے لیے تیار کھڑے ہیں اور پھر میں نے اپنی آنکھوں سے یہ حیرت ناک منظر دیکھا کہ کسان بیلوں کو ہنکاتے ہوئے تیزی سے دوڑاتے ہیں مگر بیل جس وقت قبر کے قریب آجاتے ہیں تو دائیں یا بائیں مڑ جاتے ہیں، کسان بار بار کوشش کرتے ہیں لیکن بیل قبر پر نہیں چڑھتے، مَیں نے دیکھا کہ کسانوں نے لکڑی کے ڈنڈوں سے بیلوں کو بہت سختی سے مارا تا کہ وہ قبر کے اوپر جا چڑھیں لیکن انہیں مارنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا، اور سختی کیے جانے کے باوجود بیلوں نے اپنا ایک قدم بھی قبرِ مبارک پر نہیں رکھا۔

بہر حال مجھے یہ کہتے ہوئے زیارت سے محروم ہی بغداد واپس لوٹنا پڑا: تا للّٰہ ان کا نت امیۃ ....الخ

حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کی انہدامی کی 237 ہجری میں

پہلی مرتبہ کوشش کی گئی اور دوسری مرتبہ 247 ہجری میں پوری قوت سے اس پر عمل کیا گیا۔

(10) کتاب، ''مجالس السنیہ''، ص149، پر ہے کہ:

متوکل نے پہلی مرتبہ 237 ہجری میں اور پھر 247 ہجری میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک پر ہل چلانے کا حکم دیا البتہ پہلی مرتبہ عملی طور پر قدم اٹھانے سے گریز کیا کیوں کہ اُسے خوف پیدا ہو گیا تھا کہ لوگ کہیں بغاوت ہی نہ کر بیٹھیں البتہ دوسری مرتبہ پوری قوت اور شدت سے اسے انجام دیا گیا' صاحبِ کتاب لکھتا ہے کہ:

یہاں تک کہ 247 ہجری آئی اور متوکل کو علم ہوا کہ بہت سے لوگ گروہ در گروہ کوفہ اور اطراف سے اکٹھے ہو کر زیارتِ امام حسین علیہ السلام کے لیے آئے ہوئے ہیں اور کافی تعداد میں اپنے مددگار بھی رکھتے ہیں، متوکل نے کثیر تعداد میں فوج دے کر اپنے نمایندہ کو بھیجا اور حکم دیا کہ، ''قبرِ امام حسین علیہ السلام کو تہس نہس کرنے کے لیے اس پر ہل چلا دے، تا کہ لوگ زیارت پر آنے سے رک جائیں،'' (قبرِ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے اگر چہ بہت لوگ آئے ہوئے تھے تاہم صرف زیارت ہی کے ارادہ سے آنے کی وجہ سے اُن کے پاس ہتھیار نہیں تھے، اور یوں بھی حاکمِ وقت سے براہِ راست ٹکر لینا عقل مندی بھی نہیں تھی،

اس لیے پرسوز اشعار کہتے ہوئے ناچار واپس لوٹ گئے کہ،) ''اے حضرت امام حسین علیہ السلام! اگر چہ ناصبی لوگوں نے کافی کوشش کی کہ آپؑ کی فضیلت کو دنیا کے ذہنوں سے ختم کر دیں لیکن خداوند کریم نے انہیں ناامید کر دیا اور اُن کی آرزوئیں پوری نہیں ہو سکیں کیونکہ جب بھی نمازِ پنجگانہ میں خدائے وحدہٗ لاشریک کی شہادت دی جاتی ہے تو وہیں آپؑ کے نانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی پاکیزہ آلؑ کا نام بھی آتا ہے اور اُن کی آلؑ کے ایک فرد آپؑ بھی ہیں،''

(12) کتاب'' کامل، ابن اثیر، جلد 7 ص 75، مطبوعہ لندن 1865ء میں منتصر کی زندگی کے حالات لکھتے ہوئے تحریر کیا گیا ہے کہ وہ 248 ہجری میں فوت ہوا' وہ بہت حلیم، صاحبِ عقل، بہت سی خوبیوں کا مالک، بھلائی اور نیکی کی طرف مائل، سخی اور صاحبِ انصاف تھا۔ اُس کی طرزِ معاشرت بہترین تھی، وہ لوگوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے اسباب مہیا کیا کرتا تھا، اور علویین کو جو اس کے باپ (متوکل) کے زمانہ میں ڈر کر زندگی بسر کیا کرتے تھے اپنے من پسند مقام پر رہنے کی مکمل آزادی تھی، اس کے علاوہ اس نے حکم دیا کہ،'' حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے دونوں بیٹوں، حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد کو اُن کی جاگیر فدک واپس دے دی جائے،''

(13) کتاب ''اعیان الشعیہ''، پہلا ایڈیشن' جلد 4، ص86، پر ہے کہ:

متوکل کے بعد اس کے بیٹے منتصر نے زمامِ حکومت ہاتھ میں لی وہ حضرت علی علیہ السلام اور ابو طالبؑ کی آلؑ پر خاصا مہربان واقع ہوا تھا، وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ اور اُن پر مال خرچ کیا کرتا تھا، اس نے اپنے دور میں شہدائے کربلا کی قبور کو اُن کی سابقہ حالت کی طرح بنوا دیا تھا، اکثر مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ لوگوں کو حکم دیتا تھا کہ ''حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کیا کریں اور عزاداری برپا کیا کریں''۔

(14) کتاب ''بغیۃ النبلاً'' میں ذکر ہے کہ:

بغداد میں ایک عورت خطیب نوحہ خوان، حاذق اور خطیب مشہور تھی وہ ''ناشی'' کے نوحوں سے نوحہ خوانی کیا کرتی تھی' ہم نے اپنے گھروں میں اس کا نام بعض روسائے سے سن رکھا تھا' اس وقت لوگوں کے لیے حاکمِ وقت کے علاوہ حنبلیوں کے ڈر کی وجہ سے نہ صرف سرِ عام بلکہ خفیہ طور پر بھی نوحہ خوانی ممکن نہ تھی' فقط حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے گزشتہ خلفاء کا ذکر کیے بغیر کچھ مرثیہ خوانی کی تھوڑی سی رعایت تھی۔

بعد میں ہمیں خبر پہنچی کہ ''بہار''، متوفی 329 ہجری پر نوحہ اور 323 ہجری پر حادثہ بیان کیا ہے' اس کے بعد ہم نے سنا خطیب جو نوحہ

خوانی کرتی ہے اس کو پکڑ کرلانے اور قتل کر ڈالنے کا حکم جاری کر دیا گیا ہے۔

(15) کتاب ''بغیۃ النبلاً''، ص 161، پر خالع بیان کرتا ہے کہ:

میں چھوٹا سا تھا اور 346 ہجری میں اپنے والد کے ساتھ ایک مجلس میں جو وراقین وصاغہ، بغداد مسجد میں منعقد ہوئی، شریک تھا، مجلس لوگوں کی کثرت سے بھری ہوئی تھی اسی دوران ایک آدمی پریشان بال اور چرمی لباس پہنے ہوئے آیا' اس کے کندھے پر پانی سے بھری ہوئی ایک مشک اور اور ہاتھ میں عصا تھا، اس نے بلند آواز سے لوگوں کو سلام کیا اور کہا کہ، ''میں فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا قاصد ہوں''، تمام لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور مرحبا خوش آمدید کہا، ''پھر اس نے کہا میں احمد مزدق نوحہ خواں کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں''؟ لوگوں نے بتلایا کہ، ''احمد یہ بیٹھا ہے'' اس نے کہا کہ میں نے اپنی سردار زادی کو عالمِ خواب میں دیکھا تھا اور انہوں نے مجھے ارشاد فرمایا تھا کہ، ''بغداد جاؤ اور احمد سے ملو اور اس سے کہو کہ میرے بیٹے (حسین علیہ السلام) پر ''ناشی'' شاعر کے مرثیہ کو پڑھ کر نوحہ خوانی کرو، وہ فرماتی تھیں:

''اے احمد مختار! رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند و تمہارے لیے میرا دل پارہ پارہ ہوگیا ہے' تمہارے مصائب کی وجہ سے جو مصیبت اور اذیت مجھے پہنچی ہے، ایسی کہیں سننے میں نہیں آئی'' اس وقت

وہ، ''ناشی'' شاعر بھی مجلس میں موجود تھا، جب اس نے یہ کلام سُنا تو اس نے اپنا منہ پیٹا اور احمد مزدق نے بھی اپنا منہ پیٹا اور اس کے بعد تمام افراد اپنے منہ پر ماتم کرنے لگے لیکن سب سے زیادہ ''ناشی'' اور ''احمد مزدق'' نے ماتم کیا' بعد میں اس کے اسی قصیدہ و مرثیہ کے ساتھ نمازِ ظہر تک نوحہ خوانی ہوتی رہی اور جب تک مجلس قائم رہی' لوگ اسی مرثیہ کو پڑھتے رہے۔ لوگ اس شخص کو الگ الگ ہدیہ پیش کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن اس نے کسی سے بھی کوئی شے قبول نہیں کی اور روتے ہوئے کہا:

''خدا کی قسم! اگر ساری دنیا بھی مجھے دینا چاہو تو پھر بھی قبول نہیں کروں گا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا قاصد بنا ہوں اور اس کے بعد دنیا کی کوئی شے اس کا عوض قبول کروں' یہ کیسے ممکن ہے؟'' اور پھر وہ مجلس سے رخصت ہو گیا مذکورہ مرثیہ دس ابیات پر مشتمل ہے اُن میں سے چند یہ ہیں:

عجبت لکم تضنون قتلا بسیفکم ویسطوا علیکم من لکم کان یخضع

کان رسول اللّٰہ اوصی بقتلکم وا جسامکم فی کل ارض توزع

ترجمہ: ''تم پر تعجب ہے کہ تم اپنی تلواروں کے ساتھ جنگ کرنے میں بخل کر رہے ہو، حالانکہ تم پر وہی لوگ حملہ کر رہے ہیں' جو تمہارے لیے خضوع کرتے تھے' گویا کہ رسولِ خدا نے تمہیں انہیں، شہید

کرڈالنے کی وصیت کی تھی اور یہ بھی کہ اُن کے اسامِ مبارک کو زمین پر پراگندہ کردیا جائے۔''

''ناشی''، شاعر، علی ابن عبد اللہ ابن وصیف ابو الحسن، 271 ہجری میں پیدا ہوا اور 365 ہجری میں راہیٔ ملک عدم ہوا اور کاظمین میں قریش کے قبرستان میں دفن کیا گیا، وہ تانبے کے برتن اور دیگر اشیا بنایا کرتا تھا اور اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مداح اور شاعر مشہور تھا۔

(16) کتاب، ''ارشاد الاریب''، تالیف یاقوت حموی' جلد 5، ص 335' پر خالع بیان کرتا ہے کہ:

ایک دن میں، ''ناشی''، شاعر کے قریب سے گزرا تو اس نے مجھے کہا کہ، ''میں نے ایک قصیدہ لکھا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تُو اُسے خوش خط کر کے لکھ دے تا کہ کسی کو پڑھنے میں زحمت نہ ہو۔''

میں نے کہا، ''میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں اور ابھی واپس آتا ہوں۔'' چنانچہ جہاں مجھے کام تھا، میں وہاں چلا گیا لیکن ابھی میں اس جگہ بیٹھا ہی تھا کہ مجھے نیند آ گئی اور عالمِ خواب میں مَیں نے ابو القاسم عبد العزیز شطرنجی نوحہ خواں کو خود سے مخاطب دیکھا' اس نے مجھے کہا کہ، ''میں چاہتا ہوں کہ تو بیدار ہو اور ''ناشی''، شاعر کا قصیدہ بائیہ لکھ

چونکہ گزشتہ شب ہمیں مشہد حرمِ امام رضا علیہ السلام میں اس کی ضرورت تھی ، ''ابو القاسم عبد العزیز شطرنجی زیارت سے لوٹ کر آرہا تھا کہ راستے ہی میں انتقال کر گیا تھا ، میں فوراً خواب سے بیدار ہوا اور ''ناشی'' ، کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ ، ''اپنا قصیدہ بائیہ لاؤ تا کہ میں لکھ دوں ، '' اس نے پوچھا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ، ''وہ قصیدہ بائیہ ہے میں نے تو ابھی تک یہ کسی کو بتلایا ہی نہیں ہے ؟''

میں نے اسے اپنا خواب بیان کیا جسے سن کر اس نے گریہ کیا اور کہا ! ''اب کوئی شک باقی نہیں رہا کہ میرا آخری وقت بہت نزدیک ہے میں نے جو قصیدہ لکھا ہے وہ امام حسین علیہ السلام کا مرثیہ ہے اور اس کا پہلا شعر یہ ہے :

ترجمہ : میری امید اور آرزو طویل ہے لیکن موت بہت قریب ہے ، میرا گمان خطا کر رہا ہے اور موت تو عیب پکڑتی ہے ۔''

(17) کتاب ، ''انوار الحسنیۃ'' ، تالیف شیخ محمد رضا کاشف الغطاؒ میں ہے کہ :

سید شریف رضی علیہ الرحمہ نے 386 ہجری میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی تو مظلومِ کربلا کی قبر کے نزدیک ایک گروہ کو دیکھا جو گریہ و زاری کر رہا تھا ، وہ دوڑ کر اُن کی طرف گیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا

مشہور مرثیہ پڑھا۔

(18) صاحبِ کتاب تمقام فرہاد مرزا نے شیخ ابن حکیم سے بجامع دیوانِ رضی سے نقل کیا ہے کہ:

"شریف رضی جب آخری مرتبہ زیارات کے لیے کربلا معلّٰی تشریف لے گئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کے کنارے کھڑے ہو کر مظلوم کربلاؑ کا مشہور مرثیہ پڑھا' آپ نے جو شعر پڑھے وہ آپ کی زندگی کے آخری شعر تھے اور وہ اُن کے دیوان میں بھی درج ہیں، اُن کے پہلے دو شعر یہ ہیں:

کربلا لا زلت کرب و بلا . ما لقی عندك آل المصطفی

کم علی تربک لما صرعوا من دم سال ومن دمع جری

ترجمہ: "اے ارضِ کربلا! تو ہمیشہ مصائب و آلام میں گرفتار تھی آلِ مصطفیؐ نے تیرے سینے پر کیا کیا مصائب دیکھے' (شہیدِ کربلا زخموں سے نڈھال ہو کر)، جس وقت تیری زمین پر گرے تو کس قدر خون اور آنسو تیری زمین پر جاری ہوئے۔"

علامہ سید رضی نے امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرتے ہوئے یہ ابیات بھی پڑھے:

ابیات:

لو رسول اللّٰہ یحیی بعدہ　قعد الیو م علیہ للعزا

یا رسول اللّٰہ لو عا ینتھم　و ھم ما بین قتل و سبا

لرأت عینا ک منھم منظرا　للحشی شجوا و للعین قذا

ترجمہ: ''اگر امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد رسولِ خدا زندہ ہوتے تو آج اُنؐ کے لیے مجلسِ عزا برپا کرتے۔

اے رسولِ خداؐ! کیا آپ نے اپنے اہلِ بیتؑ کو دیکھا، جن کی سختی ایسی تھی کہ جسے گلے میں ہڈی اور آنکھ میں کانٹا ہو۔''

(19) کتاب، ''کواکب الحسینیہ''، میں عبدالرزاق حائر، نے کتاب، ''عمدۃ الاخبار''، کے ص 43' سے نقل کیا ہے کہ:

علامہ سید مرتضٰی علم الہدیٰ نے 396 ہجری میں اپنے عزیزوں اور شاگردوں کے ہمراہ روزِ عاشورہ کو کربلا معلّٰی حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے گئے تو وہاں عربوں کے ایک گروہ کو منہ اور سینہ پر ماتم کرتے ہوئے دیکھا، سید مرتضٰی بھی اپنے ساتھیوں سمیت اُس ماتمی حلقے میں داخل ہو گئے اور سنا تو وہ اُن کے بھائی سید رضی کے اشعار پڑھ رہے تھے:

کربلا لا زلت کرب وبلا

(20) کتاب، ''مرآت الجنان وعبرۃ الیقظان''، تالیف یافعی، جلد 2، کی ابتدا میں 401 ہجری کے حالات وواقعات کے ضمن میں درج

ہے کہ:

خلیفہ قادر باللہ عباسی نے رافضیوں کے روزِ عاشورا کی یاد کو ختم کر ڈالا اور عورتوں اور بدکاروں کا راستہ محو کر دیا۔

(21) تاریخ ''المشہد الکاظمی'' تالیف شیخ محمد حسن آل یاسین میں ہے کہ:

441 ہجری میں شیعوں کو کاظمین اور دیگر جگہوں پر قائمہ عزاداری اور روزِ عاشورا کے مراسم سوگواری کی بجا آوری سے روک دیا گیا جس کی وجہ سے ایک بہت بڑا فتنہ رونما ہوا اور بعد میں بھی فتنہ وفساد برپا ہوتا رہا اور تاریخی کتاب، ''الامامین الکاظمین''، تالیف جعفر نقدی' میں بھی اس واقع کی تائید ملتی ہے۔

(22) کتاب، ''عمران بغداد''، تالیف محمد صادق حسینی نشأۃ ص:70' پر ہے کہ:

اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نوحہ خوانی وگریہ وزاری کی ممانعت کر دی گئی تھی اور 442 ہجری میں اہلِ کرخ کو روزِ عاشورا کے مراسمِ عزاداری انجام دینے سے جبراً روکا گیا تھا، لیکن انہوں نے اس رکاوٹ کو تسلیم نہیں کیا، چنانچہ اہلِ سنت اور اُن کے درمیان بہت بڑا فساد ہوا جس میں بہت سے لوگ مارے گئے اور یہ فتنہ وفساد جاری ہی تھا کہ

اہلِ کرخ پر ترک حملہ آور ہوئے اور عزادارانِ امامِ حسین علیہ السلام کے خیموں کو تباہ و برباد کر ڈالا۔

(23) ''ابنِ جوزی''، جلد:9، ص:207' پر نقل کرتا ہے کہ:

دبیس ابن صدقۃ ابن منصور اسدی' 512 ہجری میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لیے کربلا معلّٰی وارد ہوا، وہ مردِ شجاع، ادیب اور شاعر تھا اپنے باپ کے بعد ستر سال تک ''حِلّہ'' کی حکمرانی اس کے ہاتھ میں رہی' 539 ہجری میں مسعود سلجوقی بادشاہ کے حکم سے اسے قتل کیا گیا تھا،

وہ گریبان چاک اور پابرہنہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حرم میں داخل ہوا اور آہ و فریاد اور گریہ وزاری کرتے ہوئے خدا کی بارگاہ میں عرض گزار ہوا کہ، ''اے پروردگار! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں دشمنانِ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انتقام لے سکوں'' اور جب وہ عزاداری کے مراسم سے فارغ ہوا تو اس نے حکم دیا کہ، ''جس منبر پر بنی عباس کے حکمرانوں کے نام لیے جاتے تھے، اسے توڑ دیا جائے' تاکہ حرمِ امام حسین علیہ السلام میں نمازِ جمعہ کے خطبہ میں کسی اور کا نام لیے جانے کی یہ نشانی ہی باقی نہ رہے۔''

(24) کتاب ''تاریخ الکاظمین''، ص96' پر خلیفہ مسترشد

باللہ کا دبیس ابن صدقہ کے بغداد لوٹنے کے بعد کا واقعہ ہے کہ:

جب خلیفہ بغداد پہنچا تو اس کی آمد پر جشن کا اہتمام کیا گیا تھا' اس کی بغداد میں آمد روزِ عاشورا کو تھی اس دن شیعوں کی طرف سے مراسم روزِ عاشورا اور عزائے امام حسین علیہ السلام بر پا تھی' چنانچہ شیعوں کے مراسمِ عزاداری خراب کرنے اور اقامۂ عزا کو درہم برہم کرنے کے لیے بے حیا' پست ذہن اور گھٹیا قسم کے اہلِ بغداد جشن کی آڑ میں کاظمینؑ کی طرف بڑھے اور طاقت کے بل بوتے پر حرم میں داخل ہوئے اور حرم کی قیمتی اشیائ کو لوٹ لیا اور مجالسِ عزا کو درہم برہم کر دیا۔

(25) کتاب، ''عمرانِ بغداد''، ص:86' پر ہے کہ:

اہم ترین واقعات میں سے' جو ناصر الدین باللہ کے زمانے میں بغداد میں رونما ہوئے' ایک یہ بھی تھا کہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیعہ آہستہ آہستہ ظاہر ہونے لگے، یہاں تک کہ اس کے وزیر ہبۃ الدین علی نے مجالسِ عزاداری دوبارہ شروع کرنے کا حکم جاری کر دیا،

خلیفہ ناصر الدین باللہ نے 575 سے 662 ہجری تک حکومت کی۔

(26) کتاب، ''الحوادث الجامعہ''، تالیف ابن الفوطی، ص:152، 155 پر ہے کہ:

640 ہجری میں سامرا کا حرم جلایا گیا اور آگ امام ہادیؑ اور امام

حسن عسکریؑ کی ضریح تک جا پہنچی' پھر خلیفہ مستنصر نے قبر مبارک اور ضریح مقدس کی تعمیر و تزئین کے لیے بہترین اقدامات کیے اور پہلے کی نسبت بہتر حالت میں تعمیر کروادی۔

خلیفہ مستنصر نے دس جمادی الثانی 640 ہجری میں وفات پائی۔

(27) مذکورہ کتاب کے صفحہ 85 پر ذکر ہے کہ:

17 رجب المرجب 641 ہجری میں حاکم "مستعصم" حضرت امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لیے گیا' اس روز بارش ہورہی تھی، وہ مشہد کے اطراف میں موجود دروازہ کے پاس سواری سے اترا اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زیارت کے بعد چار شعبان المعظم کو سلمان رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے گیا۔

ص 244 پر ہے کہ:

حاکم مستعصم نے 647 ہجری میں حکم دیا کہ، ''حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حرم کی دیوار تعمیر کی جائے''۔

اور مذکورہ کتاب ہی کے ص 257 پر ہے کہ:

حاکم مستعصم نے امیر المومنین کی طرف سے ملی ہوئی خلعت نجفِ اشرف کی زیارت کے دوران 649 ہجری میں ضریح مقدس کے کنارے زیب تن کی۔

(28) کتاب ''حوادث الجامعہ''، ص:183 'پر ہے کہ:

641ہجری میں مستعصم نے جمال الدین عبدالرحمن ابن جوزی محتسب کو حکم دیا کہ'' روزِ عاشورا نوحہ، مرثیہ، مجالسِ عزا، بغداد اور اس کے اطراف میں سوائے حرمِ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ممنوع قرار دی جاتی ہیں۔''

صفحہ 248 پر ہے کہ:

محرم الحرام 647ہجری میں مستعصم نے اہلِ کوفہ اور مختارہ والوں کو نوحہ و مرثیہ خوانی اور مقتلِ امام حسین علیہ السلام کے ذکر سے روک دیا، کہ کہیں اہلِ سنت اور اہلِ تشیُّع کے مابین فتنہ و فساد برپا نہ ہو جائے۔

(29) کتاب ''تاریخِ کاظمینؑ''، تالیف مرزا عباس فیضی 'ص 115، 116 'پر ہے کہ:

کاظمین کی آبادی میں اضافہ کا سبب یہ تھا کہ مستعصم باللہ کی حکومت کے زمانہ میں اہلِ بغداد سکونت اختیار کرنے کے لیے کاظمین تشریف فرما ہوئے، اس لیے کہ اس نے جمال الدین ابنِ عبدالرحمن ابن یوسف جوزی کے ذریعے کاظمین کے علاوہ باقی تمام شہروں میں عزاداریٔ اور مجالس سوگواری سید الشہداؑ برپا کرنے سے روک دیا تھا، لیکن کاظمین کے رہنے والوں کو اس سلسلہ میں آزادی تھی اور وہ مظلوم

کربلاؑ کے مصائب اور نوحہ خوانی کر سکتے تھے چونکہ بغداد میں شیعوں کو مرثیہ خوانی، مجالسِ سوگواری اور مقتلِ امام حسین علیہ السلام کا ذکر کرنے سے روک دیا گیا تھا، اس لیے بہت سے شیعہ بغداد سے کاظمین منتقل ہو گئے تھے اور اسی جگہ کو اپنا وطن بنا لیا تھا کہ کاظمین میں عزاداری کی آزادی تھی۔

عراق کے باقی شہروں میں رہنے والے ہر سال محرم اور ماہِ صفر میں کاظمین آتے تھے تاکہ مراسمِ عزاداریٔ فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شرکت کریں اور وہ دو مہینے وہیں قیام پذیر رہتے تھے۔

(30) کتاب، ''التشیُّع والشیعہ''، میں ہے کہ:

عباسیوں کے زمانہ حکومت میں بغداد کے محلّہ کرخ میں اکثر شیعانِ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیام پذیر تھے اور عباسیوں کے بعد بھی اُن کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہا' وہ مجالسِ عزا اور محافلِ جشن منعقد کرتے رہتے تھے' انہوں نے آئمہؑ معصومین کی قبور پر نجف، کربلا، سامرا اور کرخ میں بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کروا رکھی تھیں اور انہیں زیارت گاہ قرار دیا ہوا تھا اور امام حسین علیہ السلام، کے لیے نوحہ خوانی اور مجالسِ عزاداری برپا کرنا اُن کا طریقہ اور قانونِ مذہبی تھا۔

(31) فارسی ماہنامہ، ''تاریخِ اسلام''، شمارہ محرم 388 ہجری'

ص 176 'پر خلیفہ مستعصم کے بڑے بیٹے ابو عباس احمد کا بطور آخری خلیفہ بنی عباس اور اس کے ولی عہد کا شیعانِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کینہ کی نسبت کے ضمن میں درج ہے کہ:

ابو العباس ابن مستعصم کے ہم نشین اسے اُکساتے رہتے تھے کہ وہ بغداد میں شیعوں کو خوب تکلیف و آزار پہنچائے اور اس قسم کے مشورے دینے والوں نے اسے حالتِ طبعی سے بھی خارج کر دیا تھا، اور وہ شیعوں کے خلاف بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلہ کے مانند ہو گیا تھا اور اس نے اپنے باپ کے کردار کے خلاف حکم جاری کرنے شروع کر دیئے تھے یہاں تک کہ اس کے لشکر کے ایک مسلح گروہ نے محلّہ کرخ پر جہاں شیعانِ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہتے تھے، حملہ کر کے غارت گری کا بازار گرم کیا اور بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل کیا' اُن کا مال لوٹ لیا' گھروں کو آگ لگا دی اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ وہ بنی ہاشم کی مستورات کو قید کر کے کسی ایسی جگہ لے گئے جہاں سے اُن کی پھر کوئی خبر ہی نہ مل سکی۔

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

عہدِ بنی عباس کے بعد نوحہ خوانی اور عزاداریٔ امام حسین علیہ السلام

بنی عباس کی حکومت ختم ہونے کے بعد عزاداریٔ امام حسین علیہ
السلام حکومتوں کی سیاست اور عوامل کے تحت رہی' مختلف ادوار میں عراق
پر عرب، فارسی اور ترک حکمران حکومت کرتے رہے، اُن میں سے بعض
شیعہ تھے اور بعض اہلِ سنت، بعض علما اور بعض بے دین و بے مذہب، نہ
شیعہ تھے نہ ہی سنی، البتہ اُن کے زمانے میں شیعوں نے سکھ کا سانس لیا او
وہ بہت عرصہ تک نوحہ خوانی و اقامۂ عزائے امام حسین علیہ السلام میں آزا
رہے اور اُن کی آزادی اس بنا پر تھی کہ حکمران شیعہ تھے یا اس کی وجہ یہ تھ
کہ حکمران کمزور تھے وہ اپنی کمزوری کے سبب مسلمانوں کے اس فرقے
طاقت استعمال نہیں کر سکتے تھے، مثلاً جب تک عراق کی حکومت صفو
خاندان یا دوسرے ایرانیوں کے ہاتھ میں رہی شیعوں نے نوحہ خوانی او
مجالسِ عزا کے اہتمام میں زیادہ حصہ لیا، یادِ امام حسین علیہ السلام کو زن
رکھنے میں وہ نسبتاً زیادہ آزاد ہوئے اور شہدائے کربلا کی مصیبت
دردناک یاد منانے میں انہیں خاصی پیش رفت حاصل ہوئی لیکن اس

برعکس حکمران مخالف اور متعصب ہوتے تو عزاداری محدود ہو جاتی تھی کیونکہ حاکم سختی کرتے تھے یعنی جب سنی حکمرانوں مثلاً عثمانی لوگوں کی عراق پر حکومت قائم ہوئی تو شیعوں پر سختی بڑھ گئی اور نوحہ خوانی وشعائر مذہبی برپا کرنے میں رُکاوٹیں کھڑی کی گئیں اور شیعہ مجبور ہو گئے کہ عزاداری گھروں یا تہہ خانوں میں پوشیدہ طور پر بجالائیں۔

خاندانِ ایلخانی کے بادشاہوں کے دورِحکومت میں خصوصاً جب "محمد خدابندہ" حاکم بنا تو وہ سب سے پہلا حاکم تھا جس نے تعلیماتِ اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھلم کھلا پیروی کی اور مذہب شیعہ اختیار کیا اور سِکوں پر آئمہ معصومینؑ کے نام لکھے جانے کا حکم جاری کیا جو 715 ہجری سے اس کے انتقال تک جاری رہا۔

اسی طرح اسی کے بیٹے ابی سعید، پھر طائفہ جلاریہ اور اس کے بعد صفویوں خصوصاً شاہ اسماعیل کے زمانہ میں ایران وعراق میں سرکاری و قانونی طور پر مذہب شیعہ کا اطلاق ہوا اور اسی طرح بعض عثمانی حکمرانوں کے دورِ حکومت میں مثلاً سلطان سلیمان قانونی متوفی 941 ہجری' جو زیارات کے لیے نجفِ اشرف کربلا معلی بھی گیا تھا، اس کے علاوہ دوسرے چند شیعہ حکمران عراق کے علاوہ دیگر بعض حصوں بنی فرید، حلہ، بنی شاہین، بطیحہ، بنی ہمدان اور آلِ مسیّب و نصیبین پر حاکم رہے، شیعہ،

عزاداریٔ امام حسین علیہ السلام کے سلسلہ میں خاصے آزاد تھے، لیکن بائ
عثمانی حاکموں کے دورِ حکومت میں جب صفویوں سے عراق کی حکومت
واپس لے لی گئی اور بالخصوص چوتھے عثمانی حکمران سلطان مراد نے شیعا
آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سختی کی' اس نے مذہبی کتابوں کو جلا
شیعوں کو شدید نقصان پہنچانے ،لہولہان کرنے اور قتل کر دینے میں کوئ
کسر اٹھا نہ رکھی تھی، وہ عزاداریٔ امام حسین علیہ السلام منعقد کرنے سے سخت
مانع ہوا اور جو لوگ حرمِ امامؑ کے قریب رہتے تھے' اس نے انہیں وہاں
سے نکال دیا، البتہ اس کے بعد والے حاکموں نے شیعوں کو حضرت اما
حسین علیہ السلام کی یاد میں مجالسِ عزا مختلف شعائرِ مذہبی اور جلوس وغیر
برآمد کرنے کی رعایت دے دی تھی، جب کہ بنی امیہ اور بنی عباس کے
دور میں عزاداری خفیہ طور پر ہوتی تھی اور واعظین حضرت امام حسین علیہ
السلام کی شہادت کا حال بیان کرتے تھے اور لوگ جلوسوں کی شکل میں نوحہ
و مرثیہ خوانی بھی کر لیتے تھے، اس سلسلہ میں تاریخ میں بعض نوحہ خوانو
اور منبر حسین علیہ السلام کے خطیبوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔

بنی عباس کے بعد پہلی عالم گیر جنگ تک عزائے امام حسین علیہ
السلام کے بارے میں بعض مؤرخین کی آرا کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(1) کتاب، ''الحوادث الجامعہ''، میں 698 ہجری

واقعات کے ضمن میں ذکرِ شہادتِ امام حسین علیہ السلام، نوحہ خوانی اور عزاداری کو قائم رکھنے کے لیے، ''سلطان نمازان''، کے زمانہ میں شیعوں کو دی گئی آزادی کے بارے میں ابن الفوطی لکھتا ہے کہ:

سلطان نمازان نے شہر حلہ کی طرف رخ کیا اور وہ زیارات کے لیے نجفِ اشرف اور کربلا معلیٰ گیا اور حکم دیا کہ، ''حرم مبارک میں سکونت پذیر علویین کو بہت سا مال دیا جائے'' اس کے علاوہ اس نے حلہ کی بالائی جانب سے نہر بھی کھدوادی' جس کا نام نہرِ نمازان رکھا گیا۔

پھر اس نے حضرت علی علیہ السلام کی ضریح مبارک کی زیارت کی علویوں کو بہت سا مال دینے کا حکم دیا' اس کے بعد وہ سید الشہداؑ کی ضریح مبارک کی زیارت کے ارادے سے کربلا معلیٰ روانہ ہوا اور وہاں بھی زیارت کے علاوہ علویین کو بہت سا مال عطا کیا' پھر وہ شکار کے ارادے سے حلہ اور قوسان کی طرف لوٹا اور سلمانِ فارسی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کی اور وہاں موجود فقرا میں خاصا مال تقسیم کیا۔

(2) کتاب، ''ومضات من تاریخِ کربلا''، تالیف سید سلمان آل طعمہ، ص 32' پر حالاتِ تیمور لنگ، بغداد پر لشکر کشی اور احمد جلاہری کے روبرو ہونا' 795 ہجری میں اُن کی بغداد میں مشرقی جانب سے ورود کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

تیمور لنگ کے افسران سلطان کے خزانہ پر قبضہ کرنے کے بعد زیارتِ امام حسین علیہ السلام کے ارادے سے کربلا پہنچے اور خاکِ کربلا سے تبرک حاصل کیا، اپنے لشکریوں کو جمع کیا اور زیارت کے مراسم سے فارغ ہو کر سید الشہداؑ کی قبر مبارک پر ملازم علوی سادات کو بہت سا مال ہدیہ کے طور پر دیا پھر چند روز وہیں قیام کیا اور مجالسِ عزاداریٔ امام حسین علیہ السلام میں شریک ہوئے اور پھر واپسی کے لیے کوچ کیا۔

(3) کتاب ''ثورۃ الحسین''، تالیف سید محمد مہدی شمس' میں واقعۂ کربلا اور شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے بارے میں عثمانیوں کے کردار کا ذکر ہے کہ:

چونکہ عثمانیوں کے زمانے میں ظاہر بظاہر عزاداری سے روکا جاتا تھا، اس لیے اس لیے چھپ چھپا کر مجالسِ عزا برپا ہوتیں تھیں، عثمانیوں کے دورِ حکومت کے بعد مجالسِ عزا گویا نئے سرے سے شروع ہوئیں کچھ عرصہ بعد حکومت پھر سختی سے مانع ہوئی اور بعض اوقات سخت شرائط کے ساتھ مجالسِ عزا منعقد کرنے کی اجازت ملتی تھی کیونکہ حکومت اس کے اثرات سے خوف زدہ رہتی تھی۔

(4) کتاب ''تاریخ التعلیم فی العراق فی العہد العثمانی''، تالیف عبدالرزاق ہلالی، ص 60' پر ہے کہ:

عتباتِ مقدسہ اور شیعوں کی اکثریت والے شہروں میں مجالسِ عزا پڑھنے والی لڑکیاں کثیر تعداد میں موجود تھیں کیونکہ ضرورت اس امر کا تقاضہ کرتی تھی کہ ماہِ محرم اور باقی مہینوں میں امام حسین علیہ السلام کی مجالس اور معصومینؑ کی ولادتوں کی تاریخوں پر منعقدہ جشنِ زنانہ سے خطاب کرنے والی پڑھی لکھی مستورات ہونا چاہئیں۔

(5) مذکورہ کتاب مطبوعہ 1959ء میلادی' بغداد' ص 126' پر ہے کہ:

شیعہ علاقوں میں پڑھے جانے والے نوحہ و مرثیے اس قدر پُر اثر ہوتے تھے کہ مخالف اور متعصب حکومت بھی اُن سے متاثر ہوتی تھی' اس سلسلہ میں شیعہ شعراُ کو جس قدر عزت حاصل تھی، سنی شعراُ اس سے محروم تھے، حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدح و ثنا والے اشعار فوجِ ظفر موج کی طرح رواں دواں ہوتے تھے اور لوگوں کے دلوں پر گہرا اثر چھوڑتے تھے، کیونکہ ہر شاعر اپنی پوری مہارت اور جذبے کی روشنی میں اچھے سے اچھا شعر کہنے کی بھرپور کوشش کرتا تھا۔

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆....

حضرت امام حسین علیہ السلام پر نوحہ خوانی کے اثرات

حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری واقعۂ کربلا ہی سے شروع ہو گئی تھی اور اس کی یاد کو باقی رکھنے کے لیے اس روز سے لے کر آج تک متواتر مجالسِ عزا قائم ہوتی رہی ہیں' تعصب اور دشمنیوں کے کیسے کیسے دور آئے، بربادی و تاراجی کے کیسے کیسے مراحل درپیش ہوئے' عاقبت نا اندیش حکمرانوں کے مظالم اور عزاداریٔ امامِ حسین علیہ السلام کو نیست و نابود کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور' صدہا برسوں پر محیط زمانوں کے اتار چڑھاؤ کے باوجود شیعانِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عمل کو مستحب جانتے ہوئے جاری رکھتے رہے اور تمام سال خصوصاً ماہِ محرم کے پہلے دس دن اس یاد کو منانے کے پابند رہے اور یہ شیوۂ مرضیہ گزشتگان، اپنی آنے والی نسلوں کو بطور ورثہ منتقل کرتے رہے اور اس طرح اس اندوہ ناک واقعہ کی یاد مجالسِ عزا، نوحہ خوانی اور دیگر شعائرِ عزاداری اپنے اصلی مرکز عراق سے باقی اسلامی بلکہ بہت سے غیر مسلم ممالک تک جا پہنچے اور ان ممالک میں کربلا کی یاد کو زندہ رکھنے کے لیے پیش آنے والے بہت

سے واقعات میں سے بعض واقعات ان شاء اللہ العزیز اس کتاب کے آخر میں درج کیے جائیں گے، اسلامی ممالک کے شہروں خصوصاً شیعہ علاقوں اور بالاخص عراق، ایران، شام وعرب ممالک، ہندوستان' پاکستان افغانستان اور ایشیا کے باقی ممالک اور افریقی ممالک میں بڑی بڑی مخصوص عمارتیں نظر آتی ہیں، جنہیں عرب لوگ حسینیہؑ ، ہند و پاک میں رہنے والے''امام بارگاہ''اور فارس میں رہنے والے''ماتم سرایا حسینیہؑ''، کہتے ہیں، تمام ممالک میں عربی نام''حسینیہ'' ہی کے ساتھ اُن کی پہچان ہوتی ہے، اُن بڑی بڑی عمارتوں کو فقط عزاداری، نوحہ خوانی اور سینہ زنی ہی کے لئے وقف کیا جاتا ہے اور صدقہ جاریہ کے عنوان سے اُن کے نام بہت سے اوقاف ہوتے ہیں جن کی آمدنی اُن امام بارگاہوں اور عزاداری کی ضروریات پر صرف ہوتی ہے، اُن امام بارگاہوں میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی یاد میں مجالسِ عزا برپا ہوتی ہیں، نوحے پڑھے جاتے ہیں اور ماتم کیا جاتا ہے، اُن امام بارگاہوں میں منعقدہ مجالسِ عزا میں مسلمانوں کی کثیر تعداد شریک ہوتی ہے ایک ذمہ دار صاحبِ علم خطیب منبر پر جاتا ہے اور تلاوتِ قرآنِ کریم سے اپنے کلام کا آغاز کرتا ہے اور پھر احادیثِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرامینِ آئمہ معصومینؑ کے ذریعہ آیاتِ قرآن کی تفسیر بیان کرتا ہے اس کے بعد تاریخ کربلا، مقتل

کے واقعات' امام حسین علیہ السلام کے مصائب وآلام، اُن کی شہادت کے عوامل واسباب وقت کے تقاضوں کے مطابق مختصراً یا تفصیل سے بیان کرتا ہے، خطیب کو اسلامی ممالک اور شہروں میں خطیبِ منبرِ حسینؑ، روضہ خواں، علامہ یا مولانا کہا جاتا ہے، وہ امام حسین علیہ السلام پر نوحے پڑھنے، اہلِ بیتِ رسولؐ کے فضائل ومصائب اور باقی آئمہ معصومین علیہم السلام کے واقعات پڑھنے کے لیے خود کو وقف کر دیتا ہے اور باقی دنیاوی کام ترک کر کے اسی ذکرِ محمد وآلِ محمدؐ کو اپنی زندگی کا شغل بنالیتا ہے اور اپنی پوری زندگی اس فرض کی انجام دہی میں گزار دیتا ہے' لفظ ''روضہ خواں'' عربی و فارسی سے مرکب ہے' (''روضۃ الشہدا'' ایک کتاب کا نام ہے جسے حسین ابن علی کاشفیہ، المعروف واعظ بیہقی، متوفی 910 ہجری' نے لکھا ہے)' لفظ ''خواں'' فارسی کا کلمہ ہے جس کا معنی ہے' پڑھنے والا' غالباً عربی میں یہ جملہ ''قاری الروضۃ'' ہوگا' ان مجالس کے آغاز یا اختتام پر بلحاظ موسم یا گنجائش وضرورت، شربت، چائے، دودھ، خشک میوے، چاول یا بعض اوقات کھانا وغیرہ بطورِ تبرک تقسیم کیا جاتا ہے، اِن مجالس کے اخراجات وقف شدہ املاک یا مخیّر حضرات کے تعاون سے پورے کیے جاتے ہیں۔

گزشتہ فصلوں سے ثابت ہوتا ہے کہ فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری اور اُن کے اہلِ بیتؑ

اوراعوان وانصار کے لیے گریہ وزاری پہلی صدی ہجری شہادتِ حضرت امام حسین علیہ السلام سے لے کر صحابہ کرام اور تابعین کے زمانہ سے ہوتی ہوئی آج کے زمانہ تک پہنچتی ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ:

اصل کتاب شروع کرنے سے پہلے میں نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ حضرتِ امام حسین علیہ السلام کی عزاداری اور گریہ وزاری اس جہان کی خلقت کے وقت ہی سے ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب، بیان کرنے والی سب سے پہلی ذات خود خدائے وحدہٗ لاشریک کی ہے، اور فرزندِ رسول حضرت امام حسین علیہ السلام پر سب سے پہلے گریہ کرنے والے ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام تھے' ان کے بعد دیگر انبیاء نے بھی اپنے اپنے زمانہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ کیا' نوحہ خوانی و عزاداریٔ مظلومِ کربلا ابتدا میں کم تھی لیکن پوشیدہ یا ظاہر بظاہر ہوتی ضرور تھی بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ عزاداری ایک نئی چیز ہے جو صفویوں کے زمانہ میں شروع ہوئی تھی، درست نہیں ہے ایسا کہنے والے تاریخ سے ناواقف ہیں یا ذاتی اغراض یا مقاصد کی وجہ سے غلط بیانی کرتے ہیں' حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری ایک قدیمی چیز ہے اور روزِ اول ہی سے اس کا انعقاد ہو گیا تھا، البتہ صفویوں کے زمانہ میں اس میں

وسعت پیدا ہوئی اور لوگوں کی کثیر تعداد نے اس میں شرکت کرنا شروع کردی اور امام حسین علیہ السلام کی مجالسِ عزا بلا خوف وخطر انجام دی جانے لگیں' مذہب شیعہ جوں جوں عراق اور باقی اسلامی ممالک میں وسعت حاصل کرتا تھا اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُب داروں کی طرف سے مجالسِ عزا، نوحہ خوانی اور گریہ وزاری کا انعقاد زیادہ ہوتا تھا ،خصوصاً آئمہ معصومینؑ کے روضوں پر مجالسِ عزا زیادہ برپا ہوتیں تھیں، جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ اصل میں عزاداری اور نوحہ خوانی عراق میں تھی بعد میں اس میں وسعت پیدا ہوئی اور باقی لوگوں اور شہروں میں اس کے اثرات پہنچے' فاطمیین کے عہد میں مصر، صفویوں کے دور میں ایران، حمدانیین کے زمانہ میں شام، موصل، لبنان، علویین اور ادریسین کے زمانہ میں افریقہ اور مغربی ممالک اور شیعہ راجاؤں اور بادشاہوں کے زمانہ میں ہندوستان میں بھی عمومی طور پر عزاداری شروع ہوگئی، اس طرح سے تمام عربی اور اسلامی ممالک اور پھر دنیا بھر میں مراسمِ عزاداری اور مجالسِ سوگواریٔ حضرت امام حسین علیہ السلام، جاری وساری ہوگئیں اس سلسلہ میں چند تاریخی حقائق یہ ہیں:

(1) کتاب، ''نہضتہ الحسین''، تالیف سید ہبتہ الدین شہرستانی' ص135' پر ہے کہ:

امام حسین علیہ السلام اور اعوان و انصار کی جاذبیت حرمِ امام سے دور دراز شہروں، ہند، عجم، ترک، دیلم، مصر، جزائرِ عرب اور مغربی ممالک تک پھیل گئی ہے اور لوگ اجتماعی صورتوں میں مجالسِ عزا برپا کرتے ہیں اور فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اُن کے اصحاب پر وارد ہونے والے مصائب کی یاد زندہ رکھنے کے لیے ہر سال واقعہ کربلا بیان کرتے ہیں۔

(2) جرجی زیدان، ''غادرۃ کربلا''، میں لکھتا ہے کہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ ابنِ زیاد نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کر کے بہت بڑا گناہ کیا ہے، دنیا میں اس سے بڑھ کر شرمناک واقعہ رونما ہُوا ہی نہیں، اگر آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبّ، شیعہ ہر سال اپنے گریبان پارہ پارہ، سینہ زنی، افسوس کا اظہار اور روتے پیٹتے ہیں تو یہ قابلِ تعجب نہیں اس لیے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو مظلوم شہید کیا گیا ہے اور ظالموں کے خلاف احتجاج کرنا انصاف کا تقاضہ اور شہیدِ مظلوم کی مظلومیت پر گریہ وزاری کرنا اُن کا حق ہے۔

(3) کتاب، ''نہضۃ الحسین''، تالیف سید جواد ہبۃ الدین حسینی شہرستانی پانچواں ایڈیشن، ص162 'پر ہے کہ:

اسلامی ممالک میں عزادایٔ امام حسین علیہ السلام کے اہتمام کے

لیے محرم کی دسویں کو تمام اسلامی ممالک میں مجالسِ عزا برپا کی جاتی ہیں' اس دن عام سرکاری تعطیل ہوتی ہے اور بہت سے امراء وزراء اور سرکاری افراد، مراسمِ عزاداری میں جوق در جوق شرکت کرتے ہیں' جس سے اُن کے دلوں میں اُس مصیبت کی یاد تازہ ہوتی ہے اور دنیا بھر کے اسلامی ممالک میں روزِ عاشورا کو ناراحتی اور افسوس کی موجیں جاری رہتی ہیں، حزن وملال کے بادل لوگوں کے سروں پر خیمہ زن ہوتے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ابھی ابھی شہید ہوئے ہیں اور اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازے آنکھوں کے سامنے زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور شہدائے کربلا کا خون نظروں کے سامنے زمین سے اُبل رہا ہے' اس قسم کے جذبات اور دلوں پر مصائب وآلام کا اثر اس امر کا متقاضی ہے کہ اسلامی اور عرب ممالک کے حاکم ان مراسمِ عزاداری کا مزید احترام کریں' اس دن کی یاد منانے کے لیے وہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ مراعات دیں اور لوگوں کے نازک جذبات کا خیال رکھتے ہوئے۔ لہو ولعب کے مراکز، مے خانے، دکانیں، بازار وغیرہ بند رکھیں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ریڈیو ٹیلی ویژن کے معمول کے شوخ پروگرام ایامِ محرم میں بالکل بند ہو جانا چاہیں' اور اُن کی جگہ دینی وعلمی

پروگرام شروع کرنا چاہئیں اس قسم کے اقدامات اس دن کی عظمت کا اعتراف اور لوگوں کے جذبات میں اضافہ کا باعث ہوں گے۔

عراق، ایران، ہندوستان، پاکستان اور چند دیگر اسلامی ممالک میں الحمدللہ اسی طرح کیا جاتا ہے۔

خون بار واقعہ کربلا کی یاد میں مسلمان مجالسِ عزا منعقد کرتے ہیں اور اُن میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُنؑ کے اہلِ بیت اور اعوان و انصار کے حالات و واقعات' اُنؑ کی عظمت و بزرگی، اُنؑ کی شجاعت و شہادت کے احوال بیان کرتے ہیں تو سننے والے حیرت اور صدمے میں ڈوب جاتے ہیں اور اُن کے دلوں سے تاریخ کے تمام شجاعانِ عرب محو ہو کر رہ جاتے ہیں، اقوامِ عالم اپنے اپنے اعتقاد کے مطابق اس خونی واقعہ کی یاد مناتی ہیں اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی یاد ہر قوم میں اپنے طریقہ وسلیقہ کے مطابق، شہادت کے مدارک کے لحاظ اور علاقائی رسوم کی وجہ سے مختلف انداز میں منائی جاتی ہے۔

بعض لوگ روزِ عاشورا کو بہت بڑی عید شمار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آج کے دن فضیلت کو پستی اور رذالت پر کامیابی حاصل ہوئی ہے، امام حسین علیہ السلام اپنے پاکیزہ مقصد میں یزید کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے ہیں، اپنے نانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات

اور شریعتِ مقدسہ کو استحکام بخشا ہے اور شریعت کے احکام کو زندۂ جاوید کیا ہے اور یوں وہ اسی روز ڈھول ڈھمکا اور گتکا وغیرہ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

اس قسم کا انداز شمالی افریقہ اور جنوبی اور مغربی مما لک کی طرف اپنایا جاتا ہے۔ بعض عقیدت مند مختلف آلات کے مثلاً زنجیر، چاقو، خنجر کے ذریعے اپنے آپ کو ناراحت اور اپنے جسم کو زخمی کرتے ہیں اور دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس طرح ہم شہیدوں کی پیروی میں اپنا خون بہاتے ہیں، اُن کے نزدیک اُن کی محبت کا اظہار اسی عمل سے ہوتا ہے۔

روزِ عاشورا کی یاد اس طرح کے اعتقاد سے منانے والے افراد، ایران، عراق، ہندستان اور پاکستان میں بکثرت ہیں۔

صفحہ 164 پر ہے کہ:

ایران و عراق عتبات مقدسہ کے شہروں، پاکستان، ہندوستان اور باقی مناطق میں اہل بیت رسولؐ کے ساتھ دوستی رکھنے والے لوگ، روزِ عاشورہ زیب و زینت آرام و آسائش مرغن کھانوں اور ہنسی مذاق سے پرہیز کرتے ہیں اور وہ حالت حزن و ملال اور ماتمی لباس میں ملبوس ہوتے ہیں مساجد وامام بارگاہوں پر سیاہ کپڑے اور علم لگاتے ہیں، اولاً تو پورا سال ورنہ کم از کم ایام محرم میں تو مسلمانوں کا یہی دستور رہتا ہے۔

اسلامی مما لک میں مجالسِ عزا، بیس صفر تک جاری رہتی ہیں اور

چہلم کے روز جلوس برآمد ہوتے ہیں، مخصوص اعمال بجالائے جاتے ہیں اور زیارات پڑھی جاتی ہیں اور کربلا معلیٰ میں تو شہدائے کربلا کو پرسہ دینے کے لیے چند دن پہلے ہی سے زائرین آنا شروع ہو جاتے ہیں' حتیٰ کہ دس لاکھ سے زیادہ افراد اکٹھے ہو جاتے ہیں اور گروہ در گروہ قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرتے ہیں اور جلوس کی شکل میں ضریح کا طواف کر کے تبرک وتیمن حاصل کرتے ہیں۔

(4) کتاب ''موسوعۃ العتبات المقدسہ''، ص280: پر حالات کربلا کے ذکر میں لکھا ہے کہ:

''فرایا ستارک'' نامی ایک انگریز مصنفہ اپنی'' کتاب صور بغدادیہ'' میں روز عاشورا کے بارے میں اپنے تاثرات لکھتی ہے کہ:

تمام اسلامی ممالک میں شیعانِ آل محمدؐ، امام حسین علیہ السلام کی یاد منانا اور اُن کے فضائل ومصائب کا بیان کرنا پسند کرتے ہیں اور وہ محرم کے پہلے دس دنوں میں سیاہ ماتمی لباس پہنتے ہیں تا کہ حزن وملال میں اضافہ ہو وہ عاشورا کے روز ایک تابوت اٹھائے ہوئے جلوس کی شکل میں نکلتے ہیں، ان کے نظریے کے مطابق وہ گویا امامِ مظلوم کی لاش اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس قسم کے جلوس بغداد، نجف، کربلا، کاظمین، اور سامرا میں نکلتے ہیں اور شرکائے جلوس اپنے برہنہ سینوں پر جب ماتم

کر رہے ہوتے ہیں تو ان کے ماتم کی آواز دور ہی سے پہچان لی جاتی ہے۔

(5) ''جون اشر'' کے سفر نامے میں غیبون مؤرخ سے اخذ کردہ واقعہ کربلا کا کچھ حصہ مذکورہ کتاب کے صفحہ: 297 پر ہے:

مسلمانوں کا ایک فرقہ شیعہ دنیا بھر میں شہادت امام حسین علیہ السلام کی یاد میں ہمیشہ دردناک مراسمِ عزا کا انعقاد کرتا ہے اور انتہائی حزن و ناراحتی میں اپنی روح اور جان کو بھی بھول جاتا ہے۔

ماہنامہ ''العلم''، نجف، فارسی روزنامہ ''حبل المتین'' سے جو ہندوستان بھیجا جاتا ہے، ڈاکٹر جوزف فرانسوی کے مقالہ سے اخذ کیا گیا ہے کہ:

پوری دنیا میں مسلمان شیعہ اور سنی دو گروہوں میں تقسیم ہیں اور شیعہ بحالت مجبوری تقیہ کے ساتھ چھپ چھپا کر مجالس عزاداری برپا کرتے ہیں، ان مجالس میں حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرتے ہیں، جس کا دلوں پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی شہرت مشرق میں بھی جا پہنچی ہے اور اب تو عزداروں میں خلفا، وزرا اور بادشاہ بھی شامل ہوتے ہیں۔

بعض مقامات پر تقیہ کے ساتھ چھپ چھپا کر اور بعض مقامات پر کھلم کھلا رسمِ عزاداری برپا ہوتی ہے اور مجالس کی اثر پذیری کے پیش نظر

یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ایک دو صدیاں گزرنے کے بعد شیعوں کی تعداد مسلمانوں کے دیگر فرقوں سے زیادہ ہو جائے گی، کیونکہ مجالس عزا کا انعقاد دوسرے فرقوں کے افراد پر بہت اثر کرتا ہے' انہیں شمولیت کی دعوت دیتا ہے' آج دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں دو شخص شیعہ ہوں اور مجالس عزاداری برپا نہ ہوتی ہو، اس سلسلہ میں مال خرچ کرنے سے وہ ذرا بھی دریغ نہیں کرتے۔

میں نے ''مینا مراسلؔ''، کے مسافر خانہ میں بحرین کے رہنے والے ایک شیعہ دیکھا کہ وہ اکیلا کرسی پر بیٹھا کتاب ہاتھ میں لیے پڑھتا جاتا تھا اور گریہ کرتا جاتا تھا اور اس نے فقرا میں تقسیم کرنے کے لیے غذا بھی تیار کر کے دستر خوان میں رکھی ہوئی تھی۔

شیعانِ آل محمدؐ سے بعض افراد اپنی حیثیت کے مطابق عزاداری امام حسین علیہ السلام پر اپنی گرہ سے لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں جبکہ بعض مقامات پر مخصوص اوقاف سے خرچ کیا جاتا ہے اور وہ خرچ بھی بلاشبہ بہت زیادہ مقدار میں ہوتا ہے۔

شیعانِ آل رسولؐ میں سے بعض عالم لوگوں نے تمام کاروبار چھوڑ کر صرف اسی کام کو اپنا شغل بنا رکھا ہے وہ زحمت اور تکلیفیں اٹھا کر شہدائے کربلا کے حالات و واقعات اور فضائل و مصائب منبروں پر بیان

کرتے ہیں اور اس فن میں اثر اور حقانیت کی وجہ سے وہ باقی مذہب اسلامیہ کے خطیبوں پر برتری رکھتے ہیں۔

آج کل ہندوستان میں شیعوں کی کثیر تعداد کا نظر آنا، اُنہیں مجالسِ عزا کے انعقاد کا اثر ہے، صفویوں کے زمانے میں بھی شیعہ حضرات اپنے مذہب کو تلوار کی بجائے اپنے کلام کی قوت سے، جس کا اثر تیز دھار تلوار سے بھی زیادہ ہوتا ہے، ترقی دیتے تھے، اُنہوں نے اپنے مذہبی مراسم کی ادائیگی میں اس حد تک ترقی کی ہے کہ نہ صرف مسلمانوں میں دوثلث بلکہ ہندوؤں اور باقی مذاہب کے پیروکاروں کی کثیر تعداد بھی ان کی رسوم عزا میں شریک ہوتی ہے۔

شیعانِ آل رسولؐ نے چند قرن پہلے سیاہ ماتمی لباس پہنا جو باقی مذاہب کے لوگوں کو راغب کرنے کا عجیب اثر رکھتا ہے اور یہی حال حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے عزاداری کا ہے، کہ اس سے عامہ اور خاصہ کے دلوں میں گہری تاثیر پیدا ہوتی ہے کیوں کہ مجالس عزا میں شہدائے کربلا پر ڈھائے جانے والے ظلم بیان کیے جاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ایسی احادیث و روایات بھی سنائی جاتی ہیں، جو آل رسولؐ کے مصائب پر گریہ کا سبب بنتی ہیں، اور دلوں پر اُنؑ کی مظلومیت کا گہرا اثر چھوڑتی ہیں اور شیعوں کو ان کے عقیدہ میں اور محکم کرتی ہیں، یہی وجہ ہے

کہ آج تک شیعوں کے ایک فرد نے بھی اپنے مذہب کو چھوڑ کر کسی اور فرقے کو اختیار نہیں کیا ہے، شیعانِ آل رسولؐ عزاداریٔ امام حسین علیہ السلام کو مختلف طریقوں اور مقامات پر منعقد کرتے ہیں لیکن امام بارگاہوں میں منعقد کی جانے والی مجالس میں دوسرے مذاہب کے لوگ کم شرکت کرتے ہیں البتہ گلی کوچوں اور بازاروں میں منعقد کی جانے والی مجالس میں اور لوگ بھی آ کھڑے ہوتے ہیں اور وہ توجہ سے سننا شروع کر دیں تو ان کے دلوں پر اثر ہونے لگتا ہے اور خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں، گریہ کرنے لگتے ہیں اور اُن کے دل رسوم عزاداری کی طرف کھنچنے لگتے ہیں اور وہ شیعوں کی تقلید شروع کر دیتے ہیں، ایسا طریقہ ہندوستان میں باقی اسلامی ممالک سے نسبتاً زیادہ رائج ہے اور یہاں مجالس عزا میں تمام اسلامی فرقے دوسرے ملکوں کی نسبت زیادہ شرکت کرتے ہیں جبکہ مخالف گروہوں کا گمان ہے کہ شیعوں میں یہ عمل صفویوں کی حکومت کے دوران جاری ہوا' کیوں کہ وہ خود شیعہ عقیدہ کے مالک تھے حالاں کہ ایسا گمان کرنا محض تعصّب کی بنا پر ہے، شیعوں کے قدیم علما اور مذہبی رہنما ان مراسم عزا کو برپا کرنے کی تائید و تاکید کرتے رہے ہیں اور اُن میں سے ہر ایک دوسروں کو اس کے انعقاد کے بارے میں حکم دیتا رہا ہے۔

شیعوں کی شہرت اور ترقی کے جملہ امور میں سے ایک یہ بھی ہے

کہ وہ اپنے آپ کو نیک ارادے اور پر خلوص نیت سے اس کام کو انجام دینے کے لیے آمادہ رکھتے ہیں اور مجالس عزا، سینہ زنی، علم اٹھا کر جلوس کی صورت میں گلی کوچوں میں گشت اور عزائے امام حسین علیہ السلام میں منظم طریقہ سے شامل ہونا دوسرے لوگوں کے دلوں پر اچھا اثر ڈالتا ہے اور ان کی توجہات اور رجحانات کو اپنی طرف جذب کرتا ہے لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ شیعہ تعداد میں اگر چہ کم ہی کیوں نہ ہوں، تا ہم اعداد وشمار کے اعتبار سے زیادہ معلوم ہوتے ہیں اور ان کی عظمت اور شان وشوکت دس گنا نظر آتی ہے اور اس کا سبب مراسمِ عزاداریٔ امام حسین علیہ السلام ہی ہے۔

یورپین رائٹر حضرت امام حسین علیہ السلام سے محبت و عقیدت نہیں رکھتے ہیں مگر کربلا کی جنگ کی تفصیل امام حسین علیہ السلام اوران کے ساتھیوں کی شہادتوں کا احوال غیر جانب داری سے لکھتے ہیں' اُن کے نزدیک بھی امام حسین علیہ السلام ظلم وستم، تجاوزگری اور بے رحمی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے، وہ ان کے دشمنوں کے نام تنفّر سے لیتے ہیں اور یہ سب امور فطرت انسانی پر موقوف ہیں اور اس قسم کے جذبات بھی یقیناً گروہِ شیعہ کی تائید کرتے ہیں۔

(7) کتاب ''مجالس السنیہ'' ص: 200 پر رسالہ ''النہضۃ الحسینیہ وتاثیرھا علی العالم الاسلامی''، سے جس کا مؤلف جرمن حکیم و

فلاسفر ہے نقل کیا گیا ہے کہ:

عزاداری امام حسین علیہ السلام برپا کرنے کا مسلمانوں پر جتنا اثر ہے، اور کسی بھی عمل کا نہیں ہے' ان مجالس کو مسلمانوں اگر دو قرن تک جاری رکھیں تو ان میں کوئی نئی سیاسی زندگی تو پیدا نہیں ہوگی لیکن ان کے استقلال کے نصف اسباب اسی واقعہ کی پیروی سے میسر ہوں گے مُسلمان حکمران اسی رابطہ کے زیر سایہ ایک دن بھر پور طاقت حاصل کرلیں گے اور اسی وسیلہ سے مسلمان، پوری دنیا میں ایک پرچم کے نیچے متحد ہو جائیں گے، کیوں کہ اسلامی فرقوں میں کوئی ایک گروہ بھی ایسا نہیں ملتا جو امام حسین علیہ السلام کے مصائب کا انکار کرتا ہو یا کسی بھی لحاظ سے امام سے متنفر ہو بلکہ ہر ایک کے دل میں ان مراسم کو انجام دینے کی رغبت اور میلان موجود ہے، مسلمانوں میں مختلف قسم کے عقائد میں واقعہ کربلا اور مراسم عزا کے علاوہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں جسے تمام مسلمان مل کر انجام دیتے ہوں۔

امام حسین علیہ السلام کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خاصی مشابہت ہے لیکن ان کی مصیبت حضرت عیسیٰ سے کہیں زیادہ سخت ہے اور اگر عیسائی حضرت امام حسین علیہ السلام کے شیعوں کی پیروی شروع کر دیتے یا شیعان آل رسولؐ کو عام مسلمانوں کی طرف سے مسلسل ناپسندیدگی مصیبت اور رکاوٹوں کا سامنا نہ ہوتا تو ان دونوں میں سے ایک گروہ

پوری دنیا پر حکومت کرنے کا اہل تھا، کیوں کہ جس زمانے میں بھی امام حسین علیہ السلام کے پیروکاروں کے سامنے رُکاٹیں کھڑی نہیں کی گئیں، وہ سیلاب کی طرح تمام طبقات اور اقوام کا احاطہ کر لینے میں کامیاب ہوتے رہے ہیں۔

(8) کتاب ''موسوعۃ العتبات المقدسۃ''، ص: 381، پر 1943 میلادی مسٹر ستیون لوید' بغداد کے آثار قدیمہ سے مکمل آگاہ، کی کتاب ''تاریخ بغداد''، بنام الرافدین کے حوالہ سے جس میں حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ ابن ابوسفیان کے کردار ورفتار پر سیر تبصرہ حاصل کیا ہے اور مقتل امام حسین علیہ السلام کے متعلق لکھا گیا ہے، درج ہے کہ:

دردناک اور ناگوارترین کام شہادتِ امام مظلوم کی وجہ سے جو اس معرکہ میں انجام دیا گیا، مسلمانوں میں خوف و ہراس پیدا ہوگیا' اس قصہ میں پنہاں دردناک پہلو نے شیعوں کو عالم اسلام میں ہر سال ماہِ محرم اور بالخصوص روز عاشورا، دینی اعتبار سے غیض وغضب کی حد تک پہنچا دیا ہے۔

فراتِ کربلا اور خراسان میں آئمہ معصومین علیہم السلام کی اسلامی مرتبہ کے لحاظ سے ایک بلند نمونہ شیعہ زائروں کے لیے حجت ہیں اور جہاں کہیں بھی شیعوں کی جمیعت ہوتی ہے قومی، ملّی، یا زبان کے اعتبار سے مختلف ہونے کے باوجود یادِ امامؑ میں مجالسِ نوحہ و مرثیہ خوانی اور جلوس

تشکیل دے لیتے ہیں اور حتی المقدور وسیع پیانے پر یا محدود طریقہ سے زمان ومکان اور ماحول کی گنجائش کے مطابق اجتماع منعقد کر لیتے ہیں اور واقعہ کربلا کی یاد منانے لگتے ہیں۔

شیعانِ آلِ محمدؐ کی طرف سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی مجالس سوگواری اور نوحہ خوانی ہر سال ماہِ محرم کے پہلے دس دنوں میں اور خصوصاً روزِ عاشورا نہایت پابندی اور احترام واحتشام سے منعقد ہوتی ہے۔

ماہِ محرم کا چاند نظر آتے ہی شیعہ مسلمان، دنیا کے کونے کونے میں اس دردناک وغم ناک واقعہ کی یاد میں اپنے احساسات وجذبات کا اظہار کرنے کے لیے اکٹھے ہو جاتے ہیں اور مجالس عزا کا احترام کرتے ہیں اور آل رسولؐ کی قتل گاہ کربلا معلیٰ کے واقعات کی یاد تازہ کرتے ہیں اور حزن وملال کی حالت میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے، خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے فرزند، سید الشہداء مظلوم کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام اور شہدائے کربلا کے حالات نہایت تفصیل اور احترام سے بیان کرتے ہیں' یہاں میں نہایت وضاحت سے مکرر کہتا ہوں کہ یہ جملہ شعائر عزاداری یا مجالس سوگواریٔ حضرت امام حسین علیہ السلام کو موجودہ زمانے کی نئی اختراع کہنے والے لوگوں کو میں سخت غلطی اور بہت بڑے اشتباہ کا شکار سمجھتا ہوں کیوں کہ امام

حسین علیہ السلام کی شہادت کے فوراً بعد پہلی صدی ہجری ہی میں مجالس عزا شروع ہو چکی تھیں۔

یہ مراسم حضرت امام حسین علیہ لسلام کے غم میں اپنے احساسات و جذبات کا اظہار ہیں اور یہ اظہار حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے بہت پہلے، حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ ہی سے شروع ہو گیا تھا اب یہ ایک الگ بات ہے کہ یہ سلسلہ پہلے پہل صرف مخصوص لوگوں تک محدود تھا اور فقط امام حسین علیہ السلام اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے لیے خصوصی مجالس ہوتی برپا ہوتی تھیں تا کہ بزرگ مصیبت میں تخفیف نہ ہونے پائے۔

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

موجودہ صدیوں میں حضرت امام حسین علیہ السلام پر نوحہ خوانی کا سلسلہ

الف: عراق میں

عراق، حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے مجالس عزا، نوحہ خوانی، اورغم واندوہ کا مرکز ہے اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے مزار مبارک کے دیگر شہروں مثلاً کربلا معلی، نجف اشرف، کاظمین اور سامرا وغیرہ میں مجالس ومحافل اور جلوس برآمد ہوتے ہیں، اگرچہ سال بھر مختلف مقامات پر مراسم عزا منعقد ہوتے رہتے ہیں تاہم ماہِ محرم کے پہلے عشرہ میں تو دن، رات، مراسمِ عزا برپا ہوتے ہیں۔

اس کے متعلق چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

1۔ کتاب ''نہضۃ الحسین''، مؤلف سید جواد شہرستانی، ص:164، پر ہے کہ:

قابل ذکر چیزوں میں سرفہرست عزاداریٔ حضرت امام حسین علیہ السلام ہے، سلسلہ عزائے حسینی کی وسعت کے لیے سر و سینہ پر ماتم اور

زنجیر زنی کا انعقاد کیا جاتا تھا' 1360 ہجری' 1941 میلادی میں کاظمین میں سید ہبۃ الدین حسینی شہرستانی کے زمانہ میں حالات خاصے دگرگوں ہو گئے تھے اور مخالف لوگ عزاداریٔ سید الشہدأ کے مقاصد کو نقصان پہنچانے کے لیے پس پشت چھپ چھپا کر بیٹھ جاتے تھے لیکن شیعان آلِ محمدؐ استقلال اور ہمت سے ڈٹے رہتے تاکہ شہدأ کا احترام ضائع نہ ہو شدید مخالفت کے باوجود یہ سلسلہ سالہاسال جاری رہا اور پھر اس میں نہایت بزرگ اہل نظر، اہل عراق، یونیورسٹی کے اساتذہ، شہر کے روشن فکر جوان شعرا اور خطبا بھی شامل ہو گئے کیوں کہ عزائے حسین علیہ السلام میں جذب وکشش کا اپنا ایک خاص اثر ہے' چنانچہ ہر سال دسویں محرم کی صبح حرمِ کاظمین کے صحن میں لوگ گروہ در گروہ اکٹھے ہوتے تھے اور اسلامی ممالک سے مراسمِ عزا میں حاضر ہونے کے لیے آنے والے لوگ بھی ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوتے تھے شعرا اور خطبأ ایک دوسرے سے بڑھ کر اپنا وظیفہ انجام دیتے تھے اور اپنے جدید اسلوب کے ساتھ عربی لوگوں کے ذہنوں کو نہضت حسینی کے اسرار کی طرف کھینچے تھے اور نفسانی وروحانی عوامل جوانسان کو شہادت کے لیے آمادہ کرتے تھے، مزید ابھر کر سامنے آتے تھے اسی کتاب کے صفحہ: 1168، پر آخری تین صدی ہجریوں کی نوحہ خوانی اور جلوسوں کے بارے میں لکھا ہے کہ:

عراق ، ہندستان اور پاکستان ، میں عزاداری امام حسین علیہ السلام کے جلوسوں کی حفاظت اور انتظام کے لیے حکومت کے ملازمین اور پولیس کے افراد موجود ہوتے تھے جو عزاداریٔ امام حسین علیہ السلام کی بجا آوری کے لیے تمام ممکنہ احتیاطی وحفاظتی تدابیر اختیار کرتے تھے تاکہ مراسم عزا سلامتی کے ساتھ اختتام پذیر ہوں۔

1936 میلادی، عراق میں عزاداری کے جلوسوں کے درمیان خونین واقعہ پیش آنے کی وجہ سے یاسمین ہاشمی نے حکم جاری کیا کہ جلوس اور زنجیر وچاقو باہر نہ لائے جائیں' چند سال اس پر عمل درآمد ہوتا رہا لیکن پھر 1947 میلادی میں جلوس کے باہر نکالنے اور زنجیرزنی کی اجازت دے دی گئی چنانچہ 1952 میلادی میں جلوس عزا میں اور وسعت ہوئی اور آخری برسوں میں تو عراق کے تمام اطراف میں وسیع ترین صورت میں عزاداری برپا ہوتی رہی ، ماہِ محرم اور صفر کے علاوہ ماہِ رمضان المبارک کی راتوں میں بھی مجالسِ عزا ہوتی تھیں بلکہ سال کے باقی ایام میں بھی نذر ومنت یا کوئی حاجت پوری ہونے کی وجہ سے ہفتہ میں دو دو، تین تین دن یا جتنی منت ہوتی تھی ، عزاداری ہوتی تھی ان مجالس عزا میں فقرا و مساکین کے لیے کھانا وغیرہ بھی تقسیم ہوتا تھا، کیونکہ حاضرین میں تبرک تقسیم کرنا ایک معمول بن چکا تھا۔

2۔ کتاب ''موسوعۃ العتبات المقدسہ''، ص:280' پر واقعۂ کربلا کے موضوع پر ایک انگریز رائٹر ''فرستارک'' نامی عورت کی کتاب ''صورِ بغدادیہ''، فصل نجف سے اقتباس دیا گیا ہے کہ:

''کربلا کا واقعہ ایک ایسا دردناک قصہ ہے جسے میں گریہ کے بغیر پڑھ ہی نہیں سکتی''۔

3۔ کتاب ''موسوعۃ العتبات المقدسہ''، ص:371' بابِ کربلا فصل کربلا فی المراجع الغربیۃ، میں بیان ہوا ہے کہ:

مسٹر تو ناس لایل نے عراق میں شامیہ اور نجف میں 1918 تا 1921 بطور معاون حاکم بغداد میں معاون مدیر الطابو اور محکمہ مدنی امور کا حاکم تھا۔ ''خائل عراق'' نامی اپنی کتاب میں جلوسِ عزا اور سینہ زنی دیکھنے کے بعد لکھتا ہے کہ:

اُن (شیعہ) لوگوں کے خلاف کسی قسم کی وحشت اور اعتراض کرنے کی گنجائش ہی نہیں ہے، کہ اپنے فریضے کی ادائیگی کے لیے ان میں کمال درجہ کا نظم وضبط پایا جاتا ہے، میں جانتا ہوں اور ہمیشہ جانتا رہوں گا کہ اس وقت تمام خوبیاں اور وہ چیزیں جو اسلام کو زندہ رکھنے کے لیے انتہائی اہم ہیں' ان لوگوں میں موجود ہیں اور میں یقینِ کامل میں کہتا ہوں کہ یہ ورع وتقویٰ شجاعت اور بے خوفی ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے یہ عالم

کولرزا سکتے ہیں اس لئے اگر انصاف کو مدنظر رکھیں تو کہنا پڑتا ہے کہ ان لوگوں کا ہمارے دلوں میں احترام اور بزرگی انتہائی ضروری ہے۔

4۔ کتاب ''موسوعۃ العتبات المقدسۃ''، ص:193 پر ہے کہ:

استاد فیلیت حتّی، جو برسٹن یونیورسٹی امریکہ میں تاریخ اسلامی پڑھاتا ہے، اپنی مشہور کتاب ''تاریخ العرب''، ص:181، پر لکھتا ہے کہ:

زائرین کا اجتماع زیارت کے لیے ہمیشہ حرم علی علیہ السلام' نجف اشرف جاتا ہے پھر اُن کے فرزند سید الشہد اُحضرت امام حسین علیہ السلام اور شہدائے کربلا کی زیارت کے لیے کربلا جاتا ہے۔

دسویں محرم کو علمائے دین شیعہ علاقوں میں منبروں پر مقتل کا بیان کرتے ہیں اور غم واندوہ کی وجہ سے وہ خود اور سننے والے بھی محزون ہوتے ہیں اور تمام اعمال گواہی دیتے ہیں کہ انسان کے لیے ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے' شہادت امامِ حسین علیہ السلام کی یاد کو باقی رکھنے کے لیے شیعہ مسلمان ہر سال عشرہ محرم میں مجالس عزاداری اور مجالس سوگواری برپا کرتے ہیں اور ایسا وہ سال میں دو مرتبہ کرتے ہیں اول روزِ عاشورا کو بغداد کے نزدیک کاظمین میں اور دوم عاشورا سے چالیس دن بعد کربلا میں دورانِ مراسم سوگواری کو وہ ''روزِ اربعین''، کہتے ہیں کاظمین اور کربلا کے علاوہ شیعہ آبادی والے بہت سے دیگر

شہروں میں بھی مراسم عزاداری کا شد و مد سے اہتمام کیا جاتا ہے۔

5۔ کتاب ''تاریخ کربلا'' تالیف عبد الجواد کلید بردار، حائر الحسینؑ ص: 146، پر ہے کہ:

کربلا کی بزرگ ترین زیارتوں میں سے ایک زیارتِ اربعین ہے، جو بیس صفر کو ہوتی ہے، مختلف اسلامی ممالک کے دور و نزدیک شہروں سے ہزاروں کی تعداد میں زائرین قبر امام حسین علیہ السلام پر حاضری دیتے ہیں، خصوصاً عراق کے شمال اور جنوب کے شہروں سے بڑے بڑے جلوسوں کی شکل میں زائرین شدید ماتم کرتے ہوئے آتے ہیں' ہر جلوس میں پانچ سو سے لے کر ہزار تک زائرین ہوتے ہیں اور ہر گروہ کے افراد حزن و ملال میں ڈوبے اور گریہ کرتے ہوئے وارد ہوتے ہیں اور حضرت رسولؐ خدا کو ان کے نواسے کی شہادت پر تعزیت و تسلیت پیش کرتے ہیں' ہر قافلے میں آگے آگے عزاداری کی علامت یعنی سیاہ رنگ کے علم ہوتے ہیں، جن پر خوش خط اور موٹے موٹے لفظوں سے متعلقہ انجمن اور شہر کا نام لکھا ہوتا ہے۔

6۔ کتاب ''نہضۃ الحسینؑ''، ص: 165 'پر شبیہ روزِ اربعین جیسے معروف جلوسوں کا جو قریب کے مختلف علاقوں سے آتے ہیں' ذکر کیا گیا ہے کہ:

اس جگہ عزائے امامِ حسین علیہ السلام کا نرالا ہی رنگ ہے کیوں کہ یہاں شبیہ کے نام سے مراسم عزاداری کی جاتی ہے اور اس قسم کے پروگرام دسویں صدی ہجری میں ظاہر ہوئے تھے، وہ شبیہ کو جنازے کی شکل میں بناتے ہیں جس پر خون آلودہ کفن لپیٹا ہوتا ہے اور وہ معزز بزرگان کے حلقہ میں ہوتی ہے اور اس کے آگے سینہ زنی کرتے ہوئے جلوس چلتا جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ امام حسین علیہ السلام کا حقیقی جنازہ ہے اس کے بعد گھوڑوں پر سوار لوگ آتے ہیں اور اس جلوس کے ساتھ چلتے ہیں پھر اچانک ایک شخص ''حُر ریاحی'' کا روپ دھارے ہوئے نبی امیہ کی فوج کے افسران کے ہمراہ ظاہر ہوتا ہے اور وہ سب کے سب گھوڑ سوار کے ساتھ آگے آگے چلنے لگتے ہیں' بعد میں ایک مردِ علیل، طوق و زنجیر میں جکڑا، عابد بیمار علیہ السلام کی طرح اونٹ کی پشت پر بندھا ہوا جلوس کے درمیان داخل ہوتا ہے اور اُن کلمات کی، جو مدینہ میں داخل ہوتے وقت کہے گئے تھے، تکرار کرتا ہے اور تمام لوگ شدید گریہ اور ماتم کرتے ہیں اس کے بعد آہستہ آہستہ کجاوے آنا شروع ہوتے ہیں، جن میں مستورات ہوتی ہیں اور اس وقت کربلا کا نقشہ آنکھوں میں گھوم جاتا ہے اور گریہ و ماتم میں اور شدت پیدا ہو جاتی ہے بعد میں اسی طریقہ پر سالہا سال عزاداری برقرار رہی' کہیں ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ چند اشخاص امام حسین علیہ

السلام ،آلِ رسول اور انصار امام مظلوم کی شبیہ بن کر ظاہر ہوتے ، اور عزاداروں کے جلوس کے آگے آتے تھے اور اسی طرح کچھ افراد بنی امیہ کی فوج کے افسران اور ایک شخص اُن کے سپہ سالار کی شکل میں سامنے آتا تھا، بارہویں صدی کے آخر اور تیرہویں صدی کے اوائل میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شبیہہ کا آدمی بھی وسط جلوس میں ظاہر ہوتا تھا اور اُن کے پیچھے پیچھے اُن کے بھائی عباسؑ کی شبیہ والا شخص ہوتا تھا۔

وہ گروہ اس طرح شبیہ بنا کر سڑکوں، راستوں اور لوگوں کے ہجوم سے گزر کر حرمین کی طرف سے ہوتا ہوا شہر کے کسی بہت بڑے چوک یا حرم شریف کے صحن میں پہنچتا تھا' اس زمانے میں اس تاریخی معرکۂ کربلا کی یاد منائی جاتی تھی مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس قسم کی عزاداری میں اور وسعت پیدا ہوئی اور پھر وہ لوگ صحن کے درمیان یا چوک میں ایک قبر بناتے اس کے نزدیک اہل بیتؑ کے خیام کی طرح خیمے بھی نصب کرتے تھے۔

آہستہ آہستہ دیہاتوں اور گردونواح میں بھی مختلف قسم کے جلوس برآمد ہونا شروع ہوگئے تھے اور آج بھی اسی طرح کے مختلف جلوس اسلامی مما لک کے شہروں میں نکلتے ہیں' خصوصاً ایران اور ہندوستان میں تو بہترین انداز سے کبھی محدود اور کبھی وسیع تر صورت میں برآمد اور انجام

پذیر ہوتے ہیں۔

کتاب ''مدینۃ الحسین''، سید محمد حسن کلید بردار کلید آل طعمہ تیرہواں ایڈیشن، ص:133، پر ہے کہ:

زیارت اربعین ماہِ صفر کی بیسویں تاریخ:

اربعین کا دن امام علی زین العابدین ابن الحسین علیہم السلام کی واپسی کی یاد ہے' جب وہ اپنی پھوپھی، عقیلۃ القریش حضرت زینب سلام اللہ علیہا، باقی مستورات، اور اہل بیتؑ کے چھوٹے چھوٹے' بچوں اور شہدائے کربلا کے سروں کے ساتھ کربلا میں وارد ہوئے تھے' اسی مناسبت سے عراق کے ہر علاقے سے عزاداروں کے قافلے کربلا معلّٰی آتے ہیں' جنہیں انصار کا گروہ کہا جاتا ہے ان کی تعداد میں سال بہ سال اضافہ ہوتا جاتا ہے آج کل قافلوں کی تعداد سات سو تک پہنچ چکی ہے اور بیسویں صفر کی رات کو کربلا معلّٰی میں زائرین کی تعداد پانچ لاکھ افراد سے زیادہ ہوتی ہے۔

عزاداری کا اہم ترین قافلہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے تیسرے روز ہر سال بارہویں محرم کو کربلا معلّٰی کا قصد کرتا ہے وہ جلوس عزاداری کربلا شہر سے دس فرسخ کے فاصلہ پر دریائے فرات کے

کنارے واقع ''ہندیہ'' کے دیہات ''ترتیج'' نامی سے برآمد ہوتا ہے
اس دیہات کے لوگ اس روز صبح سویرے اٹھ جاتے ہیں اور تمام لوگ مل
کر دوڑتے ہوئے کربلا معلیٰ کی طرف جاتے ہیں اور جوں جوں کربلا کے
نزدیک ہوتے ہیں' دوسرے قبیلوں کے گروہ اہل دیہات اور قصبوں کے
رہنے والے ان کے ساتھ ملتے جاتے ہیں اور اس طرح تقریباً ایک لاکھ
کی تعداد میں مرد، عورتیں ، بچے ، بوڑھے ننگے سر، ننگے پاؤں ، پیدل
بھاگتے ہوئے ظہر کے قریب کربلا معلیٰ میں وارد ہوتے ہیں اور پھر گریہ و
زاری، آہ وفغاں کرتے ہیں بعض روتے ہیں' بعض رُلاتے ہیں' بعض
اندوہناک صورت بناتے ہیں اور سر وسینہ پر ماتم کرتے ہوئے کربلا کے
اطراف میں چکر لگاتے ہیں اور اس موقعہ پر اہل کربلا بھی اُن کے ساتھ مل
جاتے ہیں اور پھر وہ حرم امام حسین علیہ السلام میں داخل ہوتے ہیں اور
امامؑ کی ضریح کے گرد طواف کرتے ہیں اور وہاں سے پھر وہ امام مظلوم
کے بھائی حضرت عباس علمدار علیہ السلام کی ضریح پر پہنچتے ہیں اور اُن میں
سے بعض سڑکوں سے گزرتے ہوئے حضرت امام حسین علیہ السلام کے
خیموں کی جگہ پہنچتے ہیں اور روتے ہوئے واقعۂ کربلا کی یاد مناتے ہیں اور
پھر کچھ دیر کے بعد وہ منتشر ہو جاتے ہیں اس جلوس عزاداری کی تاریخ تین
صدیوں سے زیادہ ہے' جو لوگ اس جلوس میں شرکت کرتے ہیں، وہ بتلاتے

ہیں کہ وہ قبیلۂ عامر سے ہیں جو قبیلہ بنی اسد ہی کی ایک شاخ تھا اور وہ وہی ہیں جو بارہ محرم 61 ہجری کو عصر کے بعد کربلا آئے تھے جب کہ گیارہ محرم کو ابن سعد شہیدوں کے سروں سمیت اپنا لشکر لے کر کربلا سے چلا گیا تھا، چنانچہ تین روز اور دو راتیں بیابان میں لاوارث پڑا رہنے کے بعد شہدائے کربلا کی لاشوں کو اِنہیں لوگوں نے دفن کیا تھا وہ لوگ اس واقعہ کی یادآوری کے لیے جلوس کی شکل میں امامؑ شہید کی سوگواری میں شرکت کرتے ہوئے اپنے آباؤ اجداد کی یاد تازہ کرتے ہیں اور کئی برس تک علامہ محمد مہدی طباطبائی بحرالعلوم، متوفی: 1212 ہجری، بھی نوحہ خوانی کے اس اجتماع میں شرکت کرتے رہے اور جب ان سے اس عزاداری میں شرکت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے بتلایا کہ ''میں نے عالمِ خواب میں دیکھا تھا کہ بارہویں حضرت امامِ مہدی علیہ السلام آخرالزمان عج بنفس نفیس اس عزاداری میں شرکت فرماتے اور انہوں نے تاکید فرمائی تھی کہ میں بھی اس میں شرکت کروں۔'' چنانچہ بہت سے بزرگ شعرا مثل کعبی کے علاوہ بزرگ مجتہدین وفقہائے شیعہ شیخ زین العابدین مازندرانی اور کربلا کے نزدیک رہنے والے دیگر علما بھی اُن کے ساتھ شرکت کرتے تھے۔

وہ عزاداری، اُس زمانہ سے لے کر آج تک جاری ہے اور اسے

عزائے بنی اسد کہتے ہیں۔

7۔ ڈاکٹر سید علی الوردی کتاب ''محضرلہ العقل البشر'' ص: 386 پر لکھتے ہیں کہ:

معاویہ موت سے ہم کنار نہیں ہوا، مگر یہ کہ مجمع اسلامی میں سخت لرزہ پیدا ہوا اور اندوہ ناک ترین واقعہ رونما ہوا، جس میں امام حسین ابن علی علیہم السلام شہید کردیئے گئے' اس سے جو اجتماعی اثر اور نتیجہ برآمد ہوا، پوری تاریخِ انسانیت میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اپنے والدِ بزرگوار حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کا تتمہ ہے اور کربلا کے دل خراش واقعہ سے کوفہ کے حادثہ پر مزید ایک نیا رنگ چڑھا ہے اگر واقعہ کربلا نہ ہوتا تو اجتماعی پروگراموں کی اہمیت کو جس کے متعلق حضرت علی علیہ السلام اپنے زمانے میں بیان فرمایا کرتے تھے، لوگ کبھی محسوس ہی نہ کرپاتے۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار کے ارمانوں کو اپنے خون کی آمیزش سے پوری تاثیر کے ساتھ دلوں کی گہرائیوں میں اُتار دیا ہے۔

شیعانِ علی' امام حسین علیہ السلام کی یاد میں مجالس برپا کرتے ہیں' آنسو بہاتے ہیں' سر و سینہ اور پشت پر ماتم کرکے اپنے آپ کو زخمی کرلیتے

ہیں اور روزِ اول سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ روز بروز مسلسل بڑھتا جا رہا ہے اگر کچھ جزئیات ختم یا کم ہوتی ہیں تو اُن کی جگہ اور ماحول کے مطابق اور شروع ہو جاتی ہیں۔

(8) ڈکٹر علی الوردی کی کتاب ''دراستہ فی طبیعۃ المجتمع العراقی''، بعنوان: طوائفِ عراق، ص:236، پر ذکر ہے کہ:

ہم بلا خوفِ تردید کہہ سکتے ہیں کہ دیانی منطقہ میں سنّی اور شیعہ میں مسالمت آمیز زندگی کم نہیں ہے کیوں کہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ عزائے امامِ حسین علیہ السلام کے جلوسوں میں شیعوں کے ساتھ سُنّی حضرات بھی شرکت کرتے ہیں اور شیعوں کے آئمہ معصومینؑ کی قبور کا بھی احترام کرتے ہیں اور فاضل مصنف کا ایسا ہی بیان عراق کے منطقہ رسوبیہ کے شہروں مثلاً ناصریہ کے بارے میں بھی ہے کہ:

سُنّی لوگ شیعوں کی مجالس عزا اور جلوسوں میں شرکت کرتے ہیں بلکہ خود جلوس برآمد کرتے ہیں اور اُن کا یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شیعوں کے طریق کار کو درست سمجھتے ہیں۔

شیعانِ آلِ رسولؐ کا معمول ہے کہ محرم کے پہلے دس دنوں میں وہ شہادت امام حسین علیہ السلام کی یاد میں بڑے بڑے جلوس نکالتے ہیں جو راستوں سے گزرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف جاتے ہیں اُن میں

پرچم، علم، طبل اور بوق وغیرہ بھی دیکھنے میں آتے ہیں، شرکائے جلوس مرثیے اور نوحے پڑھتے ہوئے سینے پر چاقوؤں اور پشت پر زنجیر سے ماتم بھی کرتے ہیں۔

صاحبِ حیثیت شیعہ مجالس عزا برپا کرتے ہیں' جن میں امام حسین علیہ السلام کے واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔

خصوصاً ماہِ محرم اور صفر کے دو مہینوں میں اس قسم کی مجالس بہت زیادہ ہوتی ہیں جن میں خطیب اور ذاکرین امام حسین علیہ السلام اور انصارانِ امام حسین علیہ السلام کی شہادتوں کے واقعات ایسے دردناک انداز میں پڑھتے ہیں کہ سننے والا بے اختیار گریہ شروع کر دیتا ہے۔

(9) سید محسن امین کی کتاب ''اعیان الشیعہ''، ج: 40، اہل نجف کی بعض عادات اور مجالس عزا، زنانہ و مردانہ کی کیفیات اور نجف میں اپنے قیام کے دوران آنکھوں دیکھے واقعات کا ذکر ہے کہ:

عورتیں بھی مردوں سے الگ مجالسِ سوگواری برپا کرتی ہیں' جس میں مرثیے اور نوحے پڑھے جاتے ہیں، بعض عورتیں فی البدیہہ نئے اشعار بھی پڑھتی ہیں، اس امر کی منتظم نوحہ خوان خاتون ''وحیدہ'' ہے جو فی البدیہہ نئے نئے مرثیے کہتی ہے اور انہیں باقاعدہ ایک کاپی میں لکھتی رہتی ہے،

ب : لبنان اور شام میں عزاداری امام حسین علیہ السلام

لبنان اور شام میں نوحہ خوانی اور عزاداری حضرت امام حسین علیہ السلام کا 61 ہجری اسیرانِ آلِ محمدؐ کے شام میں وارد ہونے ہی سے آغاز ہو گیا تھا، مخدراتِ اہل بیتؑ کا یزید کے دربار میں حالتِ اسیری میں پیش ہونا اتنا سوگوارترین واقعہ تھا کہ اُسی وقت سے گھروں اور عبادت خانوں میں مجالس عزا کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں اتار چڑھاؤ آتا رہا' حکمرانوں کی طرف سے اگر شیعوں پر سختی ہوتی تھی تو عزاداری قدرے متاثر اور محدود ہو جاتی تھی اور اگر نرمی ہوتی تو اس میں وسعت پیدا ہو جاتی تھی' شیعان آلِ رسولؐ کو حکمران کبھی عزاداری کی آزادی دے دیتے تھے اور کبھی سخت پابندیوں میں جکڑ دیتے تھے، حمدانی بادشاہوں کے دور میں شیعانِ آلِ محمدؐ کو سکھ کا سانس لینا نصیب ہوا کیونکہ وہ خود شیعہ مذہب سے تھے' اس لیے خدمت مذہب شیعہ کو وہ اپنی اخلاقی ذمہ داری جانتے تھے، خصوصاً عبداللہ ابن حمدان کے زمانہ حکومت میں شیعوں کو بہت مراعات حاصل رہیں۔

تیسری صدی ہجری کے بعد جب عراق و ایران میں آل بویہ اور مصر میں فاطمیوں کی حکومت قائم ہوئی تو شام اور لبنان کے شہروں میں مذہب شیعہ کو خاصی تقویت ملی، مصر میں فاطمیوں کی حکومت حمدانیوں کے

بعد قائم ہوئی تھی اور ہمسایہ ملکوں سوریہ اور لبنان میں ، بنی مروان ، دوسرے امراء اور عثمانی حکومت کے قیام تک ،شیعوں کے ساتھ تعاون کیا جاتا رہا شعائرِ حسینی ،عزاداری ،نوحہ خوانی اور ماتم پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کی گئی ،خصوصاً بیروت ، دمشق ، حلب ،صور ،جیدا' طرابلس ،بعلبک ، نبطیہ ، بنت جبیل اور دیہاتوں اور قصبوں وغیرہ میں تو بہت زور وشور سے عزاداری برپا ہوتی تھی' لیکن عثمانیوں کے دورِ حکومت میں شیعانِ آلِ رسولؐ پر بہت سختی شروع ہوگئی تھی ،خصوصاً لبنان اور شام کے شہروں میں شیعوں پر پابندیاں اور بہت زیادہ ہوگئیں چنانچہ وہ مجبوراً ہجرت کرکے ادھر اُدھر دیہاتوں ، دور دراز کے غیر معروف علاقوں اور جبل عامل کی طرف چلے گئے لیکن پھر آہستہ آہستہ لبنان اور شام کے شہروں میں اپنے لیے مضبوط مرکز قائم کرلیا اور عزائے حسین اور جلوس عزاداری ونوحہ خوانی منعقد کرنے لگے ،وہ محرم وصفر کے علاوہ سال کے باقی ایام میں بھی مجالسِ سوگواری برپا کرتے تھے' اس عزاداری کے چند حوالے ذکر کیے جاتے ہیں:

1۔ کتاب ''خطط عامل'' ،تالیف: علامہ سید محسن امین ،ص:69 پر ہے کہ:

حلب شہر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ نسبت دی گئی

ایک جگہ تھی، جس کا اوقاف کافی مقدار میں تھا اور اس کی آمدنی روزِ عاشورا عزاداروں کے کھانے وغیرہ پر خرچ ہوتی تھی، وہ جگہ آج بھی موجود ہے لیکن اب اس کی آمدنی کو اہل حلب روزِ عاشورا کو گریہ وزاری کی بجائے عید کا دن شمار کرتے ہوئے خرچ کرتے ہیں حالاں کہ وہ اوقاف غالباً سیف الدولہ کے زمانے میں یقیناً شیعوں ہی نے وقف کیے ہوں گے۔

2۔ اسی کتاب کے صفحہ: 149، پر ذکر ہے کہ:

جبل عامل میں امام بارگاہ تعمیر کیے گئے ہیں امام بارگاہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے منسوب کی گئی ایک عمارت ہوتی ہے جہاں فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری برپا ہوتی ہے، ایران ہندوستان، اور عراق میں بھی امام بارگاہ بنائے گئے ہیں، صاحبِ حیثیت لوگ ان کے لیے مال اور املاک وقف کرتے ہیں، ہر امام بارگاہ کا کم از کم ایک ایک ناظم اور نگران ہوتا ہے' امام بارگاہ میں منبر چند کمرے اور ایک صحن ہوتا ہے' نماز باجماعت کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا ہے' کمروں میں مسافر اور فقرا ٹھہرتے ہیں، عشرہ محرم میں مجالس عزا ہوتی ہیں جبکہ سال کے باقی ایام میں ہفتے میں ایک دن مخصوص عزاداری ہوتی ہے، اس قسم کی عمارتوں کا وسیع وعریض یا چھوٹا بڑا ہونا، اخراجات کے لیے ہر قوم کی فراہم

کردہ اوقاف کی آمدنی لوگوں کے تعاون یا مالی استطاعت پر ہوتا ہے' مالی اعتبار سے مختلف امام بارگاہوں میں انتظامات اوراخراجات مختلف ہوتے ہیں۔اس قسم کے امام بارگاہ ہمارے زمانے سے پہلے جبل عامل میں موجود نہیں تھے[1]۔

''جبلِ عامل'' میں سب سے پہلے امام بارگاہ ''نباطیۃ التحتا'' تعمیر ہوا تھا' اس کے بعد صور، نباطیۃ الفوقا، کفر امان، بنت جبیل، حاروف، الخیام، طیبہ، کفر صبر، وغیرہ میں بھی امام بارگاہ تعمیر کیے گئے۔

جبل عامل اور اطراف کے دیہاتوں کے شیعہ کربلا کے خونیں واقعہ کی یاد تازہ کرنے کے لیے سارا سال مجالس عزا کرتے رہتے ہیں' ماہِ محرم وصفر اور بالخصوص عشرۂ محرم میں تو سب اکٹھے ہوکر عزائے حسین علیہ

---

[1] علامہ سید محسن امین نے اپنی کتاب میں جو کچھ تحریر کیا ہے وہ عراق وایران کے بارے میں ہے، وہاں ہندوستانیوں اور پاکستانیوں نے واقعاً اسی طرز کی عمارتیں خرید کر یا بنا کر ''حسینیہ'' کے نام پر وقف کی ہوئی ہیں اور درحقیقت وہ امام بارگاہ نہیں' مسافر خانے ہیں' پاکستان میں جو امام بارگاہ ہیں ان کے ساتھ مسافر خانے تعمیر کرنے کا رواج نہیں ہے، البتہ نجف، کربلا، مشہد مقدس اور قم وغیرہ میں لوگ زیارت کے لیے چونکہ دور دور سے آتے تھے' اس لیے (مسافروں کی سہولت کے) اس وقت اس طرح کی عمارتیں بنائی جاتی ہوں گی (مترجم)

السلام برپا کرتے ہیں۔

3۔ کتاب ''ھکذا عرفتہم''، تالیف جعفر خلیل، جز اول، ص:215، سید محسن امین کے ساتھ واقفیتِ عزائے حسینؑ کے موضوع پر شام میں زیارت کے لیے جانا بیان کیا گیا ہے کہ:

جب میں زیارت کے لیے ''شام''، گیا تو علامہ سید محسن امین رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دعوت دی کہ دمشق میں آج رات مجلس عزا ہو گی آپ اس میں ضرور شرکت کریں، میں نے عرض کیا کہ، ''مَیں معدے کا مریض ہوں اور چونکہ خاصی تکلیف میں ہوں، اس لیے شاید حاضر نہ ہوسکوں'' انہوں نے اپنا رخ میری طرف موڑا اور فرمایا: ''لیکن اس مجلس میں آپ بہت سی نئی باتیں سنیں گے اور نئے نئے خطیب دیکھیں گے، چونکہ میں نے مجلس کا اہتمام کیا ہے اس لیے کوشش کی ہے کہ نئے واعظین زیادہ تعداد میں ہوں لہٰذا آپ کے لیے آج کی مجلس میں حاضر ہونا لازم اور غیر حاضر ہونا انتہائی نا مناسب ہے'' میں وہاں سے اٹھا تو مجلس میں حاضر ہونے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن مجبوری کی وجہ سے مجلس میں پہنچ نہ سکا دو تین دن کے بعد علامہ صاحب کے گھر ان کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے بہت سرزنش کی اور مجلس میں حاضر نہ ہونے پر خاص ڈانٹ بھی پلائی۔

4۔غم ناک ترین واقعۂ کربلا کی یاد تازہ رکھنے کے لیے شام اور لبنان کے شیعہ آبادی والے شہروں مثلاً جبلِ لبنان، بیروت، دمشق وغیرہ میں عزاداری کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے اور روزِ عاشورا حزن وملال کا اظہار ہوتا ہے' اس دن خیریہ اسلامیہ عاملیہ کے افراد خاص مجلس برپا کرتے ہیں' جس میں حکومت کے بڑے بڑے آفیسران اور لبنان کی اہم شخصیات شرکت کرتی ہیں، اس مجلس عزا میں کربلا کے دردناک واقعہ کا خاص انداز سے بیان ہوتا ہے اور خطیب وواعظین اہلِ بیتِ مصطفیٰ پر ہونے والے ظلم وستم کا اس رقت آمیز طریقہ سے ذکر کرتے ہیں کہ اہلِ مجلس بے اختیار گریہ کرنے لگتے ہیں، 1393 ہجری 1973 میلادی میں حکومت لبنان نے دسویں محرم کو سرکاری طور پر تعطیل کا دن قرار دیا اور تمام سرکاری دفاتر، بازار اور دکانیں وغیرہ بند کرنے کا حکم جاری کیا اور لبنان کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ حکمرانوں نے عاشور کے دن کو سرکاری تعطیل کا اعلان کیا، اخباری بیانات کے مطابق لبنان میں ''نبطیہ'' شہر کے رہنے والے ہر سال محرم میں خصوصی انداز میں عزائے حسین علیہ السلام کی یاد مناتے تھے، لیکن مذکورہ سال عاشورا کے دن شعائر سوگواری جلوس کے ساتھ گشت کر رہے تھے تو لوگوں نے جن میں چار سو خواتین بھی شامل تھیں' تیز دھار آلے کے ساتھ اپنے سر پر ماتم بھی کیا۔

5۔ کتاب ''سیریہ''، تالیف: علامہ سید محسن امین، ص:25' پر 1301 ہجری میں آموزش اولیہ اور شیخ موسیٰ شرارہ کا نجف اشرف سے جبل میں آنا بیان ہوا ہے کہ:

شیخ موسیٰ نے سید الشہداؑ کی عزاداری کو زندہ کیا اور عراق کے طور وطریقہ پر مجالس عزا کو ترتیب دیا اور صفحہ 26 پر ہے کہ:

دسویں محرم کے دن ظہر کے بعد (عصر تک) تمام کاروبار بند ہوتے تھے اور مقتل ابی مخنف اور زیارت عاشورا پڑھی جاتی تھی اور پھر مساجد میں ''ہریسہ''، گندم کے دانوں یا روٹی کو گوشت کے ساتھ مکمل چور کر بنائی جانے والی غذا' سے حاضرین کی تواضع کی جاتی تھی اور امیر وغریب بلا عذر اس میں سے کھاتے تھے اور بعض تبرکاً تھوڑی سی مقدار میں اپنے ساتھ بھی لے جاتے تھے۔

یعنی اپنی حیثیت کے مطابق اس غذا کو گھروں میں تقسیم بھی کرتے تھے اور تقربِ خداوندی کے لیے امام مظلومؑ کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار کرتے تھے' وسائل کی عدم دستیابی کی وجہ سے دیہاتوں میں عام طور پر اس قسم کی مجالس میسر نہیں ہوتی تھیں البتہ دسویں محرم کو امام حسین علیہ السلام اور شہدائے کربلا کے مصائب پڑھنے پر اکتفاٗ کرتے تھے اور شب عاشورا صرف مخصوص شہادت کا بیان کیا جاتا تھا لیکن شیخ موسیٰ نے مجالس کا

انعقاد اس انداز سے کیا کہ مجالس عزا میں پائی جانے والی تمام خامیوں کی اصلاح ہوگئی۔

مذکورہ کتاب کے صفحہ 73 پر علامہ سید محسن امین نے نجف اشرف سے اپنی دمشق واپسی کا ذکر کیا ہے کہ:

شعبان 1391 ہجری میں دمشق لوٹا اور اجتماعی اور دینی اصلاحات کے لیے عملی قدم اٹھانے کا عزم کیا تا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مجالس عزا میں پڑھی جانے والی غیر صحیح روایات کی اصلاح کی جائے اور حرم بی بی پاک سیدہ زینبؑ اور سیدہ صغریٰ (ام کلثوم) قریہ ''روایہ'' میں شمشیر زنی سے ماتم اور اس قسم کی بعض ناجائز حرکات جو جڑ پکڑ جانے کی وجہ سے لوگوں کی اس حد تک عادت بن گئی ہیں کہ وہ انہیں احکامِ دین میں سے شمار کرتے ہیں' اصلاح کی جائے اور اقامۂ عزا سید الشہدا میں کئی اعتبار سے موجود خلل کی بھی اصلاح کی جائے جو سیدہ زینب، کے حرم دمشق میں انجام پاتے ہیں' یاد رہے کہ دمشق میں اکسٹھ ہجری ہی سے، جب اسیران آلِ محمد علیہم السلام شہادت امام مظلومؑ کے بعد قید ہو کر دمشق میں آئے تھے، عزاداری امام حسین علیہ السلام کا آغاز ہو چکا تھا جو آج تک جاری و ساری ہے۔

ج: حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے
عرب جزائر کے تمام شہروں میں عزاداری

عرب جزائر کے تمام شہروں مثلاً یمن، حجاز' حضر موت، کویت' بحرین، مسقط، عمان، قطر، احساء قطیف اور اردگرد کے علاقوں میں رہنے والے عربوں نے اہل بیتِ رسولؐ کو سب سے پہلے قبول کرلیا تھا اور وہ سب کے سب شیعان علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔

اگر چہ عراق و لبنان کے شہروں کی طرح وہاں آج کل وسیع عزاداری بر پا نہیں ہوتی لیکن مجالس عزا کا اہتمام ہوتا ہے اور مرثیے اور نوحے بھی پڑھے جاتے ہیں اور مساجد و امام بارگاہوں میں واعظین منبروں پر کربلا کے واقعات اور مصائب بھی بیان کرتے ہیں' ہر سال ماہِ محرم وصفر میں شیعانِ آلِ محمدؐ مجالسِ عزا منعقد کرتے ہیں اور خصوصاً عشرۂ محرم میں وہاں کے لوگ عراق، ایران، پاکستان اور ہندوستان سے علما و خطبا اور واعظین کو دعوتیں دے کر بُلاتے ہیں اور اُن سے فضائل و مصائب اہلِ بیت سُنتے ہیں، کویت، بحرین، مسقط، قطر اور قطیف، میں بھی خاصی تعداد میں شیعہ آباد ہیں اور ماہِ محرم کا چاند نظر آنے سے چند دن پہلے مجالسِ عزا میں شرکت کے لیے تیاریاں کر لیتے ہیں اور مقررین و واعظین سے حضرت امام حسین علیہ السلام اور انؑ کے اعوان و انصار کے فضائل و

مصائب سننے کے لیے وقت لے لیتے ہیں البتہ ان ملکوں اور جزیروں میں عاشورا کے دن کے علاوہ ، سینہ زنی اسیرانِ آلِ محمدؐ کی شبیہ، کجاوے اور عماریوں وغیرہ کی برآمدگی کم دیکھی جاتی ہے۔

دسویں محرم کے دن ماتم، سینہ زنی، نوحہ خوانی اور مجالسِ عزا منعقد ہوتی ہیں جلوس عزا سڑکوں پر گشت کرتے ہیں اور پُرسہ دینے کے لیے ایک دوسرے کے پاس جاتے ہیں مثلاً ایک جلوس علماونوحہ خوانوں کے امام بارگاہ سے برآمد ہوتا ہے اور دوسرے امام بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے، شرکائے جلوس وہاں زیارت کرتے ہیں اسی طرح اُس امام بارگاہ سے، جہاں یہ جلوس عزا لے کر گئے تھے، اُسی دن یا دوسرے دن یا رات کو جلوسِ عزا نکلتا ہے اور پُرسہ دینے کے لیے اِن کے ہاں آتا ہے۔

بعض غیر ملکی رائٹروں، نامہ نگاروں، صحافیوں نے اس دردناک منظر کو دیکھا ہے اور اپنے تاثرات کو اپنی کتابوں یا محفلوں میں ذکر کیا ہے، اُن میں سے کچھ یہاں ذکر کیے جاتے ہیں:

1۔ کتاب ''موسوعۃ العتبات''، جزو اول ، باب : کربلا ، صفحہ: 380' پر ایک انگریز خاتون رائٹر ''فریا ستارک''، کتاب ''صورِ بغدادیہ''، کویت میں زنانہ مجالسِ عزا میں اس کی شرکت اور تاثرات کا ذکر کیا گیا ہے کہ:

کویت میں چھوٹے چھوٹے ایرانی بچے روزِ عاشورا کو گھروں سے سڑکوں اور گلی کوچوں میں نکل آتے ہیں جن کے ہاتھوں میں بڑے بڑے چاقو اور چھریاں ہوتی ہیں' جن سے ماتم کر کے وہ اپنے بدن کو زخمی کر لیتے ہیں اور اس طرح سے وہ سالارِ شہیداں سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے اپنی فدا کاری کا اظہار کرتے ہیں۔

اس قسم کی خالص عقیدتِ عام انسانوں میں نہیں ہوتی ، بلکہ یہ دیانت حقّہ تک رسائی کی وجہ سے ہوتی ہے جو صدق وصفا تک پہنچا دیتی ہے، اس دن وہ لوگ بالکل سادہ اور معمولی حالت میں ہوتے ہیں ان کی شکل وصورت اور وضع وقطع اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ روزِ اول ہی سے اُن کی آنکھیں اس جہان میں صرف اس لیے کھلی تھیں کہ انسانیت اور برادری کو نہ بھولیں' باقی رہا اردن وفلسطین میں عزاداری کا سلسلہ تو شیعہ مہاجرین جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے نوحہ خوانی اور مجالسِ سوگواری برپا کیا کرتے ہیں' اگر چہ وہاں موجود نہیں ہیں، تاہم اسلامی مذاہب کا کافی عرصہ سے یہ معمول چلا آرہا ہے کہ یہ دسویں محرم کے دن فقرا اور غربا میں کھانا تقسیم کرتے ہیں۔

کچھ لوگ کھانے کی چیزیں لے کر راستے میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہر راہ گزر کو اصرار سے پیش کرتے ہیں کہ خواہ، معمولی مقدار ہی

میں سہی، مگر کھائے ضرور، بعض گھروں میں تقسیم کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں وہ کسی اختصاص کو پیش نظر نہیں رکھتے بلکہ ہر نیک و بد کو برابر تقسیم کرتے ہیں، اکثر لوگ اس دن کاروبار بند رکھتے ہیں اور کپڑے وغیرہ دھونے سے بھی گریز کرتے ہیں اور وہ اسے ام المؤمنین حضرت بی بی ام سلمہ کی سنت میں بجالاتے ہیں کیوں کہ حضرت ام المؤمنین حضرت ام سلمہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس روز عالم خواب میں نہایت آزردہ دیکھا تھا اور پوچھنے پر آپ نے فرمایا تھا نے کہ "میرا فرزند حسین علیہ السلام شہید کر دیا گیا ہے"، تو بی بی ام سلمہ نے بھی گریہ وزاری اور سوگ اختیار فرمایا تھا۔

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے
تمام ایشائی علاقوں میں عزاداری

الف:　　　ایران میں عزاداری

حضرت امام حسین علیہ السلام کے اہلِ بیتؑ اور اعوان و انصار کی شہادت کی خبر جونہی ایران پہنچی' ایرانی عوام اور حکومتی ارکان غم و اندوہ میں ڈوب گئے' شہدائے کربلا کے غم میں اضافہ کی ایک وجہ امام حسین علیہ السلام کی زوجہ شہربانو بنت یزدجرد' ایران کی شہزادی تھیں، جن کے بطن سے حضرت علی زین العابدین علیہ السلام پیدا ہوئے تھے' علاوہ ازیں ایران کے بزرگ ترین صحابی اور ایسے ہی دوسرے لوگ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اور اُن کے خاندان سے محبت رکھتے تھے' پہلے پہل ایران میں عزاداریٔ امام حسین علیہ السلام گھروں اور خصوصی اجتماعات ہی میں محدود تھی، بعد میں آہستہ آہستہ اس میں وسعت پیدا ہوئی اور اعلانیہ اور آشکارا منعقد ہونے لگی اور مستند روایات کے ساتھ شہادت امام حسین علیہ السلام

کا ذکر ہونے لگا قبیلہ اشاعرہ کے بہت سے رؤسا' جو اہلِ تاریخ تھے اور حجاج بن یوسف ثقفی کے مظالم سے تنگ آ کر' کہ اس نے ان کے سردار محمد ابن سائب اشعری کو قتل کر دیا تھا اور لوگوں کو بہت اذیتیں دی تھیں' کوفہ سے اصفہان، موجودہ قم، منتقل ہو گئے تھے، عزاداری کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

حضرت علی اور آلِ علی علیہ السلام کے پیروکار 73 سے 83 ہجری دس سال تک قم کی بنیاد اور آباد کاری میں مشغول رہے، وہاں رہنے والے خفیہ طور پر مجالسِ عزا منعقد کیا کرتے تھے' ان کا زمانہ اور علاقہ چونکہ واقعۂ کربلا کے نزدیک تھا، اس لیے وہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ ہونے والے بدترین سلوک کے بارے میں حقائق کا کھوج لگاتے رہتے تھے۔

قبیلہ اشاعرہ کے شیعہ واقعہ کربلا کی یاد منانے کے لیے ہر سال ماہِ محرم میں عاشورا کے روز بہت اہتمام کیا کرتے تھے، ان کے بعد یہ سنت حسنہ آنے والوں نے بھی جاری و ساری رکھی یہاں تک کہ 201 ہجری میں سیدہ فاطمۃ الزہرا بنتِ حضرت موسیٰ کاظم ابن جعفر صادق علیہما السلام یعنی آٹھویں امام حضرت علی رضا علیہ السلام کی ہمشیرہ مدینۃ الرسولؐ سے سفر کرتی ہوئی تشریف لائیں، وہ اپنے بھائی امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت

کے لیے ''مَرْوْ'' خراسان جاتے ہوئے بیماری کی وجہ سے اس شہر، قم میں موسیٰ ابن خزرج ابن سعد اشعری کے گھر قیام پذیر ہوئیں لیکن موت نے انہیں مزید سفر کی مہلت نہ دی اور وہ سترہ دن بیمار رہنے کے بعد راہیٔ ملک عدم ہوئیں اور ان کے میزبان نے انہیں اپنے ہی گھر میں دفن کروادیا اور اس وقت سے لے کر آج تک معصومہ قم سیدہ فاطمہ علیہا السلام کی قبر مبارک زیارت گاہِ خاص وعام ہے جس کے اطراف میں زیارت اور برکت کے لیے محبانِ آلِ رسولؐ رہائش اختیار کیے ہوئے ہیں اور مسلسل مجالسِ عزا کا اہتمام کرتے ہیں۔

سیدہ فاطمہ معصومہ، قم کے دفن ہونے کے بعد اشعری شیعوں کا تسلط اس علاقہ میں اور زیادہ ہوگیا اور اس شہر کے دیہاتوں اور قصبوں میں مختلف طبقات نے عزاداری میں بہت وسعت پیدا کرلی۔

قبیلہ اشاعرہ نے اپنے اسی پروگرام کے تحت ایران کی طرف ہجرت کی تھی اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے آلِ علی علیہ السلام کی پیروی اور شیعیت کا اس سرزمین میں چمن کھلایا تھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کو موضوع بنایا اور نوحہ خوانی ومجالسِ سوگواری برپا کیں۔

''مَرْوْ'' خراسان میں دوسری صدی ہجری کے آخر اور تیسری صدی ہجری کے اول میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے زمانہ میں بہت

آبرومندانہ مجالس عزا منعقد ہوتی تھیں' مامون عباسی کی سیاست' علویوں کے ساتھ بنا کر رکھنے کی تھی' لہٰذا شعائر عزاداری امام حسین علیہ السلام پر کوئی پابندی نہیں تھی۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد ایرانی حکمرانوں کی سیاست میں چونکہ تغیر وتبدل ہوتا رہا' لہٰذا عزاداری بھی متاثر ہوتی رہی، یعنی جن علاقوں میں اہلِ بیتِ رسولؐ کے دوست حکمران ہوتے، مثلاً آل بویہ، وہاں سلسلۂ عزاداری باحسن طریقہ قائم ہوتا اور جن علاقوں میں علویوں کے دشمنوں کی حکومت قائم ہوتی، وہاں یہ سلسلہ محدود ہوجاتا' اور صفویوں کی حکمرانی شروع ہونے تک یہ سلسلہ اسی مدوجذر سے جاری ہے۔

صفوی حکومت نے طوائف ملوکی ختم کر کے ایک مرکزی حکومت قائم کی' شہروں دیہاتوں اور قصبوں میں وحدت وہم آہنگی پیدا کی اور یوں ایران کے تمام علاقے ان کے زیرِ تسلط آ گئے اور صفوی طاقت ور مرکزی حکومت کرنے والے حکمران قرار پائے۔

صفوی حکمران چونکہ شیعہ تھے لہٰذا نہایت تزک و احتشام کے ساتھ مراسم عزا کا انعقاد کیا جاتا تھا، مساجد، امام بارگاہوں، گھروں، بازاروں حتیٰ کہ سرکاری دفاتر میں بھی مجالس سوگواری منعقد ہوتی تھیں اور جلوس عزاداری سڑکوں اور گلی، کوچوں میں گشت کرتے تھے' ایران کا ہر فرد

خواہ وہ کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھنے والا ہوتا، نوحہ خوانی میں شامل ہوتا تھا، افشاری ورندی حکومت کے دور میں بھی عزاداری کا آزادانہ سلسلہ جاری رہا خصوصاً قاچاری خاندان کے زمانہ سے لے آج تک عزاداری امام حسین علیہ السلام نہایت اچھے طریقہ اور آزادی کے ساتھ منائی جارہی ہے' اس سنت حسنہ کے بارے میں چند کتب کے حوالے پیش کیے جاتے ہیں:

1۔ کتاب ''الشیعہ والتشیع''، تالیف: احمد کسروی' میں تحریر ہے کہ:

یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ شیعہ امام حسین علیہ السلام کے مصائب بیان کرنے اور نوحہ خوانی کرنے میں کافی فوائد کی امید رکھتے ہیں' مؤرخین کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے اولاد علی علیہ السلام کے مصائب کی یاد کو زندہ رکھنا اور مرثیہ پڑھنا، امام حسین علیہ السلام کی عزاداری برپا کرنے کا رواج ایران میں آلِ بویہ کے زمانہ سے شروع ہوا اور شیعہ عقائد کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔

2۔ مذکورہ کتاب کے صفحہ: 87' پر ہے کہ:

ایران میں صفویوں کی حکومت قائم ہوئی تو عزاداریٔ امام حسین علیہ السلام، نوحہ خوانی اور ظاہر بظاہر زنجیر زنی بھی زور پکڑ گئی۔

3۔ صفحہ: 88' پر ہے کہ:

ایران میں قاچاریوں کے دورِ حکومت میں حضرت امام حسین

علیہ السلام کی یاد میں مجالس عزا منعقد کرنا شیعوں کا معمول تھا کہ اور وہ اُن مجالسِ عزا میں، امام عالی مقام پر گریہ کرنے میں تھوڑا بہت وقت ضرور صرف کرتے تھے، کیونکہ آئمہ معصومین علیہم السلام کے فرمان کے مطابق امام حسین علیہ السلام کے غم میں رونا یا رونے کی شکل بنانا بہشت کے وجوب کا درجہ رکھتی ہے' چنانچہ شیعوں کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے غم میں رونا افضل عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص کے گناہ خواہ ان کی تعداد ریگستان کے ذرات کے برابر ہی کیوں نہ ہو، معاف کر دیتا ہے' جو فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر گریہ کرتا ہے۔

4۔ مولف کتاب ہذا لکھتے ہیں کہ ''جن لوگوں نے ناصر الدین بادشاہ کا زمانہ دیکھا تھا' ان سے میں نے سنا ہے کہ 1287 ہجری میں جب ناصر الدین قاچار مقامات مقدسہ کی زیارت کے لیے عراق وارد ہوا تو وہ ضریح امام حسین علیہ السلام کے کنارے کھڑا ہو کر امام عالی مقام کی زیارت پڑھنے لگا' اس وقت ایک خطیب نے ناصر الدین شاہ کے سامنے واقعۂ کربلا کے بارے میں ایک نہایت مؤثر خطبہ پڑھا اور پھر امام عالی مقامؑ کو مخاطب کر کے کہا، ''اے امام مظلومؑ! روزِ عاشورا آپؑ نے مشکل ترین وقت میں فرمایا تھا' ھل من ناصرٍ ینصرنا!'' کیا

کوئی مددگار ہے جو میری مدد کرے؟'' پس اے امامِ عالی مقامؑ! آپؑ کا مددگار اس وقت آپؑ کے حضور میں کھڑا ہے''، اس جملے کو سنتے ہی تمام لوگ چیخ چیخ کر رونے لگے اور ناصر الدین شاہ کا گریہ تو تمام لوگوں سے زیادہ تھا' اس نے بے حال ہو کر اپنے سر سے شاہی تاج اُتارا اور ضریح امام عالی مقامؑ کے سامنے پھینک دیا۔

5۔ محمد ثابت مصری نے اپنی کتاب ''جولۃ فی ربوع الشرق الادنی''، چاپ: قاہرہ' 1934ھ سیدی کے صفحہ: 220' پر صوبہ خراسان ایران کے شہر مشہد مقدس کی کیفیت لکھی ہے کہ:

ماہِ محرم اور صفر کے ایام میں موسیقی وغیرہ کی محافل بالکل نہیں دیکھی گئیں بلکہ ان دونوں مہینوں میں راتوں کو عزاداری کی مجالس برپا ہوتی ہیں اور لوگ شہدا کے مصائب سُن کر روتے ہیں اور اکثر و بیشتر گھروں میں ان دو مہینوں کے علاوہ بھی ہر شبِ جمعہ کو باقاعدگی کے ساتھ مجالسِ عزا منعقد ہوتی ہیں اور روزِ عاشورا تو تمام شہروں میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے سوگ میں مجالسِ عزا برپا ہوتی ہیں۔

انہیں ایام میں مَیں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے حرم سے نکل کر صحن میں آیا تو دیکھا کہ ہر کونے میں خطیب منبر پر تشریف فرما ہیں اور لوگ سوگواری کے عالم میں اس کے اردگرد خاموش بیٹھے ہوئے ہیں اور

پوری توجہ سے خطیب کی گفتگو سن رہے ہیں اور جب خطیبِ آلِ محمدؐ، علیہم السلام کے حالات و واقعات بیان کرتا ہے لوگ گریہ کرتے ہیں اور جب وہ مصائب کے کلمات ادا کرتا ہے تو لوگ اور زیادہ بلند آواز سے درد ناک لہجے میں گریہ کرتے ہیں، چھوٹے، بڑے، بچے، بوڑھے، مرد و عورت، عالم و جاہل، غرض یہ کہ ہر شخص رو پڑتا ہے اور آنکھوں سے سیلاب کی طرح آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور میں دیکھ کر تعجب کر رہا تھا وعظ و نصیحت اور فضائل و مصائب کی یہ مجالس ہر گوشے میں سارا دن جاری رہیں، حتّٰی کہ نمازِ مغرب کے بعد بھی علما، کربلا کے دردناک واقعات بیان کرتے تھے اور لوگ خانوادۂ اہلبیتؑ کے مصائب سن کر روتے جاتے تھے۔

(6) کتاب، ''تاریخ خلفائے فاطمی''، تالیف: عبدالرحمٰن سیف آزاد، ص: 207 پر آغا خان اسماعیلؒ کے آبا و اجداد کی بحث کے ضمن میں اور ہلاکو خان مغل کا قلعہ پر قابض ہونا، جوان کا نزرین کے نزدیک اصلی مرکز تھا، نیز ان کا اراک دلیات سے ''انجیران'' منتقل ہونے کا ذکر ہے کہ:

آثار محکم میں سے جو ہمیشہ شاہ خلیل اول کے امام بارگاہ ''ابگیدان'' میں قائم رہے اور اس علاقہ میں رہنے والے تمام افراد اس وقت بھی اُن کا احترام اور حفاظت کرتے ہیں، ایک شئے درخت کی شکل

میں بہت بڑی کھجور سخت اور سفید پتھر سے بنائی گئی ہے "انجیران" کے ساکنین ہر سال ایامِ عاشورا، امام حسین علیہ السلام کے ایام میں، اس کھجور کو پرچم اور دیہاتوں سے لائے گئے باقی وسائل کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے اٹھاتے ہیں اور جلوس کی شکل میں گشت کرتے ہیں اور دیہاتوں سے ہزاروں کی تعداد میں شریک ہونے والے لوگ بھی ان کی پیروی کرتے ہیں یہاں تک کہ "اراک" شہر کے نزدیک پہنچتے ہیں جہاں تمام لوگ احترام و تعظیم کے ساتھ تبرک حاصل کرتے ہیں اور عاشورا کو مراسمِ عزا ختم ہونے کے بعد دوبارہ اس کھجور کو اس امام بارگاہ میں واپس لا کر حفاظت سے رکھ دیتے ہیں۔

7۔ "صحفِ طہرانیہ" میں، ماہِ محرم 1392ھ میں مشہد مقدس میں عزاداری امام حسین علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ:

ہم مشہدِ مقدس ایران میں وارد ہوئے تو سب سے پہلے بروجرد شہر کی عورتوں پر مشتمل حزن و ملال میں ڈوبا ہوا لیکن ایک منظّم جلوس نظر پڑا جسے دیکھ کر امام حسین علیہ السلام کے اسیروں کی یاد تازہ ہوتی تھی، وہ مشہد مقدس کی سڑکوں اور امام علی رضا علیہ السلام کے صحن میں مردوں کے جلوس کے پیچھے گشت کر رہا تھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بارے میں مصائب سے بھرے ہوئے مرثیے پڑھتا تھا اور اپنے سینوں پر

ماتم کرتا جاتا تھا شرکائے جلوس کے بال کھلے تھے اور تمام افراد نے سیاہ ماتمی لباس پہنا ہوا تھا۔

(8) کتاب، ''موسوعۃ العتبات المقدسہ''، قم و کربلا، تاریخ ایران' (انگلش)، تالیف: سر برسی سائیکس' سے نقل کیا گیا ہے کہ:

اس دردناک واقعہ کی فقط ایران ہی میں نہیں، جہاں سرکاری طور پر مذہب شیعہ ہے، بلکہ ایشیا کے باقی ملکوں میں بھی' جہاں شیعہ مسلمان آباد ہیں' ہر سال یاد تازہ کی جاتی ہے' اس واقعہ کی یاد مناتے ہوئے چونکہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، اس لیے میں اعتراف کرتا ہوں کہ اُن لوگوں کو حالتِ حزن و ملال میں آہ و فریاد کرتے ہوئے دیکھنے سے انسان کے دل پر گہرا اثر ہوتا ہے اور شمر اور یزید ابن معاویہ سے نفرت کا احساس شدت سے پیدا ہوتا ہے اور اُن پر انتہائی غصہ آتا ہے' حقیقت میں یہ مراسمِ عزا اس چیز پر دلالت کرتے ہیں کہ قدرت عاطفہ حزن واندوہ سے پُر ہے' جو منظر میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا، وہ اب تک میرے دل و دماغ میں موجود ہے اور جب تک میں زندہ ہوں، میرے دل و دماغ سے اس کے فراموش ہونے کا امکان نہیں ہے۔

9۔ ماہنامہ رسالہ داستانِ قدس رضوی، شمارہ: 1391، ص: 7'

پر ہے کہ:

"آل بویہ کے مخلص شیعہ حکمران، قلبِ صمیم سے مذہبِ شیعہ کی نشر واشاعت اور ترویج کرتے تھے، مؤرخین نے لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے سوگ میں مجالسِ عزا منعقد کرنا اور اولادِ علی علیہ السلام کے مصائب و مرثیے پڑھنے کا انعقاد ایران میں پہلی مرتبہ عمومی سطح پر سلاطینِ آل بویہ ہی کے زمانہ میں ہوا' اس سلسلہ میں معز الدولہ 334 ہجری میں ایران سے بغداد گیا اور وہاں سرکاری طور پر شیعہ مذہب کا اعلان کیا اور حکم جاری کیا کہ بغداد کے منبروں پر معاویہ ابن ابوسفیان پر لعنت کی جائے اور امام حسین علیہ السلام کی یاد میں روزِ عاشورا دکانوں اور بازاروں کو بند رکھا جائے' چنانچہ لوگ اس دن سیاہ ماتمی لباس پہنتے تھے اور عورتیں بالوں کو کھولے ہوئے فرزندِ رسول حضرت امام حسین علیہ السلام پر نوحہ پڑھتی تھیں۔

ب: ترکی میں عزاداری:

ترکی کے علاقہ پر پہلی جنگِ عظیم کے آخر تک عثمانی حکومت قائم تھی' ان کے بعد جمہوریہ ترکی قائم ہوئی اور آج تک قائم ہے جہاں کہیں بھی کوئی شیعہ موجود ہوتا ہے، وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری برپا کرتا ہے' خواہ گھروں میں اور محدود پیمانے ہی پر کیوں نہ ہو۔

مشرقی علاقوں اور آذر بائیجان ترکی کے اطراف میں رہنے والے کاشتکار زوار جب کربلا معلیٰ ، نجفِ اشرف ، کاظمین ، سامرا اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے مشاہد کی زیارت کے لیے جاتے تھے تو طہران سے گزرتے تھے' ان لوگوں نے مجھے بتایا کہ '' ہم پورے سال اپنے گھروں میں خصوصی مجالسِ عزا حضرت امام حسین علیہ السلام منعقد کرتے ہیں، جس میں خطیبِ حسینیؑ حضرت امام حسین علیہ السلام اور باقی آئمہ معصومین علیہم السلام کے واقعات بیان کرتے ہیں اور اپنے بیان کو بالعموم شہدائے کربلا کی شہادت پر ختم کرتے ہیں۔

ایام محرم سے بیس صفر تک دیہاتوں اور شہروں میں راتوں کو گھروں اور مختلف مقامات پر نوحہ خوانی ہوتی رہتی ہے' شیعہ بچے، بوڑھے ، جوان، عورتیں اور مرد مقتلِ حضرت امام حسین علیہ السلام سننے کے لیے مجالسِ عزا میں شریک ہوتے ہیں اور بعض مقامات پر شیعوں کے ساتھ ساتھ اہلِ سنت بھی مراسمِ عزا میں شریک ہوتے ہیں اور ایامِ عزا کے رخصت ہو جانے کے بعد آئندہ اہتمام کے لیے شب و روز انتظار کرتے رہتے ہیں تا کہ زیارت کے لیے براستہ ایران' عراق جا سکیں اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی ضریح مبارک کے نزدیک مراسمِ عزا میں عملی طور پر شریک ہو سکیں' ان کے نزدیک اس عمل کی انجام دہی دین کا ایک ضروری

حصہ ہے اور ایران سے عراق جانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مشہد مقدس میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت بھی کر سکیں، یاد رہے کہ مشرقی علاقہ (اناضول)' میں رہنے والے اکثر لوگوں کا مذہب شیعہ ہے' جو آذربائیجان کے بچے کھچے ترک ہیں اور وہ ماضی میں ایرانیوں اور عثمانیوں کے مابین بار بار جنگوں سے مجبور ہو کر ایران ہجرت کر کے ترکی کے علاقہ (اناضول) میں آبسے تھے۔

ترکی کے مراسم عزا کے بارے میں مزید چند باتیں یہ ہیں:

1۔ کتاب ''مجالس السنیہ فی ذکر مصائب العترۃ النبویہ''، ص:198، پر جرمنی ڈاکٹر ''ماربین'' کے رسالہ ''فی فلسفۃ نہضۃ الحسین وثورۃ الکبریٰ وماتمہ''، حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کا ذکر کیا گیا ہے:

استنبول میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی مجالسِ عزا میں میں اپنے مترجم کے ہمراہ حاضر ہوا' میں نے سنا کہ وہ لوگ بیان کرتے تھے کہ فرزندِ رسول حضرت امام حسین علیہ السلام ہمارے رہبر و پیشوا ہیں، ان کی پیروی و اطاعت ہم پر واجب ہے' انہوں نے ظلم کے سامنے سر نہیں جھکایا اور یزید کی بیعت کو شدت سے ٹھکرا دیا انہوں نے شرف بلندی اور اسلامی اصولوں کی حفاظت کی خاطر اپنی اولاد اور جان قربان کر دی ان کا یہ عمل نہ صرف دنیا ہی میں اچھے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے بلکہ آخرت میں

اس کے عوض قرب خدا اور شفاعت کی امید کی جاتی ہے اور اُن کے دشمن دنیا اور آخرت دونوں میں گھاٹے میں رہیں گے۔

استنبول میں بہت مجالسِ عزا برپا ہوتی ہیں اور خصوصاً ہر طرف سے شیعہ اس بڑے شہر کی طرف آتے ہیں اور ہمدردی کے طور پر حکومت کے اہل کار بھی ان شیعوں کے ساتھ مل کر امام حسین علیہ السلام کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

ج: افغانستان میں عزاداری:

افغانستان کے اکثر شہروں میں فرزندِ رسول ، جگر گوشۂ بتول حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری برپا کی جاتی ہے وہاں شیعوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب ہے اور وہ سب کے سب خراسانیوں کی اولاد ہیں جو محبانِ آلِ محمدؐ ہیں اور طوس اور باقی شہروں سے ہجرت کر کے افغانستان میں آباد ہوئے ہیں اور انہوں نے قندھار، ہرات، پشاور، کابل، مزار شریف، جلال آباد اور کئی دیگر شہروں کو وطن بنالیا ہے' حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت 203 ہجری شہر طوس میں واقع ہوئی' اس کے بعد مسلسل اہلِ سنت کی حکومت رہی جو خراسان اور ارد گرد کے شہروں میں شیعوں پر بہت سختی کرتی تھی لیکن وہ محبتِ اہلِ بیت میں ایسے مضبوط و محکم تھے کہ اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملی ہوئی چیز یعنی ولائے آلِ محمدؐ کا

دامن چھوڑنے پر قطعاً تیار نہیں ہوتے تھے' یادِ حسین علیہ السلام منانا ان کا مقصدِ زندگی تھا' جسے وہ جاری رکھتے تھے، یہی وجہ تھی کہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ مراسمِ عزا میں وسعت پیدا ہوتی چلی گئی، یہاں تک کہ مہم ترین مراسم شیعہ میں اس کا شمار ہونے لگا' بالخصوص ''ہرات'' میں ''طاہر'' اور بعض افغانی شیعہ کی وزارت کے دوران افغانستان کے بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں مجالسِ عزا بھرپور انداز میں برپا ہونے لگیں اس طرح ایرانی سرحد کے ساتھ واقع دیہاتوں میں بھی مجالسِ عزا برپا ہوتی ہیں' بعض شہروں میں مجالسِ عزا منعقد کرنے کے لیے امام بارگاہ تعمیر کیے گئے ہیں اور زیارتیں بھی بنی ہوئی ہیں۔

صوبہ ''بلخ'' کے دیہاتوں میں قریہ ''خیران'' میں ایک جگہ مزار شریف ہے، جس کے متعلق افغانیوں کا کہنا ہے کہ وہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السلام کے بدنِ اطہر کی جگہ ہے' نجف اشرف سے آپؑ کا جسدِ اطہر تقریباً ایک صدی کے بعد ان دیہات میں منتقل ہوا تھا' اس کے صحن اور اردگرد کی امام بارگاہوں میں ہر سال ماہِ محرم کے دس دنوں میں مجالسِ عزا منعقد ہوتی ہیں اور ان میں سنی حضرات بھی شریک ہوتے ہیں۔

افغانستان کے بادشاہوں میں سے شیعیت کی طرف مائل سلطان محمود تیرہویں صدی ہجری میں گزرا ہے' اس نے حضرت امام حسین علیہ

السلام کی عزاداری کو افغانستان میں خاصا فروغ دیا تھا۔

''تاریخ مزار شریف واقع در بلخ''، تالیف: حافظ نور محمد، مطبوعہ کابل' جز و اول، صفحہ: 105، پر حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے جسد مبارک کے اس قریہ میں انتقال کی کیفیت تفصیل سے لکھی گئی ہے اور افغانیوں کے اس سے متعلقہ اعتقادات اور تبرک کے حصول کا ذکر کیا گیا ہے اور مزار کے لیے سلاطین اور اہلِ ثروت کی جانب سے ہدیہ کیے گئے بڑے بڑے اوقاف بیان کیے گئے ہیں' کتاب کے صفحات پر مزار، ضریح اور منارہ وغیرہ کے فوٹو بھی موجود ہیں اور اس کے صحن میں مجالسِ عزا' دعا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعاتِ شہادت کا بیان کیا جانا مذکور ہے۔

اس کتاب کے پہلے صفحہ پر اور کتاب کی جلد میں احدیثِ نبویؐ ''انا مدینة العلم و علی بابها، مَیں عِلم کا شہر ہُوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہیں''، تحریر ہے۔

افغانستان کے شہروں میں حضرت امام حسین علیہ السلام پر نوحہ خوانی کے موضوع پر سید جمال الدین افغانی اسد آبادی' نے کتاب ''تتمة البیان فی تاریخ الافغان''، مطبوعہ: 1901 'میلادی 1318 ہجری، قاہرہ، ص:150 ' پر افغانستان کے شیعوں کی عادات و رسومات مجالس

عزا کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

1۔ افغانستان میں تمام اہلِ سنت ابوحنیفہ کے مذہب پر ہیں مرد، عورتیں، شہری، دیہاتی، نماز روزہ میں سہل انگاری نہیں کرتے البتہ کسی نہ کسی شکل میں شیعوں کے ساتھ کشمکش اور نزاع چلتا رہتا ہے' محرم کے دنوں میں شیعہ امام حسین علیہ السلام کی مجالسِ عزا کا اہتمام کرتے ہیں اور اختتامِ مجلس پر اپنے شانوں اور برہنہ پُشت پر زنجیروں سے ماتم کرتے ہیں۔

افغانی، دین و مذہب اور قوم پرستی میں سخت متعصب ہیں لیکن دوسروں کے ساتھ ان کے حقوق میں معارضہ نہیں کرتے' وہ اگر دیکھیں کہ شیعہ یا کوئی اور غیر مذہب اپنے دین و مذہب کے مراسم ادا کر رہا ہے تو معترض نہیں ہوتے اور ان میں سے کوئی شائستگی اور بلند مراتب و مقامات والا نہ بھی ہو تب بھی رکاوٹ نہیں ڈالتے اور شیعوں میں سے افغانستان کے شہروں میں ''قزلباش'' صاحبانِ مقام و منصب سمجھے جاتے ہیں۔

صفحہ :165' پر افغانیوں کے قبائل سے ''قبیلہ ہزارہ'' کے بارے میں لکھا ہے کہ:

یہ قبیلہ شیخ علی اور جمشیدی کا جزو ہے اور مذہب شیعہ رکھتا ہے لیکن مذہب شیعہ کے چند امور کے سوا کچھ بھی نہیں جانتا، فقط حضرت علی علیہ السلام اور باقی آئمہ معصومین علیہم السلام کی محبت، حضرت امام حسین ابن

علی علیہم السلام کی مجالسِ عزا برپا کرنا، روزِ عاشورا سینے اور پشت پر زنجیروں سے ماتم کرنا اُن کا معمول ہے یہ قبیلہ کبھی تقیہ نہیں کرتا حالانکہ تقیہ مذہب شیعہ کی فروعات میں سے ہے۔

مذہب شیعہ کے متعلق ان سے سوال کریں تو نہایت بیباکی کے ساتھ' کسی لاگ لپیٹ کی پروا کیے بغیر غلو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ،''میں علی علیہ السلام کا بندہ ہوں''، اور وہ لوگ اپنے مذہب کو بہت عزیز رکھتے ہیں' اس سلسلہ میں ایک واقعہ یہ ہے کہ:

ایک سنی آدمی کے ہاں گھر کے کام کاج کے لیے ایک شیعہ عورت ملازمہ تھی جو بہت محنت سے اپنی ذمہ داری نبھایا کرتی تھی، اس کی محنت سے متاثر ہوکر اس سنی نے اس عورت سے اپنی خواستگاری کی لیکن اس نے قبول نہ کیا' اس سنی شخص نے اس شیعہ عورت کو سخت اذیتیں دینا شروع کر دیں اور اصرار کیا کہ،''وہ سنی ہو جائے''، اس کا اصرار بہت زیادہ بڑھا تو اس شیعہ عورت نے اپنے مذہبی میلان کی وجہ سے غضب ناک ہوکر اسے یہ جواب دیا کہ:

''کسی سنی کی بیوی ہونے سے میرے لیے بہتر اور آسان یہ ہے کہ میں حضرت علی علیہ السلام کا کتا بن جاؤں''

صفحہ:170' پر ہے کہ:

افغانستان میں جو لوگ آباد ہیں' ان میں نہایت شریف اور نجیب حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السلام کی اولاد میں سے ہیں اور اُنہیں ''سید'' کے لقب سے پکارا جاتا ہے ان میں سے کچھ لوگ بشنک اور قندھار کے اطراف اور بعض جلال آباد کے نزدیک ''کز''، میں آباد ہیں ''کز'' کے شرفا، نادر شاہ کے زمانے سے لے کر آج تک بزرگی اور عظمت والے سمجھے جاتے ہیں اور افغانی ان کے ساتھ بہت عقیدت رکھتے' ہیں جبکہ عادات واخلاق اور بودوباش کے لحاظ سے وہ لوگ افغانیوں ہی کی طرح ہیں۔

یہ ایرانی بادشاہ نادر شاہ کے ساتھ افغانستان میں آئے تھے' یہ اصل میں ایرانی ہی ہیں اور اس وقت کابل ،قندھار اور غزنی میں آباد ہیں اور تمام قزلباش افراد شیعہ ہیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی مجالسِ عزا ایامِ محرم میں منعقد کرتے ہیں۔

یہ لوگ آداب وصنائع اور دفتری امور میں بہت شائستگی رکھتے ہیں اور اسی لیے حکومتِ افغانستان کے اکثر امور انہیں لوگوں کے سپرد ہیں اور حکمران طبقہ اپنی اولاد کی تربیت کے لیے قزلباش افراد کا انتخاب کرتا ہے تاکہ ان کی اولاد شعروشاعری میں ماہر ہو جائے' یہ لوگ سوجھ بوجھ' دانش مندی' زیرکی' شجاعت اور حسن اخلاق میں افغانستانیوں سے امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔

افغانستان کے شیعہ سارا سال ایران، عراق اور حجاز کی جانب آئمہ معصومین علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے لیے سفر کرتے رہتے ہیں بالخصوص ماہِ محرم کے پہلے دس دنوں میں براستہ خراسان عراق جاتے ہیں تاکہ روزِ عاشور کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے مراسمِ عزا میں شرکت کرسکیں' البتہ موجودہ زمانہ 1393 ہجری میں افغانستان کے ولی عہد، وزیراعظم اور حکومت کے بڑے بڑے افسران نے شیعوں کی طرف سے منعقد شدہ مجالسِ عزا حضرت امام حسین علیہ السلام میں عمومی طور پر پہلی مرتبہ شرکت کی تھی۔

د: ترکستان، قفقاز، تبت اور چین میں عزاداری:

چین، تبت، قفقاز، ترکستان اور ایشیائی شہروں میں جہاں بھی شیعانِ آلِ محمدؐ نے رہائش اختیار کی ہے' سختیوں اور پابندیوں کے باوجود شعائرِ حسینی' عزاداری اور ماتمی جلوس کا اہتمام کیا ہے۔

قفقاز، سو سال قبل تک حکومتِ ایران کے زیرِ اثر تھا اور اس کے مشہور شہروں مثلاً مانند، نجوان، ایروان، باکو، تفلیس وغیرہ میں نوحہ خوانی، مرثیہ خوانی، مجالسِ عزا اور ماتمی جلوس، ماہِ محرم اور صفر اور بالخصوص روزِ عاشورا مراسمِ عزا میں قفقاز کے جنوبی علاقے یعنی آذربائیجان والے ایرانیوں کی پیروی کرتے ہیں' لیکن اُن کی عزاداری ایران کی نسبت بہت

محدود ہے یہاں امام حسین علیہ السلام کی عزاداری قرون وسطیٰ میں ایران کے تسلط کے بعد ہی سے شروع ہوگئی تھی اور پھر اس میں وسعت ہی پیدا ہوتی چلی گئی اور اکتوبر 1917ء کے انقلاب سے پہلے قیصریوں کی حکومت کے زمانے تک وسیع پیمانے تک عزاداری ہوتی رہی اور آج کل قفقاز سے ایران آنے والے لوگوں کے بقول قفقاز میں مجالسِ عزا، نوحہ خوانی شیعہ گھروں میں محدود سطح پر منعقد ہوتی رہتی ہیں۔

ترکستان کے بڑے شہروں مثلاً مانند، خیوہ، عشق آباد، مرو، سمرقند، تاشقند اور بخارا میں جہاں شیعہ مہاجرین آباد ہیں، قفقاز کی نسبت محدود پیمانے پر عزاداری ہوتی ہے اگرچہ سخت پابندی ہے تاہم ایک سو قبائل کے قریب شیعہ گھروں میں مجالسِ عزا منعقد ہوتی ہیں مراسمِ عزا کا یہ سلسلہ تیسری صدی ہجری کے اوئل میں ولائت خراسان کے جنوبی حصہ سے ترکستان میں منتقل ہوا تھا، جب محبانِ اہلِ بیتؑ طوس سے مجبوراً ہجرت کر کے بخارا خیوہ اور دیگر مقامات پر آبسے تھے۔

ترکستان اور قفقاز کے شہروں میں بعض امام بارگاہوں کے آثار دلالت کرتے ہیں کہ وہاں عزاداری، نوحہ خوانی، ماتمی جلوس اور مجالسِ مظلوم کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام (قیصری حکومت کے زوال تک) کھلم کھلا منعقد ہوتی تھیں۔

شمالی تبت اور چین میں عزاداری یوں ہوتی رہی کہ قرونِ وسطیٰ کے آخر میں افغانستان کے شہروں سے پختہ عقیدہ رکھنے والے کچھ شیعہ قبائل مجبوراً ہجرت کر کے شمالی تبت اور چین میں سکونت پذیر ہوئے وہ ایامِ عزا میں مراسمِ عزاداری کو اپنے گھروں میں ادا کرتے تھے اور روزِ عاشور کو سوائے عزاداری کے تمام دنیاوی امور کی چھٹی کرتے تھے۔

علومِ دین حاصل کرنے کے لیے نجف و کربلا میں قیام پذیر بعض تبّتی طلبہ کے بقول تبت کے شہروں میں اُن کے خاندان ایامِ عزا میں ہمیشہ نوحہ خوانی امور مجالسِ عزا حضرت امام حسین علیہ السلام برپا کیا کرتے ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ شیعہ افراد کسی ایک گھر میں اکھٹے ہو جاتے ہیں، ایک خطیب منبر پر رونق افروز ہوتا ہے اور واقعاتِ کربلا اور شہادتِ امام حسین علیہ السلام بیان کرتا ہے اور نجف و کربلا کے مراسمِ عزا ہی کی طرح لوگ آنسو بہاتے ہیں، نوحہ خوانی، ماتم، زنجیر زنی اور اختتامِ مجلس پر نذر و نیاز کا اہتمام کرتے ہیں۔

ہجرت کر کے چین میں آباد ہونے والے شیعہ لوگ ماہِ محرم کے پہلے دس دنوں میں اور خصوصاً روزِ عاشورا تبت کی طرح اپنے گھروں میں مجالسِ عزا حضرت امام حسین علیہ السلام منعقد کرتے ہیں۔

مشہور یہ ہے کہ تیسری صدی ہجری کے آخر میں ترکستان اور

افغانستان کے شہروں کے بہت سے محبانِ اہلِ بیتؑ ہجرت کر کے تبت کے راستے چین منتقل ہوئے تھے اور محتاط اعداد و شمار کے مطابق پہلی جنگِ عظیم کے بعد چین میں شیعوں کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی۔

یہ لوگ تعداد میں کم ہونے کے باوجود اپنے مذہبی شعائر پر عمل پیرا ہوتے تھے اور مراسمِ عزا منعقد کرتے تھے اور کربلا کے واقعات کی یاد تازہ رکھنے کے لیے اپنے گھروں میں مجالسِ سوگواری برپا کرتے تھے اور فرزندِ رسولؐ، جوانانِ جنت کے سردار، حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے مظلوم بیٹے شہیدِ کربلا، حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے اعوان و انصار کی شہادت کی یاد مناتے تھے۔

ر: ہندوستان میں عزاداری:

ہندوستان میں رہائش پذیر افراد مذہب و ملت کے اعتبار سے مختلف ہیں، یہاں مسلمان مجالسِ عزائے امام حسین علیہ السلام برپا کرتے ہیں اور انہیں اس راہ میں جان و مال خرچ کرنے کی پختہ عادت ہے، پہلی صدی ہجری کے آخر میں واقعہ کربلا کی خبریں اس علاقہ میں پہنچیں تھیں اور اسی وقت سے یہاں مجالسِ عزا مظلوم کربلا ہونا شروع ہوگئیں تھیں اور اُن مراسم کی ادائیگی میں مسلسل اضافہ ہی ہوتا چلا جارہا ہے۔

یہاں رہنے والے شیعہ مجالسِ سوگواری، دینی اجتماعات، نوحہ د

مرثیہ خوانی اور زنجیر زنی خصوصاً عشرۂ محرم میں حضرت امام حسین علیہ السلام، ان کے اہلِ بیت اور اصحاب رضوان اللہ علیہم کے مصائب و آلام بیان کرنے کا خاص اہتمام کرتے ہیں' اس ملک میں بسنے والے غیر مسلم اور ہندو قوم کے تمام لوگ شیعوں کی نوحہ خوانی اور مجالسِ عزا ہی سے متاثر ہوئے تھے اور اب وہ بھی ماہِ محرم اور صفر میں مراسمِ عزا میں شیعوں کی تقلید کرتے ہیں اور اُن کے ساتھ مل کر آلِ محمدؐ کا غم مناتے ہیں حتیٰ کہ عزاداری حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے ہندوؤں نے بعض شہروں میں بڑی بڑی عمارتیں اور املاک وقف کی ہوئی ہیں اور مسلمانوں کی پیروی کرتے ہوئے اُن کا نام امام بارگاہ ہی رکھا ہوا ہے ان میں وہ شعائرِ سوگواری وحزن و اندوہ برپا کرتے ہیں وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام کو بہت مقدس جانتے ہیں اور اُن کے نام کو وہ بہت عزت و آبرو اور تعظیم و تکریم کے ساتھ زبان پر جاری کرتے ہیں۔

عزاداریِ حضرت امام حسین علیہ السلام میں اہلِ ہند کے مراسم:

1۔ کتاب ''تحفۃ العالم''، علامہ سید عبد اللطیف موسوی شوستری' نے ہندوستان کی مختلف سیروں کا حال لکھتے ہوئے نوحہ خوانی اور مجالسِ عزا حضرت امام حسین علیہ السلام اور حیدر آباد، دکن، میں ہندوؤں کا نوحہ و

گریہ وزاری کا ذکر کیا ہے کہ:

باوجود اس کے کہ ہندو لوگ اسلام کی تعلیمات سے ناواقف ہیں' تاہم دولت مند اور امیر اشخاص شہروں میں مخصوص مقامات پر مجالسِ عزا حضرت امام حسین علیہ السلام منعقد کرتے ہیں' وہ ماہِ محرم کا چاند دیکھتے ہی لباسِ عزا پہن لیتے ہیں اور ممکنہ حد تک لذیذ غذائیں ترک کر دیتے ہیں اور بعض لوگ تو محرم کے دس دنوں میں غذا کھانے سے مکمل پرہیز کرتے ہیں اور رات دن نوحہ خوانی، گریہ وزاری میں گزارتے ہیں، ہندی اور فارسی میں مرثیے پڑھتے ہیں اور اپنی بساط کے مطابق نذر و نیاز بھی دیتے ہیں، غریبوں اور فقیروں میں کھانا تقسیم کرتے ہیں' بازاروں، گلی، کوچوں اور سڑکوں کے کنارے سبیل لگاتے ہیں' ضریح مقدس کی شبیہہ بنائی جاتی ہے' اس پر گلاب چھڑکا جاتا ہے اور اسے جلوس کے آگے آگے لے کر چلتے ہیں' اور محرم کے دس دن گزارنے کے بعد ضریح مقدس کی شبیہوں کو گہرے پانی میں بہا دیتے ہیں یا مخصوص مقام پر زمین میں دفن کر دیتے ہیں اور اس زمین کو وہ کربلا کا نام دیتے ہیں، بنارس، بنگال اور لکھنو میں مَیں نے خود اپنی آنکھوں سے یہ مناظر دیکھے ہیں۔

عجیب و غریب بات یہ ہے کہ بنگال اور ایسی ہی دوسری جگہوں پر مسلمانوں کو ان ایام عزا میں ہندوؤں کی تقلید کرتے ہوئے مسلمان بھی کھانا

پینا چھوڑ دیتے ہیں یا اس حد تک کم کر دیتے ہیں کہ فقط زندگی برقرار رہے' مجالسِ عزا، نوحہ خوانی، سینہ زنی میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہوتے ہیں' زنجیر زنی میں بھی ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں' اپنے چہروں، سینوں، سروں اور پُشت پر اس قدر زخم لگاتے ہیں کہ بعض تو بے ہوش ہو جاتے ہیں، حیدر آباد دکن میں، مسلمان اور ہندو اس انداز سے مراسمِ عزا بجالاتے ہیں جسے آنکھوں سے دیکھے بغیر تصور میں لایا ہی نہیں جا سکتا' بہت سے شرفاء بزرگ لوگ اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں زنجیریں پہن لیتے ہیں' کبھی کبھار چند اشخاص ایک گروہ کی شکل میں خود کو زنجیروں میں جکڑ کر لیتے ہیں اور ایک آدمی زنجیر کا حلقہ پکڑ کر انہیں قیدیوں کی طرح کھینچتے ہوئے مجالس اور جلوس میں لاتا ہے اور اس دوران اگر وہ زمین پر گر جاتے ہیں تو وہ اُنہیں اسی حالت میں بے رحمی سے زمین پر گھسیٹتا ہوا لاتا ہے اس وقت ان کی حالت ایسی قابلِ رحم ہوتی ہے کہ دیکھنے والے اسیرانِ کربلا کو یاد کر کے بے اختیار رو پڑتے ہیں۔

2۔ مذکورہ کتاب میں ہندوستان کے راجہ آصف الدولہ کی عزاداری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

آصف الدولہ آئمہ اطہارؑ کی ولایت و محبت سے سرشار تھا' اس نے مراسمِ عزائے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے اپنے محل کے

نزدیک مسجد و امام بارگاہ تعمیر کروا رکھا تھا اور اس کی آرائش پر کثیر رقم خرچ کی تھی اور پورے ملک میں اس سے زیادہ بلند اور کوئی عمارت نہیں تھی۔

اکبر آباد شہر میں شاہ جہاں کا مقبرہ بھی ایک قابلِ دید شئے ہے، اسے تاج گنج کہا جاتا ہے، اس کے بارے میں چند عجیب و غریب روایات میں سے بعض یہ ہیں:

یہ مخصوص عزا خانہ امام حسین علیہ السلام، مسجد اور ان کے ساتھ ملحقہ عمارات دنیا کی چند قابلِ دید عمارتوں میں شمار ہوتی ہیں۔

ہر ایک چوک میں چودہ گنبد، مجلّل و مزیّن موجود ہیں اور ہر گنبد کے زیرِ سایہ خالص چاندی کی بنی ہوئی ضریح، چہاردہ معصومین علیہم السلام کی ضریح کی مانند بنی ہوئی ہے۔

مراسمِ عاشورا کے دوران تقریباً پانچ سو شیشے کے عمومی فانوس اور دو ہزار عالی ترین فانوس روشن کیے جاتے ہیں' جب کہ زر و جواہر سے مرصّع سونے اور چاندی سے مختلف ڈیزائنوں میں بنائی گئی گھڑیاں' ضریح کے کناروں پر لگائی جاتی ہیں۔

ماہِ محرم کے دس دنوں میں مجالس اور تبرک وغیرہ کے لیے پندرہ لاکھ روپیہ معین ہوتا ہے' اگر اس مقدار سے کم رقم خرچ ہو تو باقی رقم زائرین فقرا اور مستحقین میں تقسیم کر دی جاتی ہے۔

3۔ کتاب ''موسوعۃ العتبات المقدسہ''، جلد اول، ص:373 پر تاریخ الشیعہ فی الہند، تالیف: ڈاکٹر ہولیسٹر' سے جس میں ہندوستان میں عزاداریٔ حضرت امام حسین علیہ السلام اور ماہِ محرم کی اہمیت کے بارے میں ذکر ہے، نقل کیا گیا ہے کہ:

ہندوستان میں شیعوں کے مختلف شہروں میں پھیل جانے کی وجہ سے مراسمِ عزا پوری آب وتاب سے جاری وساری اور زندہ ہیں' واقعہ کربلا کی عظیم ترین یاد، ہندوستان اور خصوصاً لکھنؤ میں منائے جانے کا منظر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عزاداری کی رونق میں جو پہلے زمانے کے بادشاہوں کے زمانے میں موجود تھی' کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے اور اس کا معیار آج بھی وہی ہے، بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوا ہے' بادشاہِ اودھ کے زمانے میں ماہِ محرم کے مراسمِ عزا پر تین لاکھ روپیہ سالانہ خرچ ہوتا تھا جس کے لیے ہبہ جات اور اوقاف محمد علی شاہ ہی کے وقت سے وقف تھے اور عساف الدولہ شاہِ اودھ' متوفی: 1775 میلادی' نے تو ایک سال ماہِ محرم میں تین لاکھ روپے مراسمِ عزا پر خرچ کیے تھے۔

ہندوستان اول عشرہ ماہِ محرم میں مجلسِ عزا کی ابتدا مقتل حسین علیہ السلام سے شروع ہوتی تھی پھر کوفیوں کا آپ کو دعوت دے کر بلانے کا ذکر کیا جاتا تھا اور آخر میں امام مظلومؑ کی شہادت کا بیان ہوتا تھا اور اس کی

ترتیب یہ ہوتی تھی کہ ماہِ محرم کے پہلے دو دنوں میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے قریبی رشتہ دار کی گفتگو اور سفر کی آمادگی اور عزیزوں رشتہ داروں کے مشوروں کا ذکر ہوتا تھا پھر امامِ عالی مقام کے سفر کا حال اور ان کے کربلا پہنچنے' اور خیموں کا دریائے فرات کے کنارے نصب ہونے کا بیان ہوتا تھا اور محرم کے تیسرے دن حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے حضرت امام حسین علیہ السلام کا بنی اسد کے لوگوں سے زمین کے ناموں کے بارے میں دریافت کرنا، ان سے اس جگہ کو خرید کر اُنہیں کو واپس کرنا اور اپنے مقتولین کو دفن کرنے کا ذکر ہوتا تھا۔

پانچویں اور چھٹی محرم کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کی شجاعت وشہادت کے سلسلہ میں حضرت علی اکبر سے باقاعدہ آغاز ہوتا تھا اور ساتویں محرم کو حضرت قاسم بن حضرت امام حسن علیہ السلام کی شجاعت وشہادت کا واقعہ بیان ہوتا تھا' آٹھویں اور نویں محرم کو حضرت عباس علم دارؑ اور دیگر شہدائے کربلا کے مخصوص حالات کا ذکر ہوتا تھا اور دسویں محرم کے دن حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت بیان کی جاتی تھی اور اس سلسلہ میں تمام دن مجالسِ عزا برپا رہتی تھیں، جن میں تعزیتی اشعار اور مرثیے پڑھے جاتے تھے' آج کل بھی اس ترتیب اور طرز پر مجالسِ عزا کا انعقاد ہوتا ہے' یہ مجالسِ عزا فقط مساجد ہی میں نہیں ہوتیں بلکہ مخصوص عمارات میں

جنہیں ہندوستان میں ''امام بارگاہ'' کہتے ہیں، برپا ہوتی ہیں اور یہ مقام فقط مجالسِ عزا ہی کے لیے مخصوص ہوتا ہے' مجالسِ عزا کے لیے ''ہوگلی'' جلال پور، (بنگال) میں ایک نہایت عظیم الشان امام بارگاہ تعمیر کیا گیا ہے جسے' ہندوستان کے صنعت کاروں نے آپس میں رقم جمع کر کے بنوایا ہے' اس کی تعمیر میں لازمی حصہ لینے کے لیے منتخب صنعت کاروں کو ایک قرارداد کے ذریعے پابند کیا گیا تھا اور اس کی تعمیر پر دس لاکھ روپے کی کثیر رقم خرچ کی گئی تھی ،لکھنؤ میں تین امام بارگاہ ہیں، جو تین مختلف بادشاہانِ اودھ، محمد علی شاہ، عساف الدولہ اور غازی الدین حیدر نے اس انداز سے تعمیر کروائے تھے کہ انسان دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے غازی الدین حیدر نے جو امام بارگاہ بنوایا تھا' اس کا نام ''شاہِ نجف'' رکھا گیا تھا اور اس کی دیواروں میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی ضریح مبارک کی شبیہ بنائی گئی تھی اور شاہ جہاں پور میں تعمیر کیے جانے والے امام بارگاہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی ضریح مقدس، کی شبیہ بنوائی گئی تھی۔

عزاداری سے متعلقہ چند مخصوص شعائر کے بارے میں بھی جو دیکھنے والوں کی توجہ جذب کر لیتے ہیں' لکھا گیا ہے کہ:

ہندوستان کے شمال میں ''تعزیہ'' اس شئے کو کہتے ہیں جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضے جیسی شبیہ روزِ عاشورا جلوس میں اپنے

کندھوں پر اٹھا کر عزادار گشت کرتے ہیں جبکہ ہندوستان کے جنوب میں قبر جیسی شبیہ کو ''تابوت'' کہتے ہیں' جسے جلوسِ عزا میں اپنے کندھوں پر اٹھا کر عزادار گشت کرتے ہیں' ان شبیہوں کا سلسلہ تیمور لنگ کے زمانے سے شروع ہوا تھا اور وہ خود یہ چیزیں کربلا سے ہندوستان میں لے کر آیا تھا۔

یہ اگرچہ مختلف سائز اور حجم کی ہوتی ہیں، تاہم زیب و زینت اور آرائش والی ہوتی ہیں' عزادارانِ امام حسین علیہ السلام انہیں معصوم کا جنازہ سمجھ کر اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں البتہ بعض مقامات پر اُجرتی ہندو کہاروں سے بھی یہ خدمت لی جاتی ہے' انہیں مختلف قسم زیورات سے بھی آراستہ کیا جاتا ہے اور جلوس اگر رات کو برآمد ہونا ہو تو ان میں فانوس بھی آویزاں کر دیئے جاتے ہیں' مال دار لوگ اپنی حیثیت کے مطابق یہ شبیہیں عمدہ عمارتی لکڑی سے بنوا کر ان پر ہاتھی دانت کا نفیس کام کروا لیتے ہیں یا خالص چاندی کے منقش پتروں سے مزیّن کروا لیتے ہیں۔

''اودھ'' بادشاہوں میں سے اودھ کے ایک بادشاہ نے تو بیس قدم اونچا ایک چار منزلہ تعزیہ تانبے اور شیشے کا انگلستان سے بنوایا تھا' جسے مصنف نے اپنی آنکھوں سے خود دیکھا تھا' اس قسم کے اس تعزیہ کو ایک تعزیہ کی طرح اٹھا کر گشت نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ صرف حصولِ برکات کے لیے مخصوص امام بارگاہ میں رکھ دیا گیا تھا اور ہر سال زیب و زینت کے لیے

اس میں کچھ نہ کچھ اضافہ کر دیا جاتا تھا۔

مذکورہ کتاب میں بہت سے تعزیوں کے علاوہ علم کے بارے میں بھی معلوماتی مواد ہے کہ:

لکھنؤ کے شیعہ اس لحاظ سے بہت خوش قسمت ہیں کہ ان کے پاس وہ پنجہ اور لوہے کا دستہ جو کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے علم کا تھا، موجود ہے، اسے حفاظت سے رکھنے کے لیے ایک مخصوص جگہ بنائی گئی ہے اور اس پنجے کی دستیابی کے بارے میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ:

ہندوستان سے ایک شخص حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ گیا' وہاں اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے علم دار حضرت عباس ابن علی علیہم السلام کو خواب میں دیکھا اور انہوں نے اس حاجی کو وہ مقام دکھلایا جہاں انہیں دفن کیا گیا تھا، علی الصبح وہ حاجی بیدار ہوا تو علامات کو پہچانتا ہوا وہ اس مقام پر پہنچا' اس نے وہاں یہ پنجہ رکھا ہوا دیکھا' اس نے اس پنجہ کو وہاں سے اٹھا اور نواب عساف الدولہ کے پاس لا کر تمام واقعہ ان کے گوش گزار کیا اور نواب نے کمالِ عقیدت سے اس پنجہ کے لیے ایک مخصوص جگہ بنوادی اور اس حاجی کو اس کا متولی مقرر کر دیا اس دوران ایک اور نواب سعادت علی خان بیمار ہو گیا اور جب اس کی بیماری خاصی طول پکڑ گئی تو اس نے حضرت عباس علم دار علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کی تو اسے چند ہی دن

میں شفا ہوگئی' صحت یاب ہونے کے بعد اس نے خراجِ تحسین کے طور پر اس پنجہ کے لیے ایک خوب صورت ترین جگہ تیار کروائی جو آج تک برقرار ہے اور لاتعداد لوگ پانچویں محرم کو اس جگہ آتے ہیں اور اپنے اپنے بنوائے ہوئے مختلف قسم کے تقریباً پچاس ہزار علم بھی ساتھ لاتے ہیں اور برکت حاصل کرنے کے لیے انہیں اس پنجہ سے مس کرتے ہیں۔

مؤلف کتاب ماتمی جلوسوں میں پڑھے جانے والے نوحوں اور مرثیوں کے بارے میں بھی لکھتا ہے کہ:

مرثیہ ایک نہایت موزوں ادبی قطعہ ہوتا ہے، خصوصاً میر انیسؔ کے مرثیہ میں ایک ایسی نمایاں برتری، ادب کی چاشنی اور سوز وگداز پایا جاتا ہے کہ اسے پڑھتے یا سُنتے ہی ایک عام انسان کے اندر بھی عمیق ترین عاطفہ اور قوی ترین احساساتِ گریہ پیدا ہوجاتے ہیں اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگتے ہیں۔

روزِ عاشورا صبح سویرے ہی ماتمی جلوس برآمد ہونے کے لیے آمادہ ہونا شروع ہوجاتے ہیں، پہلے امام بارگاہ میں مختصر سی مجلسِ عزا ہوتی ہے اور پھر گروہ در گروہ تعزیئے اور علم برادر عزادار جلوس کی شکل میں برآمد ہوتے ہیں اور کربلا کی طرف' جہاں تعزیوں کو دفن کیا جانا ہوتا ہے' چل پڑتے ہیں،

جب کہ بمبئی میں تعزیوں کو دریا میں ڈال دیا جاتا ہے البتہ بڑے بڑے اور بہت قیمتی تعزیوں کو کربلا تک لے جا کر واپس اسی جگہ لے آیا جاتا ہے، جہاں سے انہیں اٹھا کر لے جایا گیا تھا تاکہ آئندہ سال بھی وہ برآمد کیے جاسکیں' تعزیوں کے جلوس آرام وسکون اور نہایت نظم وضبط کے ساتھ اپنے معین راستوں پر چلتے جاتے ہیں، لیکن کسی خاص مقام پر پہنچ کر رک بھی جاتے ہیں اور نوحے یا مرثیے کے چند بند پڑھے جاتے ہیں، اس دوران بعض عزادار شدت سے سینہ زنی کرتے ہیں، آنسو بہاتے ہیں، یا حسینؑ، یا حسینؑ کی صدا بلند کرتے ہیں اور بعض عزادار اپنی پشت پر لوہے کی تیز دھار چھریوں والی زنجیروں سے ماتم کرتے ہیں اور خود کو لہولہان کر لیتے ہیں۔

1927 میلادی میں حیدرآباد شہر کے ایس۔پی نے ماہِ محرم میں زنجیر زنی کو ممنوع قرار دے دیا تھا، لیکن اس کے اس اعلان پر کسی عزادار نے کان نہیں دھرا تھا، ماہِ محرم میں عزاداروں کی آنکھوں سے جو آنسو بہتے ہیں اُنہیں خود عزادار یا دوسرے لوگ رُوئی میں جذب کر کے وہ رُوئی محفوظ کر لیتے ہیں اور آزمائی ہوئی بات یہ ہے کہ وہ روئی بیماری اور دردوں کے لیے شفا کا کام دیتی ہے۔

بہت سے سنی اور ہندو لوگ بھی مجالسِ عزا حضرت امامِ حسین علیہ السلام میں نہایت عقیدت سے شرکت کرتے ہیں اور صوبہ بہار کے ایک

علاقہ میں ہندوؤں کا ایک پست طبقہ تو حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو بھگوان کا درجہ دیتا ہے اور اُن کی پوجا کرتا ہے جب کہ بالاترین طبقہ کیا شار، انمار والا اور راجپوت وغیرہ کے بے اولاد لوگ یہ منّتیں مانتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ حسنین شریفین علیہم السلام کے طفیل انہیں اولاد عطا کرے تو وہ اتنے سال یا ساری زندگی ایامِ محرم میں مجالسِ عزا اور جلوس وغیرہ کا اہتمام کریں گے، وہ لوگ محرم میں نمک اور گوشت کھانے سے پرہیز کرتے ہیں اور تمام ایسے وسائل جن سے 'بڑائی ظاہر ہوتی ہو، اجتناب کرتے ہیں، ''بارودا'' میں ہندوؤں کے مختلف طبقات تعزیئے بنواتے ہیں، انہیں کندھوں پر اٹھا کر جلوس میں گشت کرتے ہیں اُن کی تعظیم بجالاتے ہیں' اُن کے نیچے سے گزرتے ہیں یا جہاں سے تعزیئے گزارے جارہے ہوں، برکت حاصل کرنے کے لیے اُن راستوں پر لیٹ جاتے ہیں۔

بعض مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ ہندوستان کے جنوب میں ہندوؤں کے تمام طبقات، سوائے برہمنوں کے، محرم میں برآمد ہونے والے حضرت عباس علم دار علیہم السلام کے ہر علم کو ''پیر'' اور حضرت علی علیہ السلام کے علم کو ''لال صاحب''، کہتے ہیں' ماہِ محرم میں برآمد ہونے والے علم کے سامنے بے اولاد یا نرینہ فرزند کی طالب عورتیں گر جاتی ہیں اور منّت مانتی ہیں کہ

ہمیں صاحبِ علم کے طفیل اولاد یا فرزند عطا ہو اور جب اُن کی مراد پوری ہو جاتی ہے تو وہ فرزندوں کا نام ''ہوسان''، یعنی حَسن یا حُسین علیہم السلام کا فقیر اور لڑکیوں کا نام ''فاطمہ'' یا اس طرح کا کوئی اور نام رکھتی ہیں اور ''بارودا'' میں ہندوؤں کا رئیس خود مراسمِ عزا برپا کرتا تھا اور ''غوالیور'' کا مہاراجہ اپنے دار الخلافہ میں ہر سال ننگے پاؤں جلوس کے آگے آگے چلتا تھا، کیوں کہ مہاراجہ پچاس سال قبل شدید بیمار ہو گیا تھا اور اس کے بچنے کے آثار نہیں رہے تھے کہ اس دوران اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو عالمِ خواب میں دیکھا' جو فرما رہے تھے کہ اگر تو ماہِ محرم میں میرے نام کی مجالسِ عزا برپا کرے، اس میں نذر و نیاز تقسیم کرے اور مستحقین کو صدقات و خیرات دینے کی منّت مان لے تو بہت جلد شفا پائے گا' مہاراجہ نے اسی حالت میں منّت مان لی، چنانچہ امام مظلومؑ کے فرمان کے مطابق باذنِ خدا شفا پائی تو اس کے بعد سے اس نے مراسمِ عزا اور اس سے متعلقہ لوازمات کو اپنا معمول بنالیا، وہ مہاراجہ تو دنیا سے رخصت ہو گیا ہے لیکن اس کا وہ عمل آج بھی باقی ہے البتہ موجودہ مہاراجہ گھوڑے پر سوار ہو کر ماتمی جلوس کے آگے آگے چلتا ہے اور خزانہ سے جلوسِ عزاداری کے لیے وافر رقم مہیا کرتا ہے۔

4۔ سفرنامہ حاج پیرزادہ، ص:131' پر براستہ بمبئی لندن تک سفر کے بارے میں تحریر کیا گیا ہے کہ:

ہندوستان میں رہنے والے بہت سے افراد بارہ اماموں کی امامت کے قائل ہیں اور بمبئی میں ایرانی بھی بہت تعداد میں موجود ہیں اور مساجد و امام بارگاہ بہت خوب صورت بنائے گئے ہیں' جن میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے مجالسِ عزا ہوتی ہیں، (حاجی محمد پیر علی زادہ ایرانی صوفیہ کے بزرگ افراد میں سے ہیں اور اُن کا مذکورہ سفر 1306 ھ میں ہوا تھا)۔

یہ امر تاریخ سے ثابت ہے کہ ہندوستان کے اکثر علاقوں میں لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور واقعۂ کربلا کو آخری چار صدیوں میں بہترین انداز سے زندہ رکھا' خصوصاً صفویوں کے دور میں ایرانی علماء، ادباء اور سلاطین و سفراء کے ہندوستانی امرا و سلاطین کے ساتھ مضبوط اور خوشگوار تعلقات قائم ہوئے تو اس علاقہ میں مذہب شیعہ کی بہت ترقی ہوئی اور مراسمِ عزا میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔

5۔ کتاب ''مجالس السنیہ''، ص:196' پر جرمن ڈاکٹر ماربین کے رسالہ سے اقتباس لیا گیا ہے کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ولایت و امامت اُن کی اولاد میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی رہی اور اس طرح سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری مذہب کا ایک اہم جزو قرار پائی اور اس

سیاسی واقعہ کو خالصتاً مذہبی لباس عطا ہوا، حضرت علی علیہ السلام کے پیروکاروں کی قدرت اور حکومت جس قدر زیادہ ہوتی تھی، اتنا ہی ذکر مصائب امام حسین علیہ السلام آشکار اور مراسمِ عزا میں اضافہ ہوتا تھا، حالاتِ حاضرہ سے خوب آشنا صاحبانِ اقتدار، وقت کے تقاضوں اور ماحول کے مطابق مراسمِ عزا میں عقیدت مندانہ تبدیلی کرتے رہتے تھے تاکہ اچھے سے اچھے انداز میں ذکر فضائل و مصائب امام حسین علیہ السلام انجام پاتا رہے چنانچہ اب تو صورتِ حال یہ ہے کہ جہاں بھی شیعہ آباد ہیں، حضرت امام حسین علیہ السلام کی یاد میں اعلانیہ مجالسِ عزا منعقد کرتے ہیں، ماتمی جلوس برآمد کرتے ہیں اور اُن کی دیکھا دیکھی باقی اقوام اور ملتوں کے لوگ بھی اپنے اپنے انداز سے عزاداری منانا نہایت ضروری سمجھتے ہیں، خصوصاً چین اور ہندوستان میں اس کا خاصا اہتمام کیا جاتا ہے اور یہ عزاداری کی عمدہ تاثیر ہی کا نتیجہ ہے، ہندستان میں مسلمان عزاداری کو ہندوؤں کی طرز پر قائم کرتے ہیں اور آج سے سو سال پہلے یہاں عزاداریٔ حضرت امام حسین علیہ السلام ظاہراً نہیں ہوتی تھی، البتہ روز بروز اضافہ ہوتے رہنے کی وجہ سے اب اس کا عام انعقاد ہوتا ہے، بعض مؤرخین ان مراسم عزا کی اہمیت سے واقف نہیں ہیں اور وہ عزاداروں کو دیوانہ کہتے ہیں، حالانکہ اس عزاداری کی وجہ سے مذہب شیعہ میں مذہبی اور سیاسی اعتبار سے جو ہیجان اور زندگی

ہے وہ کسی اور قوم میں دیکھنے میں نہیں آتی۔

حضرت علی علیہ السلام کے پیروکار جنہوں نے عزاداری کو اپنا شعار بنا رکھا ہے، ہندوستان میں بہت عروج پر ہیں، جس سے یہ یقین پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے اسی بزرگ ترین وسیلہ کی وجہ سے ترقی کی راہ پر گامزن ہیں حالانکہ اُن کی تعداد اتنی ہے کہ انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں اور ہندوستان میں ان کا شمار تیسرے درجہ کے لوگوں میں ہوتا ہے، ہمارے عیسائی مبلغین کو مال و دولت، قدرت و طاقت اور اختیار و وسائل میسر ہونے کے باوجود شیعوں کے ساتھ مناظرہ ہونے کی صورت میں ایک اور دس کی نسبت سے بھی کامیابی حاصل نہیں ہوتی، حالانکہ ہمارے مبلغین بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصائب بیان کر کے لوگوں کو محزون کرتے ہیں لیکن چونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پیروکاروں کی طرح مسلسل مراسمِ عزا کا عمومی اور اجتماعی انعقاد نہیں ہو پاتا اور دوسرے یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصائب حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب کے مقابلہ میں اثر کے لحاظ سے کم درجہ رکھتے ہیں، اس لیے ایسی صورتِ حال پیش آتی ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے مبلغین ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے عزادارانِ امام حسین علیہ السلام کو ''دیوانہ'' کہہ کر بھڑاس نکالنے کی بجائے نہ صرف ان کے بلکہ دوسری قوموں کے حقائق و رسومات کا کھوج لگائیں

اور اس کے مطابق لائحہ عمل مرتب کر کے اپنے مذہب (عیسائیت) کی حقانیت اجاگر کرنے کی کوشش کریں لیکن ایسا ہوتا نظر نہیں آتا۔

ہم یورپ کے لوگ جب اپنی قوم اور مذہب کی رسومات و عادات کے خلاف حرکات دیکھتے ہیں تو اس کو دیوانگی کا نام دے دیتے ہیں' حالانکہ ہم اس چیز سے غافل ہیں کہ اُنہیں امور کی تحقیق پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ مراسم عقل کے عین مطابق اور خالصتاً سیاسی ہوتے ہیں جیسا کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ یہ شیعہ فرقہ جس طرح اپنے مراسم کو ادا کرتا ہے وہ بہت اچھا انداز ہے، ہمارے لیے لازمی یہ ہے کہ ہم ہر گروہ کی عادات و رموز کو دیکھیں' اسے سمجھیں اور اس کی گہرائی کا جائزہ لیں، ایسے ہی کوئی فتویٰ نہ دے دیں' جب کہ ایشیا کے رہنے والے بھی ہماری بہت سی عادات کو بُرا اور حرکات کو ادب کے منافی بلکہ تہذیب و انسانیت سے دور اور وحشیانہ پن سے معنون کرتے ہیں' فرقہ شیعہ کے مراسمِ عزا کے ظاہری اثر کے علاوہ روحانی طور پر ان کا اعتقاد یہ بھی ہے کہ ان مجالسِ عزا کے منعقد کرنے سے آخرت میں انہیں عالی درجات اور بلند مراتب حاصل ہوں گے۔

6۔ کتاب ''اعیان الشیعہ''، جلد:56، ص:76، پر ہے کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے ماہِ محرم و صفر یا باقی مہینوں میں جو مجالسِ عزا برپا ہوتی ہیں، ان کا اثر ہماری آنکھوں کے سامنے ہے کہ

نہ صرف معارف دینیہ ہی کی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ ان مجالس کی برکت سے بہت سے شعرا، رائٹر، خطیب اور واعظین بھی پیدا ہوتے ہیں۔

7۔ ڈاکٹر علی الوردی کی کتاب کے صفحہ :254 'پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے پاکستان میں نوحہ خوانی وعزاداری کا ذکر ہے کہ:

پاکستان میں خاصی کثیر تعداد میں شیعہ آباد ہیں جو ہر سال ماہِ محرم میں امام حسین علیہ السلام کی یاد میں روزِ عاشورا کو ماتمی جلوس برآمد کرتے ہیں جب کہ اسی شہر میں وہابیوں کا مدرسہ ''الہدیٰ'' بھی ہے جہاں بہت سے طلبہ مقیم ہیں اور درس وتدریس میں حصہ لیتے ہیں لیکن وہ شیعوں پر بہت سختی کرتے ہیں، دباؤ ڈالتے ہیں اور انہیں ڈراتے دھمکاتے ہیں کہ وہ عزاداری نہ منائیں اور ماتمی جلوس وغیرہ برآمد نہ کریں، اُن کے خیال کے مطابق حضرت امام حسین علیہ السلام کی یاد میں عزاداری برپا کرنا بدعت اور دین سے گویا خارج ہونے کا نام ہے' 1922 میلادی میں وہابیوں نے پروگرام بنایا کہ اس سال بھر پور طاقت استعمال کر کے ماتمی جلوس کو روک دیا جائے، چنانچہ سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق شیعوں کے ماتمی جلوس پر روزِ عاشورا اچانک حملہ کر دیا گیا، شیعوں کی طرف سے بھی جوابی کارروائی ہوئی اور کلہاڑیوں، بیلچوں، ڈنڈوں کا آزادانہ استعمال ہوا نتیجتاً طرفین کے بیسیوں آدمی جان بحق اور سینکڑوں افراد زخمی ہوئے' اس ضمن میں قابلِ

ذکر پہلو یہ ہے کہ وہ سنی افراد بھی مار دیئے گئے جو ماتمی جلوس میں شیعوں کے ساتھ مراسمِ عزا میں حصہ لے رہے تھے' حالاں کہ ان کا ایسا کرنا کوئی نئی بات نہیں تھی کہ عراق کے بعض علاقوں میں بھی بہت سے سنی افراد مجالسِ عزا اور ماتمی جلوس میں بھر پور شرکت کرتے ہیں۔

از مترجم شہرستان:

ہندوستان میں شعائرِ حسینی کی بہت زیادہ یاد منائی جاتی ہے یوں تو پوری دنیا کے تمام ممالک میں بالعموم اور جن شہروں میں شیعہ آباد ہیں، وہاں بالخصوص مراسمِ عزا کا اہتمام کیا جاتا ہے، موجودہ زمانے میں مراسمِ عزاداری برپا ہونے کے متعلق جو کچھ قابلِ اعتماد حضرات سے سنا ہے یا میں نے خود مشاہدہ کیا ہے یا احادیث وتواریخ کی کتب سے اخذ کیا ہے ان میں سے کچھ کا ذکر کرتا ہوں:

1۔ مشہد مقدس کے علما میں سے ایک عالم دین نے، جو کئی مرتبہ ہندوستان کا سفر کر چکے ہیں' مجھے بتلایا کہ، ستائیسویں صفر 1403ھ میں ہندوستان کے ایک شہر میں آگ پر ماتم کرنے کے لیے الاؤ روشن کیا گیا' اس موقع پر مَیں بھی وہاں پر موجود تھا، میں نے دیکھا کہ دہکتے ہوئے انگاروں کی لمبائی آٹھ میٹر اور چوڑائی دس قدم تھی اور ایک ہزار ایک ضعیف، جوان، چھوٹے، بڑے افراد باری باری آگ میں داخل ہونے کے لیے

ایک دوسرے کے پیچھے قطار بنا کر کھڑے تھے' جب پروگرام شروع ہوا تو نہایت آرام وسکون اور ترتیب کے ساتھ یکے بعد یگرے تمام افراد بغیر جراب اور جوتے کے ننگے پاؤں قدم بقدم یا حسینؑ یا حسینؑ کہتے ہوئے آگ میں داخل ہوتے اور دوسرے سرے سے نکل جاتے' اس دوران اول سے آخر تک میں وہاں موجود رہا، جب تمام افراد آگ پر سے گزر چکے تو میں نے دیکھا کہ عزادارانِ امام حسین علیہ السلام کے پاؤں پر آگ کی جلن کا معمولی سا بھی نشان نہیں تھا' حتیٰ کہ پاؤں کے بال بھی نہیں جلے تھے' حالانکہ کسی کے بدن پر جلتی ہوئی سگریٹ کا داغ لگائیں تو بھی اثر نظر آتا ہے' میرے لیے یہ منظر نہایت تعجب خیز تھا، میں نے مشہد مقدس میں دیکھا تھا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے توسط سے نابینا اور مریض کو شفا عطا ہوئی تھی' لیکن عزادارانِ امامِ حسین علیہ السلام کا آگ پر ماتم کرنا اور آگ کا ذرا سا بھی اثر نہ ہونا' اس سے زیادہ حیرت انگیز تھا' مراسمِ عزا کے دوران تین امور میرے لیے سب سے زیادہ تعجب خیز تھے۔

1۔ ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ آگ کے درمیان پہنچ کر کھڑا ہو گیا اور دہکتے ہوئے انگاروں پر اپنے پاؤں ملنے لگا اور جب وہ باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے پاؤں کے بال بھی جلنے سے محفوظ رہے تھے۔

2۔ ایک اور شخص کو دیکھا کہ دونوں ہاتھوں پر آگ کے انگارے

اٹھا کر اپنے سر اور چہرے پر ڈالتا تھا لیکن اس پر آگ کا کوئی بھی اثر دکھائی نہیں دیتا تھا۔

3۔ ایک چھوٹے سے بچے کو دیکھا کہ وہ ننگے پاؤں آگ میں داخل ہوا اور تقریباً بیس قدم آگ پر چلا پھر دوسری طرف سے باہر نکل آیا لیکن اس پر آگ کا معمولی سا بھی اثر نہیں ہوا تھا، آگ میں داخل ہونے والے لوگوں میں کچھ بچے اور ایرانی افراد بھی تھے۔

1۔ اس منظر کو دیکھ کر میرا بھی جی چاہا کہ میں بھی آگ میں داخل ہو جاؤں، میں اس کے لیے تیار ہوا تو حاضرین نے چاہا کہ لوگ آگ کے کناروں سے دور ہٹ جائیں تا کہ وہ میرے فوٹو اور فلم بنا سکیں' پھر میں نے سوچا کہ کہیں میں برداشت نہ کر پایا تو میرا خلوص و نیک نیتی ختم ہو جائے گی' اس لیے اپنے ارادے سے باز رہا۔

2۔ ایک دوست نے جو سید الشہداؑ کا محبّ تھا' بیان کیا کہ "ایک دن میں بمبئی کی سڑکوں پر حیران و پریشان پھر رہا تھا کہ برلبِ سڑک ایک بہت بڑے دروازے نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا، میں نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا تو دیکھا کہ وہ ایک مسجد ہے اور اس میں داخل ہوتے ہی میری تمام پریشانی یک لخت دور ہو گئی اور مجھے یوں معلوم ہوا جیسے میں ہلکا پھلکا اپنے گھر میں داخل ہو گیا ہوں' میں نے ایک شخص سے اس مسجد کے

بارے میں معلومات حاصل کیں تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ شیعوں کی مسجد ہے اور اس کا بانی ایک ہندوستانی تاجر تھا، وہ اس مسجد کی تعمیر کے لیے مٹی، کربلا سے بصرہ اور بصرہ سے کشتیوں کے ذریعہ ہندوستان لے کر آیا تھا اور یہ مسجد خاکِ کربلا سے بنی ہوئی ہے، میں سمجھ گیا کہ اس مسجد کے ساتھ قلبی انس خاکِ کربلا ہی کی وجہ سے تھا۔''

اس نے مزید بتایا کہ:

''بمبئی میں ایک ایسا قبرستان بھی ہے' جو صرف شیعوں ہی کے لیے مخصوص ہے، اس کے لیے بھی کربلا معلیٰ ہی سے مٹی لائی گئی تھی' جو کوئی اس میں دفن ہوتا ہے' وہ گویا کربلا ہی کی خاک میں دفن ہوتا ہے۔''

3۔ایک عالمِ دین نے جو کئی سال ہندوستان میں قیام پذیر رہے، مجھ سے زنجیر زنی، قمہ زنی اور آگ پر ماتم کرنے کا احوال بیان کیا کہ: میں نے خود اس منظر کو دیکھا کہ کچھ لوگ اپنی شلواریں اونچی کیے، ماتم کرتے ہوئے ننگے پاؤں آگ میں داخل ہوئے' ان میں سے بعض افراد نے اپنے سر و بدن پر دہکتے ہوئے انگارے ڈال لیے، لیکن انہیں آگ نے ذرا سا بھی گزند نہیں پہنچایا' چند اشخاص کو دیکھا کہ وہ تیز دھار زنجیروں کے ساتھ اپنی پشت اور شانوں پر ماتم کر رہے تھے اور ان کا خون پرنالے کی طرح بہہ رہا تھا، لیکن وہ زخموں سے بے پروا لگاتار زنجیر چلا رہے تھے۔

کچھ لوگ نہایت باریک دھار والے نوک دار خنجر اپنے سروں پر مارتے تھے اور خنجروں کی تقریباً دس سینٹی میٹر نوک ان کے سر میں گھس جاتی تھی، ان میں سے بعض بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑتے تھے اور بعض کو دوسرے عزادار زبردستی پکڑ لیتے تھے کہ عقیدت کی بے خودی میں کہیں جان ہی سے نہ گزر جائیں، ان میں سے کئی افراد کو دیکھا کہ وہ اپنے سر سے بہنے والے خون کا چلو بھرتے اور زمین پر پھینک دیتے تھے تا کہ خون ان کی آنکھوں میں نہ پڑے اور پھر خنجر چلانا شروع کر دیتے تھے وہ خنجر و زنجیر زنی کرتے وقت، یا حسینؑ، یا حسینؑ کہتے رہتے تھے' اُنہیں میں سے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا مغز نکل کر اس کے سر سے باہر آ گیا تھا، ہندوستان میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری سے بیشتر آگاہی کے لیے کتاب ''ارمغان''، تالیف حجۃ الاسلام والمسلمین آقای الحاج سید محمد مہدی مرتضوی کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

4۔ کتاب ''اسرار الشہادہ''، تالیف: عالمِ ربانی ملا آقا دربندی، صفحہ:64، پر ہے کہ:

کربلا کے مجاوروں میں سے ایک شخص جو شبیہ بنانے کا ماہر تھا وہ ماہِ محرم میں لکھنؤ پہنچا اور آصف الدولہ سے اپنا تعارف کروایا اور اس کی اجازت سے اس نے نہایت دردناک شبیہیں تیار کیں اور انہیں برآمد کروایا

آصف الدولہ جو خود بھی اس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اس کے نوکر چاکر اور خدمت گزار اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ سامنے کی طرف کھڑے تھے اور وہ سب کے سب شیعہ تھے، شبیہیں اس نوعیت کی تھیں کہ مردوں کے سروں کو نیزہ پر اور بنی فاطمہ کی عورتوں اور بچوں کو ذلت و اسیری کی حالت اور گریہ وزاری کرتے ہوئے سامنے سے گزارا گیا ان غیور شیعوں سے برداشت نہ ہوسکا، انہوں نے تلواروں اور خنجروں کو نیام سے نکالا اور اپنے سروں کو جسم سے جدا کرلیا، آصف الدولہ نے یہ حالت دیکھی تو بے ہوش ہو گیا جب ہوش آیا تو روتے ہوئے حکم دیا کہ آئندہ ہندوستان میں اس قسم کی شبیہیں نہ بنائی جائیں' مبادا لوگ پھر اپنے آپ کو قتل کر بیٹھیں۔

5۔ کتاب ''اسرار الشہادہ''، صفحہ: 34' پر ذکر ہے کہ:

ایک بزرگ شخص افتخار الدولہ، لکھنؤ شہر کا باشندہ اور حکومتِ وقت کا وزیرِ خزانہ تھا' جو آج بھی بقیدِ حیات ہے' وہ پہلے ہندو مذہب پر تھا، لیکن ہر سال ماہِ محرم میں مراسمِ عزا سید الشہدؑ کے لیے بہت مال خرچ کیا کرتا تھا اور ہر سال پہلے کی نسبت دوگنا مال خرچ کیا کرتا تھا، کچھ عرصہ بعد وہ ایک جان لیوا مرض میں مبتلا ہو گیا اور قریب تھا کہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے' وقتِ احتضار وہ بے ہوشی کی حالت میں تھا کہ فوراً ہی اٹھ بیٹھا اس کی بیماری کے

تمام آثار یک لخت ختم ہو گئے تھے' اُٹھتے ہی اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا، جب اس سے اسلام قبول کرنے کا سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ "مَیں نے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کو دیکھا، وہ فرمارہے تھے، "چل اٹھ کھڑا ہو، تُو میرے لیے عزاداری کرتا تھا، اسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تجھے شفا عطا فرمائی ہے"' اس کے بعد وہ شخص احکامِ اسلام اور حلال وحرام کے مسائل یاد کرنے میں لگ گیا، پھر وہ اپنے اہل وعیال سمیت جو سب کے سب اسلام قبول کر چکے تھے، ہندوستان سے سفر کر کے کربلا پہنچا اور اپنے ساتھ لایا ہوا کثیر مال وزر کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں ہدیہ کیا' وہ شخص اس زمانے میں اس شہر مقدس میں عابد و زاہد ترین افراد میں سے تھا' ایک سال پہلے وہ مشہد مقدس میں زیارت حضرت امام رضا علیہ السلام سے بھی مشرف ہو چکا ہے۔

6۔ ایک اور قابلِ وثوق شخص نے بیان کیا کہ:

"آذربائیجانی ایک شخص نے ہندوستان میں دیکھا کہ وہاں کے رہنے والے لوگوں کی کثیر تعداد تیز قدموں سے ایک میدان کی طرف جارہی ہے' سبب پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ ہندو اپنی ایک میت کو اپنی رسوم و رواج کے مطابق جلانے والے ہیں" وہ آذربائیجانی شخص کہتا ہے کہ "میں بھی دوڑا اور اس میدان میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہاں خاصا ایندھن

جمع کیا گیا ہے اور میت کو اس کے درمیان رکھا ہوا ہے' وہ میت ایک عورت کی تھی، جو بکری خاندان سے تعلق رکھتی تھی، ایندھن کو جب آگ لگائی گئی تو میدان جہنم کے کسی ٹکڑے کی طرح شدید گرم ہو گیا اور اس عورت کی میت کا سارا جسم جل کر خاک ہو گیا' لیکن اس کا سینہ نہیں جلا تھا بلکہ آگ نے اس پر کچھ اثر ہی نہیں کیا تھا' حاضرین نے دیکھ کر بہت تعجب کیا' البتہ اس کے عالموں نے حکم دیا کہ "مزید ایندھن پر رکھ کر آگ روشن کریں"، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اس دوران ان کے عالموں نے کچھ کلمات پڑھے لیکن کوئی اثر نہ ہوا' اس پر ان کے عالم بہت خشمگین ہوئے اور کہا کہ "اس عورت نے کوئی بہت ہی بڑا گناہ کیا ہے' جس کی وجہ سے اس کا سینہ جل نہیں رہا ہے"، ان کی یہ بات سن کر عزیز و اقارب کا رنگ متغیر ہو گیا اور وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اس کی بہن سے جو اس کی راز دار بھی تھی، پوچھا کہ "تو بتلا یا کہ اس نے کون سا ایسا بہت بڑا گناہ کیا تھا؟ اس کی بہن نے قسم اٹھائی کہ "نیکی کے علاوہ میں اس کی کوئی چیز نہیں جانتی' وہ تو دنیا سے بالکل بے نیاز تھی اور اپنے مذہب کے مطابق عابد و زاہد تھی ہاں ایک مرتبہ ماہِ محرم میں ہم دونوں بہنیں مسلمانوں کی مجلسِ عزا میں گئیں تھیں' جہاں امام حسین علیہ السلام کے مصائب کا ذکر ہو رہا تھا' ان کا عالم انؑ کے مصائب بیان کرتا تھا

اور تمام سامعینِ مجلس، مرد و عورت گریہ اور سینہ زنی کرتے ہیں ہم نے بھی اتنا گریہ اور سینہ پر ماتم کیا کہ بے ہوش ہو گئیں تھیں بس اس کے علاوہ اور میں کچھ نہیں جانتی''، یہ سن کر ہندوؤں کے عالموں نے کہا کہ ''اس کے سینے کا نہ جلنا اسی سبب سے ہے''[1]

جنوب مشرقی ایشیا میں عزاداری:

جنوب مشرقی ایشیا اور خصوصاً ہندوستان کے جزیروں میں، انڈونیشیا، سوماطرہ، فلپائن، مالٹا اور جاوہ میں علوی مسلمان کثیر تعداد میں موجود ہیں جو سیکڑوں سال قبل حضرموت سے ہجرت کر کے آئے تھے، ان مقامات پر عزاداری، نوحہ خوانی، مجالسِ عزا حضرت امام حسین علیہ السلام سارا سال ہوتی رہتی ہیں، ''خصوصاً محرم کے لیے دس دنوں اور عاشورا کے دن ہمیشہ بہت اہتمام سے عزاداری ہوتی ہے اور اس کا آغاز علوی مسلمانوں کے وہاں قدم رکھنے کے دن ہی سے ہے' حکومتوں کی مخالفت اور خصوصاً فلپائن کے جزیروں میں شیعوں کو مراسمِ عزا سے باز رکھنے کی شدید کوشش کے باوجود شیعانِ حیدرِ کرار عزاداری منعقد کرتے چلے آرہے ہیں' ان علاقوں میں عزاداری کے سلسلے میں بعض شعائر کا ذکر کیا جاتا ہے:

1۔ ماہنامہ ''العرفان الصیداویہ''، جلد:58، شمارہ:9، 1390ھ۔

میں ایک مقالہ سید حسن امین کا لکھا ہُوا' بعنوان لمحات من تاریخ الشیعہ فی اندنوسیہ شائع ہوا، من باب مثال انڈونیشیا کے دانش مندان' حسین جاجادنغرات کہتے ہیں کہ:

''روزِ عاشورا ماہِ محرم کا وہ دن ہے جس دِن شیعہ' حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی یاد میں مجلسِ عزا برپا کرتے ہیں اور بہت سے افراد حاضرینِ مجلس میں تقسیم کرنے کے لیے تبرکاً مخصوص غذا ''بیر سورا'' تیار کرتے ہیں، لفظ ''بیر سورا'' عاشورا سے لیا گیا ہے اسی طرح ماہِ محرم کو ''اوبہ سورا''، بھی کہتے ہیں۔

شیعوں کے آثار، شمال ''سومطرہ'' کے شہر ''تجہ'' میں دیکھے جاتے ہیں' وہاں ماہِ محرم کو وہ حسنؑ وحُسینؑ علیہم السلام کا مہینہ کہتے ہیں، ''سومطرہ'' کے مغربی ساحل پر ''مینانغ کابو'' میں ماہِ محرم کو ''ماہِ نعش'' کہتے ہیں کیوں کہ شیعوں کا معمول ہے کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی یاد میں مجلسِ عزا برپا کرتے ہیں اور اختتامِ مجلس پر جلوس برآمد کرتے ہیں اور ''نعش'' جیسی قبر نما ایک شئے کندھوں پر اٹھا کر گشت کرتے ہیں اور بعد میں اسے نہر یا جاری پانی میں بہادیتے ہیں۔

انڈونیشیا کے ایک رائٹر سید محمد اسد شہاب سے نقل کیا گیا ہے، جو علویوں کی ہجرت بطرف ''جاوہ'' کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

ماہِ محرم اور صفر انڈونیشیا کے رہنے والوں کے نزدیک بہت محترم مہینے ہیں' ان دونوں مہینوں میں وہ شادی کا پروگرام نہیں رکھتے اور نہ ہی خوشی کی کوئی تقریب منعقد کرتے ہیں۔

2۔ کتاب ''اعیان الشیعہ''، جلد:56، ص:66، پر ذکر ہے کہ:

انڈونیشیا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی مجالسِ عزا:

شجاعتِ اسلامی کی رمز حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت میں مضمر ہے۔

امامِ عالی مقامؑ نے ماہِ محرم میں اپنی اور اپنے اعوان وانصار کی راہِ خدا میں جانیں قربان کی تھیں اور انڈونیشیا کے مسلمانوں کے نزدیک ماہِ محرم قابلِ احترام مہینہ ہے، ماہِ محرم کو ''سورا'' بھی کہتے ہیں' شاید یہ ''عاشورا'' ہی تحریف شدہ لفظ ہے' جزیرہ ''سومطرہ'' میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی یاد میں برآمد کی جانے والی شئے کو تابوت کہتے ہیں جو محرم کے دسویں دن جلوس کی شکل میں برآمد کی جاتی ہے۔

جزیرہ ''جاوا'' میں اس دن کے لیے مخصوص غذا تیار کی جاتی ہے اور مخصوص پروگرام ترتیب دیئے جاتے ہیں۔

اس دن فقط دو قسم کی غذا تیار کی جاتی ہے۔

1۔سفید

2۔سرخ: سفید رنگ کی غذا خلوص اور قربانی کی علامت ہے جبکہ سرخ رنگ کی غذا شہادت کا خون بہنے کی نشانی ہے' سرخ رنگ ظاہر کرنے کے لیے وہ شوربا تیار کرتے ہیں اور اپنے بیٹوں کو اکٹھا کر کے ان میں تقسیم کرتے ہیں' پھر چھوٹے بڑے بچوں کو اکٹھا کر کے امام حسین علیہ السلام کے بچوں کے یتیم ہونے کی شبیہ بناتے ہیں اور وہ گہرے حزن وملال کی علامت ہوتی ہے' انڈونیشیا کے لوگوں کے نزدیک ماہِ محرم اور صفر قابلِ احترام مہینے شمار ہوتے ہیں' ان دونوں مہینوں میں وہ عقد اور شادی نہیں کرتے اور کسی بھی قسم کا جشن نہیں مناتے' ان کے اعتقاد کے مطابق ان مہینوں میں جو شخص بھی جشن یا خوشی کا کام کرے گا' وہ ناراحت ہوگا اور کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا ہو جائے گا۔

''سومطرہ'' کے شمال میں ''آجیہ'' شہر میں ماہِ محرم کو''امامِ حسنؑ اور امام حُسین علیہم السلام'' کا مہینہ کہا جاتا ہے۔

4۔ ماہنامہ ''المرشد البغدادیہ''، تاریخ اول ماہِ رجب، سال سوم 1347ھ، جز نہم، ص:374' پر محمد کاظم صاحب کا ہند شرقی کے جزیروں خصوصاً جزیرہ ''سومطرہ'' میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے بارے میں مقالہ شائع ہوا ہے کہ:

ہندوستان کے مشرقی علاقہ کے جزیروں میں رہنے والے' حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری منانے کا معمول اور جزیرہ ''سومطرہ'' کے رہنے والے اس کا نسبتاً زیادہ اہتمام کرتے ہیں اور تابوت برآمد کرتے ہیں اگرچہ وہ علویوں کی طرح عزاداری نہیں کرتے' تاہم مراسمِ عزا میں خاصی سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں علوی مہاجرین کی برتری جو ''جاوا'' کی شہریت اختیار کر چکے ہیں، صرف دینِ اسلام میں سبقت اور جزیروں میں قدیم سے عزاداری قائم کرنا ہے۔

مراسمِ عزا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونو اسوں حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسین علیہم السلام کے لیے معین ایام اور ان کے اپنے خیال کے مطابق مخصوص شعائر کے ساتھ درست برپا کرتے ہیں۔

البتہ موجودہ حکومت نے جب سے اپنے پاؤں مضبوط کیے ہیں' مسلسل عزاداری ختم کر دینے کی کوشش میں مصروف ہے' بالخصوص جزیرہ ''جاوا'' میں بہت سختی برت رہی ہے، لیکن بعض شہروں مثلاً ''سومطرہ'' میں ابھی تک عزاداری برپا ہوتی ہے۔

سب سے پہلے عزاداری برپا کرنے اور تابوت بنانے والے مینا، نقطا یا اور سومطرہ کے رہنے والے تھے' مراسمِ عزا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے دونواسوں حضرت امام حسن وحضرت امام حسین علیہم السلام کی محبت میں برپا کیے جاتے تھے' پھر آہستہ آہستہ باقی شہروں مثلاً آجیہ اور بقولین میں بھی عزاداری منائی جانے لگی۔

ان کے ہاں عزاداری اول ماہِ محرم سے شروع ہوتی ہے اس کے لیے وہ دریا کی طرف جاتے ہیں اور وہاں سے وہ کچھ مقدار میں مٹی لے کر آتے ہیں اور فرض کر لیتے ہیں کہ یہ مٹی وہ ہے جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام عاشور کے روز رول دیئے گئے تھے' اسے وہ ایک بیابان میں رکھتے ہیں اور اس کے اردگرد لکڑیوں کی باڑ لگا دیتے ہیں اور آٹھ محرم تک اسے ایسے ہی رہنے دیتے ہیں۔

نویں محرم کو تمام لوگ دف اور تاشوں کے ساتھ ہاتھوں میں اخروٹ کے درخت کی شاخیں اٹھائے ہوئے باہر آتے ہیں اور بیابان میں باڑ کے اندر رکھی ہوئی اس مٹی پر رکھ دیتے ہیں اور بعض اوقات اس مراسمِ عزا کے لیے باہر آتے ہوئے شاخوں کے ایک دوسرے سے ٹکرانے کی وجہ سے ان میں کشمکش بھی ہو جاتی ہے' اگلے روز یعنی عاشورا کے دن ایک چھوٹے سے تابوت ''لینوان'' کے ساتھ ''انک مجنوں'' یعنی ایک دیوانہ بچہ جسے زرد لباس والا اٹھائے ہوئے ہوتا ہے' باہر آتے ہیں اور نذر و نیاز اکٹھی کرنے کے لیے گھر گھر جاتے ہیں' وہ جس گھر میں جاتے ہیں' بچے بڑے

تابوت والے کے اردگرد اکٹھے ہو جاتے ہیں اور یا حسنؑ اور یا حسینؑ کہتے ہوئے نالہ وفریاد کرتے ہیں' اس عمل سے وہ لوگوں کو حضرت امام حسن و حضرت امام حسین علیہم السلام کے مصائب کی یاد دلواتے ہیں' ایک گھر سے دوسرے گھر کا چکر لگاتے لگاتے ساڑھے گیارہ بجے کا وقت ہو جاتا ہے پھر بارہ بجے وہ طبل بجاتے ہیں اور انسان کے اندرونی جذبات کے ابھارنے والے حزنیہ اشعار پڑھتے ہیں' جسے سن کر تمام حاضرین بلند آواز سے گریہ و فریاد کرتے ہیں' لکڑی کا پنجہ بناتے ہیں اس پر کپڑا یا پتے لپیٹتے ہیں اور اس پر پھول رکھ کر رات کو اپنے ساتھ لاتے ہیں اس طرح سے وہ میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام پر ہونے والے ظلم وستم کی یاد تازہ کرتے ہیں' رات کو وہ گروہوں کی شکل میں عزاداری میں شرکت کے لیے شہر واپس لوٹتے ہیں اور تمام رات مرثیے اور اشعار پڑھتے ہیں اور واقعاتِ کربلا اور مصائبِ شہدائے کربلا بیان کرتے ہیں، اس کے بعد وہ لکڑی کے پنجے پر سفید کپڑا لپیٹے ہوئے باہر آتے ہیں اور اس پر عمامہ رکھتے ہیں' جسے وہ ''سربان'' کہتے ہیں، اس عمامہ کو بیاباں میں رکھے ہوئے پھولوں سے بناتے ہیں' اس شبیہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کا وہ عمامہ مراد لیتے ہیں جوان کے سر مبارک پر میدانِ کربلا میں تھا، بارہ محرم کی رات کو وہ تابوت و طبل اور باقی شعائر کے ساتھ جوان کا معمول ہیں' برآمد کرتے ہیں اور حاکم

شہر کے گھر کی طرف جاتے ہیں' پھر تابوت کو اٹھائے ہوئے صدقات اکٹھے کرنے کے لیے دوبارہ شہر کا چکر لگاتے ہیں اور گھر کے سامنے جا کر ''انل ایذ نق''، اشعار پڑھتے ہیں، جو واقعاتِ کربلا، ظالموں کے ظلم اور مظلومِ کربلا کے مصائب پر مشتمل ہوتے ہیں،

بارہویں محرم دن ڈھلے وہ تابوت اور علم لے کر رجز پڑھتے ہوئے نہر یا دریا کی طرف جاتے ہیں اور ہر گروہ اپنے اپنے تابوت کے ساتھ خوب افتخار سے چلتا ہے' شام ہوتے ہوتے وہ ساحل پر پہنچتے ہیں اور تابوت کو نہر یا دریا میں ڈال دیتے ہیں اور اس دوران وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر بلند آواز سے گریہ کرتے ہیں' اس کے بعد تمام افراد واپس لوٹ آتے ہیں۔

یہ اہلِ ''سومطرہ'' کے معمولات کا خلاصہ تھا البتہ گردشِ زمانہ کی وجہ سے اور علاقوں کی طرح یہاں بھی تغیر وتبدل بھی ہوتا رہتا ہے۔

5۔ میرے بھانجے حاج سید محمد علی شہرستانی نے 1394ھ میں تھائی لینڈ کے دار الخلافہ ''بینکاک''، میں عشرہ محرم کا مشاہدہ کیا تھا، وہ بتلاتے ہیں کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری ''بینکاک''، اور دوسرے شہروں میں بہت عمدہ طریقہ سے برپا ہوتی ہے پورا عشرہ مجالسِ عزا

منعقد ہوتی ہیں اور جلوسِ عزا برآمد کیے جاتے ہیں آج سے تقریباً چار سو سال پہلے صفوی حکومت کے زمانہ میں ایران سے ایک عالمِ دین تھائی لینڈ میں گئے تھے اور پہلے پہل انہوں نے وہاں مراسمِ عزا حضرت امام حسین علیہ السلام برپا کیے تھے' اس کے بعد سے اب تک وہ سلسلہ جاری وساری ہے' بینکاک میں اس وقت شیعوں کی تعداد کم وبیش دو ہزار ہے اور تمام افراد پابندی سے مراسمِ عزا میں شرکت کرتے ہیں اور خصوصاً عاشورا کے روز سیاہ ماتمی لباس پہن کر نوحہ خوانی اور جلوسِ عزا میں شریک ہوتے ہیں' وہ آنسو بہاتے ہیں اور پشت وسینہ پر ماتم کرتے ہیں غریبوں میں خیرات، نذر ونیاز اور عمدہ کھانا وافر تقسیم کرتے ہیں اور بہترین انداز سے مختلف طبقات میں اس عمل کو انجام دیا جاتا ہے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے
افریقہ میں عزاداری

افریقہ کے علاقہ میں پہلی صدی ہجری ہی میں عزاداری پہنچ چکی تھی، اس سلسلہ میں چند حوالے دیئے جاتے ہیں:

1۔ ماہنامہ ''الہادی''، شمارہ:2، تاریخ ذی قعد، 1391ھ قم مقدسہ، میں عبداللطیف سعدانی کا ایک مضمون بعنوان ''حرکات التشیُّع فی المغرب ومظاہرہ''، میں ذکر ہے کہ:

محرم کے آتے ہی مغرب میں زندگی کے معمولات میں تغیر وتبدل واقع ہو جاتا ہے، لوگ آرام وسکون کو ترک کر دیتے ہیں اور اپنے نفس کا محاسبہ اور خودسازی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اُن کا دل اور ضمیر بیدار ہو جاتا ہے اور روح باطنی روشنی حاصل کرتی ہے، اُن کے ایمان میں معنویت آ جاتی ہے اور یہ خاندانِ نبوت کے کمالات کے صدقے ہی میں ہوتا ہے' حضرت امام حسین علیہ السلام کی روزِ عاشور ادردناک شہادت کی یاد لوگوں کو مضطرب کر دیتی ہے اور لوگوں پر افسردگی چھا جاتی ہے حالانکہ وہ

خود کو ترقی یافتہ شمار کرتے ہیں' اس کے باوجود وہ ایامِ عزا کو نہایت احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس دوران وہ گہرے حزن و ملال میں ڈوب جاتے ہیں، زیب و زینت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے' یہاں تک کہ گھروں میں لباس دھونے سے بھی اجتناب کرتے ہیں، طبل بجانے، عروسی کرنے اور گانے بجانے سے دوری اختیار کرتے ہیں اور عزا کی علامت سفید رنگ کا لباس پہنتے ہیں۔

علوی افراد فقط یکم سے دس محرم تک اور باقی شرفا آخر ماہِ محرم تک مراسمِ عزا جاری رکھتے ہیں اور روزِ عاشورا غذا تیار کر کے تقسیم کرتے ہیں اور تاجر لوگ اس نسبت سے مال خرچ کرتے ہیں اور اسی روز کو زکوٰۃ دینے کا دن سمجھتے ہیں' ان کے نزدیک روزِ عاشورا اعمال کے محاسبے کا دن ہوتا ہے، عام لوگ اس دن کھانے سے پرہیز کرتے ہیں اور حزن و ملال کی حالت میں رہتے ہیں' واضح رہے کہ کوئی بھی انسان بلاوجہ یا اتفاقاً گریہ نہیں کرسکتا' شہدائے راہِ حق کی شہادت پر گراں قیمت آنسو بہانے والے اپنی سعادت مندی کے لیے گریہ کرتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچے حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیاس کی یاد میں خالی کوزے لیے پھرتے ہیں' جو اس بات کی طرف اشارہ ہوتا کہ مظلومِ کربلا پیاسے شہید کر دیئے گئے تھے، لوگوں کی توجہ کا مرکز بننے والی چیز شبیہ کی برآمدگی ہوتی ہے اس دوران

نوحے اور مرثیے پڑھے جاتے ہیں، ہر سال مرکزی شہروں، مکناس، فاس اور مراکش وغیرہ میں مراسمِ عزا کا پابندی سے اہتمام کیا جاتا ہے، اور وہ مراسمِ عزا ان کی زندگی میں گھر کر گئے ہیں۔

مغربی لوگ ابتدا ہی سے تاریخ اسلام سے دوستی ومحبت اور اہلِ بیتِ رسولؐ کے ساتھ بہت عقیدت کا اظہار کرتے تھے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہاشمیوں کو اُن کے شہر والوں نے جب مراسمِ عزا کی بجا آوری کی وجہ سے فساد کر کے اپنے علاقوں سے بے دخل کر دیا تو انہوں نے مغرب کے شہروں میں پناہ طلب کی اور مغربیوں نے نہ صرف ان کو پناہ دی بلکہ ان کی مدد کی اور اُن کے حق کا اعتراف بھی کیا، یہی وجہ تھی کہ آہستہ آہستہ ہاشمیوں کی عالمِ اسلام میں پہلی حکومت مغربِ اقصیٰ میں قائم ہوئی تھی، اور اسی طرح فاطمیوں کی پہلی حکومت مغرب میں تیونس میں قائم ہوئی اور نشو ونما و ترقی سے ہم کنار ہوئی' مصنف مزید لکھتا ہے کہ:

واقعہ فخ کے بعد ذی الحجہ 169ھ' میں شمالی افریقہ اور خصوصاً مغرب میں 172ھ' میں حکومت تشکیل دی گئی' اس علاقہ کے رہنے والوں کی دوستی اور مودتِ اہلِ بیتؑ ایک مسلّم چیز ہے' جو زیادہ تحریر کی محتاج نہیں ہے' مختصر یہ کہ اہلِ مغرب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے اندوہ ناک واقعہ کو زندہ رکھنے کے لیے آج بھی ہر سال ماہِ محرم میں

عزاداری برپا کرتے ہیں۔

2۔ کتاب ''اقناع اللائم''، ص:211، پر ذکر ہے کہ:

اباضیہ کے خوارج رنگبار میں کسی بھی قسم کی مراسمِ عزا برپا کرتے ہیں نہ عید مناتے ہیں کیونکہ وہ لوگ حضرت علی علیہ السلام سے بغض و کینہ رکھتے ہیں لیکن ان کے فرزند حضرت امام حسین علیہ السلام کو اس لیے دوست رکھتے ہیں کہ انہوں نے تلوار کے ساتھ قیام کیا تھا اور ظلم کے مقابلہ میں ڈٹ گئے تھے۔

کتاب ''اعیان الشیعہ''، جلد:56' ص:62' پر ذکر ہے کہ:

(رنگبار کے ایک بہت بڑے تاجر اور نہایت امیر کبیر شخص ''علی ناتو'' کا نام کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے 1314. تا 1318. ہجری کے درمیان حکومت رنگبار کی بہت معاونت کی تھی، ایک دن حاکمِ رنگبار نے اس کی خدمات کے اعتراف میں اسے کہا کہ، ''تو جو کچھ عوض طلب کرے میں تجھے دینے کے لیے تیار ہوں''، تو علی ناتو نے جواب میں کہا کہ:

''میری خواہش ہے کہ قمری سال کے نویں مہینے رمضان المبارک کی 21 اور پہلے مہینے محرم کی دس تاریخ کو سرکاری چھٹی کا اعلان کر دیا جائے بادشاہ وقت نے اس کی فرمائش' اسی وقت قبول کر لی' چنانچہ حضرت علی علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے دن گورنمنٹ کے

تمام دفاتر بند رہتے تھے۔

3۔مصر میں اس صدی کی عزاداری کے متعلق ڈاکٹر علی الوردی اپنی کتاب ''دراسۃ فی طبیعۃ المجتمع العراقی''، میں لکھتے ہیں کہ:

حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت کے روز بھی، لوگ قاہرہ میں اکٹھے ہوتے ہیں اور جلوس علم اور شبیہ برآمد کرتے ہیں جیسا کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کی شہادت کے موقعہ پر برآمد کرتے ہیں۔

کتاب ''سیرتِ زینبؑ''، تالیف: سید امین، 1321ھ ص:78' پر اپنے سفر حجاز و قاہرہ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

قاہرہ میں جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کا سرِ مبارک دفن ہے' میں نے اس کی زیارت کی تھی، وہاں ایک مضبوط ترین عمارت تعمیر کی گئی تھی اور اس وقت میں یہ گمان کرتا تھا کہ جیسے میں کربلا معلیٰ میں کھڑا ہوں، کیونکہ مصریوں نے اپنی عقیدت کا بہت اچھا اظہار کر رکھا تھا اور وہ اس سے کسی طور پر نہیں کم تھا جو شیعوں نے کربلا معلیٰ میں انجام دے رکھا ہے' وہاں ایک دینی مدرسہ بھی بنایا گیا تھا اور میں نے دیکھا کہ سر پر عمامہ رکھے ہوئے ایک مدرس منبر پر بیٹھا ہوا تھا اور اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے شاگردوں کو درس دے رہا تھا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام
کی یورپ میں عزاداری

یورپ کے ان شہروں میں جو ایشیا کے نزدیک اور بحر ابیض کے اطراف ہیں اور بلقانیہ کے علاقوں میں کافی مدت تک عثمانی حکومت کے زیرِ تسلط رہے تھے، گردشِ زمانہ کے ساتھ ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے مراکز رہے ہیں اور وہاں سے یورپ کے باقی تمام علاقوں میں مسلمانوں کی آمد و رفت زیادہ ہوئی تو مساجد اور مہمان خانے تعمیر ہوئے اور اُن شہروں اور دیگر دارالخلافوں میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے مراسمِ عزا میں خاطر خواہ اضافہ ہوا، اُن میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

الف: انگلستان میں عزاداری:

1۔ ماہنامہ المرشد البغدادیہ، جُزو ہشتم، سال چہارم، ص:369، پر ایک انگریزی مقالہ کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے کہ:

لندن میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی یاد میں روزِ عاشورا کی مناسبت سے 17 جون 1929 ھ میلادی' بمطابق 9 محرم 1348 ھ' کو پہلی مرتبہ عزاداری منعقد ہوئی، اس کے لیے جمعیتِ اسلامیہ غربیہ لندن' انگلستان کے اراکین وہاں اکٹھے ہوئے اور ساتھ ہی ساتھ نومسلم انگریزوں کی ایک کثیر تعداد اور انگلستان میں مقیم ہندوستان، عرب اور دیگر علاقوں کے مسلمان اکٹھے ہوئے' چند شیعہ عالموں کو پہلے ہی سے مدعو کرلیا گیا تھا' جنہوں نے امامؑ کی شہادت اور کربلا کے واقعات بیان کیے اور بتلایا کہ فرزندِ رسول کلمۂ توحید اور قوانینِ اسلام بچانے کے لیے شہید ہوئے تھے' اس مجلسِ عزا میں امامِ عالی مقام کے بہت سے مصائب اور غم آور ارشادات بیان ہوئے اور حاضرینِ مجلس نے خوب گریہ وزاری کی بعد میں ڈاکٹر عبداللہ سہروردی اٹھے اور اہلِ بیتِ رسولؐ کے فضائل اور رسولِ خدا کی زندگی میں ان کے احترام اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی تلوار' ذوالفقار کی تاریخ بیان کی پھر امامِ عالی مقام کے ایثار وشجاعت، حق دوستی اور آپ کی استقامت کو اس طرح پیش کیا کہ کربلا کا سارا منظر آنکھوں میں پھر گیا پھر صدر جمعیت ذوالفقار علی خان نے' محسنِ انسانیت' حضرت امام حسین علیہ السلام کی فضیلت، کلمۂ توحید اور اسلام کو بچانے اور مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے ان کوششوں کا ذکر کیا اور آخر میں

ان کی مظلومانہ شہادت کے واقعات بیان کیے اور سامعین ان کی گفتگو سن کر جوش میں بھر گئے، اس مجلس میں موجود سامعین میں سے عیسائی بھی ان واقعات کو سُن کر متاثر نظر آرہے تھے۔

2۔ بعض قابلِ اعتماد اشخاص کے بقول ساٹھ سال قبل بیسویں صدی عیسوی میں لندن اور انگلستان کے بعض دوسرے شہروں میں مقیم مسلمان روزِ عاشورا جلوسِ عزا حضرت امام حسین علیہ السلام برآمد کر کے سڑکوں پر گشت کرتے تھے اور جلوس کے شرکا نوحہ پڑھتے اور سینہ زنی کرتے تھے اور انگلستان کی حکومت ان مراسم کے انعقاد پر جن میں کربلا کے دردناک واقعات بیان کیے جاتے تھے' کوئی اعتراض نہیں کرتی تھی۔

3۔ ماہِ محرم 1394ھ میں لندن میں مقیم مسلمانوں کے بعض گھروں میں یکم سے دس محرم تک مجالسِ عزا منعقد ہوتی تھیں' ان میں سے ایک گھر علامہ سید محمد مشکاۃ کا بھی تھا' جو تہران یونیورسٹی کے سابقہ پروفیسر بھی تھے اور لندن میں رہائش رکھے ہوئے تھے۔

ان مجالسِ عزا میں انگلستانیوں کے علاوہ بہت سے عرب، ایرانی اور ہندوستانی شرکت کرتے تھے' ان مراسم کو برپا کرنے میں سیاسی لوگ پیش پیش ہوتے تھے۔

ب: اندلُس، ہسپانیہ میں امام حسین علیہ السلام کی عزاداری:

1۔ ماہنامہ ''الہادی''، قم، سال شمارہ دوم، ذی قعد، 1391ھ میں ڈاکٹر عبداللطیف سعدانی کا ایک مقالہ بعنوان ''حرکات التشیُّع فی المغرب ومظاہرہ'' جس میں اندلس میں شیعوں کے مراسمِ عزا کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، شائع ہوا تھا کہ:

ہمیں بہترین فائدہ یہ حاصل ہوا ہے کہ آٹھویں صدی ہجری کے ایک بزرگ دانش مند ''لسان الدین ابن الخطیب''، نے ایک قلمی نسخہ کے ذریعے سے ہماری خواہشات کی عمدہ طریقوں سے تکمیل کی ہے اور وہ یوں کہ ''اعلام الاعلام فیمن بویع بالخلافۃ قبل الاسلام''، نامی قدیم کتاب، قزوین یونیورسٹی کی لائبریری سے حاصل ہوئی اور اس کے ذریعہ سے مجھ پر پوشیدہ شئے ''اندلس میں شیعوں کا اثر'' پر سے پردہ اٹھا ہے۔

ابن الخطیب یزید بن معاویہ کی حکومت کا قصہ درج کرنے کے بعد اندلس کے لوگوں کی عادات و رسومات خصوصاً مراسمِ عزا کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ شہادتِ امام مظلوم کی یاد تازہ رکھنے کے لیے شیعہ شبیہ و تمثیلِ جنازہ برآمد کرتے ہیں، نوحے اور مرثیے پڑھتے ہیں اور ان مراسم میں سے ہر ایک کی اس طرح سے پوری پوری نقشہ کشی ہے کہ سارا واقعہ

آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے وہ بتلاتا ہے کہ ان مراسمِ عزاداری کو ''حسینیہ'' کہتے ہیں جو ابن الخطیب سے بھی پہلے سے لے کر آج تک جاری وساری ہیں اور لوگ حکومتِ وقت کی سخت گیری سے بچنے کے لیے باقاعدہ اجازت حاصل کر کے مجلسِ عزا کے لیے شبِ عاشورا اکٹھے ہوتے ہیں اور خصوصاً مشرقی اندلس کے لوگ مجلسِ عزا کا نسبتاً زیادہ انعقاد کرتے ہیں' ان کے چھوٹے چھوٹے بچے جنازہ کی شبیہ بناتے ہیں، اس پر کپڑے ڈالتے ہیں اور بعض گھروں میں اسے پس پردہ اور اس کے قریب تبرک رکھا جاتا ہے نیک لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور ''بخور' خوشبو'' روشن کی جاتی ہے۔

ابن الخطیب کے زمانہ میں ان مراسم سے کوئی بھی چیز کم نہیں تھی کیونکہ اس نے پہلی تحریر میں ''حسینیہ'' اور اس کی اہمیت کے متعلق بہت تفصیل سے بیان کیا ہے، ''حسینیہ'' کا لفظ مجالس پڑھنے والے آج بھی استعمال کرتے ہیں' ان کا رنگا رنگ عمامے پہننا اور لباس تبدیل کرتے رہنا سابقہ ایام ہی کی طرح باقی ہے اگرچہ آج کل ان مراسم سے کچھ چیزیں کم ہوگئی ہیں لیکن قطع نہیں ہوئیں' مغرب میں آج بھی مجالسِ عزا پڑھنے والے خطیبوں کی موجودگی مجالسِ عزا کے باقی ہونے کی طرف اشارہ ہے، وہ اہلِ بیتؑ کی شان اور خصوصاً رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں زیادہ اشعار پڑھتے ہیں' مغربی ملکوں میں پڑھے جانے والے زیادہ تر اشعار

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں ہوتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مراسمِ عزاداریٔ حضرت امام حسین علیہ السلام اندلس کی زمین پر مسلمانوں کے قدم رکھنے کے دن ہی سے شروع ہو گئے تھے' گویا اندلس میں شیعوں کو خاصی اہمیت اور فعالیت حاصل تھی۔

ماہنامہ مذکور، سال اول، شمارہ سوم، ماہِ صفر 1392. ہجری، مقالہ استاد سعدانی' کے مطابق امامِ مظلومؑ کے مرثیے اندلس میں مغربی عرب کے لوگوں کی حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ محبت کی شدت اور مراسمِ عزا قائم کرنے پر دلالت کرتے ہیں۔

ابن الخطیب نے شعرا کی پذیرائی کے لیے ان مرثیوں کو بطور نمونہ نقل کیا ہے، ان شعرا میں سے ایک مشہور شاعر ابوالبحر صفوان بن ادریس بن ابراہیم التجیبی المرسی کے، جس کی زندگی 561. تا 598. ھ پر محیط تھی، مشہور قصیدے کے چند اشعار یہ ہیں:

سلام کازهار الربی یتنسم علی منزل منه الهدی یتعلم

علی مصرع للفاطمین غیبت لاوجههم فیه بدور وانجم

علی مشهد لو کنت حاضر واهله لعاینت اعضاء النبیؐ تقسم

علی کربلا لا اخلف الغیث کربلا والا فان الدمع اندی واکرم

مصارع ضجبت یثرب لمصابها وناح علیهن الحطیم وزمزم

ومکة والاستار والرکن والصفاء ومـوقف خـج والـمقـام الـمعظم
لـو ان رسـول اللّـه یحی بعیدهم رای ابـن زیـا د امـه کیف تـعقم
وا قبلـت زهـرا ء قدسی تـربهاً تینـا دی ابا هـا والـمدامع تسجم
نـقـول ابی هـم غا دروا ابنی نهبة کـمـا سـا عة قیـس وما مج ارقم
سقـواحسـنـا للسم کـا سـاروية ولـم یقـر عـواسـنـا ولـم یتندموا
وهم قطعوا رأس الحسین بکر بلاء کـا نهـم قد احسنوا حین اجدموا
فـخد منهم ثا ری وسکن جوا نحا واجـفـانِ عین تستطیر و تسجم
ابی وانتصر للبسط واذکر مصابه وغـلـتـه والـنهـریـان مـفـعـم
فیـا ایهـا الـمغـرور والله غاضب بـنـت رسول اللّـه ایـن تیمـم
الاطـرب یـقـلی الاحزن یصطفی الادمـع تـجـری الاقـلـب یضرم
قـفـواسـا عـدونـا با لدموع فا نها لـتـصـغر فی حق الحسین و یعظم
ومهما سمعتم فی الحسین مرا ثیا تـعبـر عـن مـحض الاسی تترجم
فهـد واا کـفـا مسـعـد ین بد عوة وصـلـوا عن جد الحسین وسلموا

ترجمہ: ''اُس مرکزِ ہدایت زمین پر سلام' جہاں بادِ نسیم گل ہائے فراواں نچھاور کرتی ہے، اس مقتل پر سلام جہاں فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی چاند اور ستاروں جیسی اولاد پامال کردی گئی، سلام ان قبروں پر کہ اگر تُو اُن کے نزدیک ہوتا تو دیکھتا کہ گویا رسول اکرمؐ کے اعضاء بکھرے پڑے

ہیں، سلام ہو کربلا پر کہ وہاں سے آنسوؤں کی بارش عطا ہوتی ہے، ورنہ آنکھوں سے اتنے آنسو کہاں جاری ہو سکتے ہیں؟

سلام ہو ان جنازوں پر کہ مدینہ کے شہر ان کے مصائب پر گریہ کرتے ہیں اور مقامِ حطیم اور زمزم بھی اُن پر نوحہ کرتے ہیں، خانہ کعبہ کے پردے، رکن صفا و مروہ، موقف حج اور اعلیٰ ترین مقام ان پر مرثیہ و نوحہ خوانی کرتے ہیں اگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہو جائیں تو ابن زیاد دیکھے کہ اُن کی ماں ان کے لئے کیسے بے قرار پھرتی ہے اور فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا آتی ہیں اور اپنے والدِ بزرگوار حبیبِ خدا کو صدا دیتی ہیں آنسو بہاتی ہیں اور فریاد کرتی ہیں کہ بابا جان آپ کی امت نے میرے بیٹے کو لوٹ لیا ہے جسے ''خمیس'' نے دروغ کہا اور ''ارقم'' نے آشکار کیا ہے۔

حسن کو زہر کا پیالہ پیش کرتے ہوئے انہیں شرم آئی اور نہ وہ پشیمان ہی ہوئے ان لوگوں نے کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر جدا کیا اور گمان کرتے تھے کہ ہم نے اچھا کام کیا ہے حالاں کہ وہ گناہِ کبیرہ کر رہے تھے۔

اے انتقام لینے والے! ان سے ہمارے خون کا بدلہ لے اور ہمارے دل اور آنکھوں کو سکون عطا کر جو بے قرار اور اشک بار ہیں۔

میرے بابا جان اپنے نواسے کی مدد کریں اور اس ، کے مصاب کو یاد کریں جو پُر آب نہر کے کنارے پیاسا مارا گیا۔

اے مغرور شخص ! خداوندِ عالم دخترِ رسولِ خدا کی خاطر غضب ناک ہے تُو کہاں پناہ لے سکے گا ؟ کیا تُو سمجھتا ہے تُو خوش حال محشور ہو گا یا تجھے کوئی غم لاحق نہیں ہو گا ؟ نہیں نہیں تُو بہت جلد جان لے گا کہ آنسو کس طرح جاری ہوتے ہیں اور دل کس طرح جلتا ہے ؟ ٹھہرو اور بارش کی طرح آنسو بہا کر میری مدد کرو اس لئے کہ حسین علیہ السلام کا حق پھر بھی ادا نہیں ہوسکتا اُس عظیم ترین شخصیت کے لئے یہ قلیل سی خدمت ہے حضرت امام حسین علیہ السلام کا مرثیہ جس وقت بھی سنو، اُن کے مصائب پر اشک بہاؤ اور نوحہ خوانی کرو، پس ہاتھوں کو دعا کے لیے بلند کرو اور اس کے ذریعے حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدد کرو اور اُن کے جدِ بزرگ وار پر بے حد درود وسلام بھیجو"۔

استاد سعدانی اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

موسمِ عزا میں جب اس قصیدہ کو پڑھا گیا تو میرے لیے فکرِ شیعہ کے بارے میں مزید جستجو کا دروازہ کھلا' اسی دوران ساتویں صدی کے پہلے نصف میں میری ملاقات ایک ادیب قاضی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ القضاعی البلنسی سے ہوئی' جسے 658. ہجری میں قتل کر دیا گیا تھا' اگرچہ اس کی بہت

سی تالیفات تھیں، تاہم صرف دو کتابوں تک، جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرثیوں پر مشتمل تھیں، میری رسائی ہوسکی تھی، ان میں سے ایک کا نام ''اللجبین فی اثاء الحسین''، جس کا آج کل فقط نام ہی باقی رہ گیا ہے، اور دوسری ''درر السمط فی اخبار البسط''، تھی جس کے کچھ اجزا دستیاب ہیں اور مقریزی نے اسے اپنی کتاب ''نفح الطیب من غضن اندلس الرطیب'' میں نقل کیا ہے اور اعتراف کیا ہے کہ اس کتاب کے صرف ان مطالب وفقرات سے چشم پوشی کی گئی ہے جن سے شیعت کی بُو آتی تھی، البتہ باقی کتاب کے اجزا نقل کر دیئے گئے ہیں۔

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

حضرت امام حسین علیہ السلام کی امریکہ میں عزاداری:

حضرت امام حسین علیہ السلام کے مراسمِ عزا' امریکہ میں اس وقت شروع ہوئے' جب عرب اور غیر عرب مسلمان بیسویں صدی کے آخر میں اپنے وطن چھوڑ کر شمالی اور جنوبی امریکہ میں رہائش پذیر ہوئے' چونکہ اُن میں خاصی تعداد شیعانِ حیدرِ کرار کی تھی' اس لیے اپنے معمول کے مطابق انہوں نے ایامِ محرم میں امامِ مظلوم کی عزاداری کا آغاز کیا اور ان میں لبنان ہندوستان، پاکستان، ایران، اور دیگر مما لک کے علاوہ وہ لوگ بھی شامل تھے جو روزی کمانے کے لیے اپنے وطن سے دور زندگی بسر کرنے کے لیے مجبور ہوئے تھے۔

1۔ رسالہ ''الاسبوع العربی''، شمارہ :515، میں مورخہ 21 اپریل 1969ء کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی امریکہ میں عزاداری کے بارے میں سید بہجت کا مضمون شائع ہوا تھا کہ:

وسطی امریکہ کے شہر ''بورت اوسبانی''، میں جو دریائے ''کاریسی''، کے ساحل ''ترینداد''، شمالی امریکہ کے جزیروں میں سے

ہے‘ سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی یاد میں عزاداری کی مناسبت سے ایک محمل جس کی زیبائش میں سونے، چاندی اور قیمتی ترین عمدہ رنگوں سے مدد لی جاتی ہے‘ برآمد کرتے ہیں اور جلوس کی شکل میں دارالحکومت کی سڑکوں پر گشت کرتے ہیں‘ راستے میں عیسائی اور ہندو لوگ بھی مراسمِ عزا کی ادائیگی کے لیے نہایت احترام کے ساتھ جلوس میں شرکت کرتے ہیں‘ جلوس کے دوران نوحہ ومرثیہ خوانی بہت دردناک لہجے میں ہوتی ہے‘ جسے سن کر لوگوں کی فریاد بلند ہوتی ہے اور گریہ وزاری کی آوازیں آتی ہیں‘ جلوس کا تمام راستہ اسی طرح طے ہوتا ہے اور پھر دریا پر پہنچ کر اس محمل یا پالکی کو دریا میں بہا دیتے ہیں اور پھر تمام افراد مجلسِ عزا میں شریک ہونے کے لیے واپس لوٹتے ہیں‘ گمانِ غالب یہ ہے کہ یہ جلوس اور مراسمِ عزا وہ مسلمان برپا کرتے ہیں جو ہندوستان سے آکر اس جزیرہ میں آباد ہوئے ہیں‘ چونکہ اس طرح سے مراسمِ عزا کی انجام دہی ہندوستان ہی میں رائج ہے اور یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی یاد میں ان لوگوں کے جذبات کا اظہار رہوتا ہے جیسے ایشیا اور افریقہ کے بیشتر علاقوں کے لوگ اپنے عقائد اور رسومات کے مطابق اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں‘ واقعاتِ کربلا کے ضمن میں منعقد ہونے والی اُن مجالسِ عزا سے حاضرین تقویٰ، پرہیزگاری اور معنویت وعبرت اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان و ایقان کے لیے الہام

حاصل کرتے ہیں' کیوں کہ ان مواقع پر مثالی وعظ ونصیحت اور بلند ترین تدریسِ اخلاق کا ایسا اہتمام ہوتا ہے کہ جو لوگ محض مراسمِ عزا دیکھنے کے لیے آتے ہیں وہ بھی کچھ حاصل کر کے ہی جاتے ہیں۔

الحمد لله الذی جعلنا من المتمسكین بو لا یة امیر المؤمنین و الا ئمة علیهم السلام وله الحمد فی الاول و الأخر و اخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

آج بتاریخ 18 رجب المرجب ماہِ ولایت 1403. ھ بروز اتوار ،بارہ بجے شب قم مقدسہ کے خصوصی کتب خانہ میں تکمیل کو پہنچی۔

''تاریخچہ عزاداریٔ حسینی'' کا فارسی سے اردو میں ترجمہ بتاریخ 31 مارچ 1989. ء بمطابق 22 شعبان ،1409. ھ بروز جمعۃ المبارک تقریباً ساڑھے چھ بجے شام' جامعہ امام حسین علیہ السلام خانقاہ ڈوگرہ ضلع شیخو پورہ' میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے چہاردہ معصومین علیہم السلام کے صدقے میں مکمل ہوا۔ الحمد لله کما هوا هله و مستحقه

حافظ اقبال حسین جاوید

31 مارچ 1989. ء

سید صالح شہرستانی رحمت اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی

سید صالح شہرستانی کربلا معلیٰ کی ایک عظیم علمی شخصیت تھے، آپ کے والد کا نام سید مہدی موسوی شہرستانی تھا اور آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفرِ صادق علیہم السلام سے ملتا ہے۔

آپ 18 ذی الحجہ 1325ھ بمطابق 1907 میلادی عیدِ غدیر کی شب کربلا معلیٰ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم کربلا کے گورنمنٹ سکول میں حاصل کی اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ نے بغداد کی واحد یونیورسٹی ''آل البیت'' میں داخلہ لیا اور وہیں سے فارغ التحصیل ہوئے۔

1923 میلادی میں بابر مجبوری تہران کالج میں داخلہ لیا اور حقوق اور سیاسی علوم کی تعلیم سے فارغ التحصیل ہوئے۔

سید شہرستانی بہترین دانش مند، ادیب، رائٹر، مؤلف، عربی و فارسی ادب اور لغت کے ماہر تھے' چنانچہ عربی ممالک کے عربی و فارسی روزناموں میں آپ پہلے پہلے، سیاسی، تاریخی تحقیقات اور اجتماعی امور پر مقالے لکھتے تھے جو کبھی کبھی تو باقاعدہ آپ کے دستخطوں سے شائع ہوتے تھے' آپ کی اہم ترین تصانیف یہ ہیں:

سید صالح شہرستانی رحمت اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی

سید صالح شہرستانی کربلا معلیٰ کی ایک عظیم علمی شخصیت تھے، آپ کے والد کا نام سید مہدی موسوی شہرستانی تھا اور آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفرِ صادق علیہم السلام سے ملتا ہے۔

آپ 18 ذی الحجہ 1325ھ بمطابق 1907 میلادی عیدِ غدیر کی شب کربلا معلیٰ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم کربلا کے گورنمنٹ سکول میں حاصل کی اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ نے بغداد کی واحد یونیورسٹی ''آل البیت'' میں داخلہ لیا اور وہیں سے فارغ التحصیل ہوئے۔

1923 میلادی میں بابر مجبوری تہران کالج میں داخلہ لیا اور حقوق اور سیاسی علوم کی تعلیم سے فارغ التحصیل ہوئے۔

سید شہرستانی بہترین دانش مند، ادیب، رائٹر، مؤلف، عربی و فارسی ادب اور لغت کے ماہر تھے' چنانچہ عربی ممالک کے عربی و فارسی روزناموں میں آپ پہلے پہلے، سیاسی، تاریخی تحقیقات اور اجتماعی امور پر مقالے لکھتے تھے جو کبھی کبھی تو باقاعدہ آپ کے دستخطوں سے شائع ہوتے تھے' آپ کی اہم ترین تصانیف یہ ہیں:

1۔ ''رسالہ المرشد'' بغداد میں آپ کے چار رسالہ قیام کے دوران عربی زبان میں یہ رسالہ نکلتا رہا۔

2۔ کتاب ''سید جمال الدین'' افغانی، عربی زبان میں لکھی جس کا کچھ حصہ تیس سال قبل رسالہ ''العرفان الصید اویہ'' میں اور کچھ ''اعیان الشیعہ''، میں شائع ہوا۔

3۔ کتاب ''دلیل العتبات المقدسہ فی العراق'' تہران میں اپنے قیام کے دوران فارسی میں لکھی تاکہ ایرانی اور غیر ایرانی زیارات مقدسہ کے لیے راہنمائی حاصل کرسکیں' 1950ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔

4۔ تاریخ ''الاسترۃ الشہر ستانیہ'' اپنے شہرستان کی تاریخ فارسی اور عربی زبان میں تین جلدوں میں لکھی۔

5۔ ''مجموعۃ الشہر ستانی'' مذاکرات بالغت عربی اور فارسی۔

6۔ ''من عاصرتہم'' اپنے ہم عصر لوگوں کے حالات' عربی زبان میں لکھی۔

7۔ ''کلمات فارسیۃ الاصل با زبان عربی و فارسی'' جو رسالہ ''ماہِ نور'' تہران اور روزنامہ ''ہفتگی ناصر'' میں فارسی میں شائع ہوئے تھے۔

8۔ ''اعیان االشیعہ'' کی آخری جلدوں میں بہت سی علمی، ادبی، دینی شخصیات کے حالات شائع کیے۔

9۔ کتابچہ ''امام زادہ، یحییٰ'' امام زادہ ''یحییٰ'' کے بارے میں تحقیقی کتابچہ، جن کی زیارت کوچہ تہران میں واقع ہے۔

10۔ ''آیت اللہ بروجردی طباطبائی'' کے حالاتِ زندگی پر ایک کتابچہ، آیت اللہ کی زندگی میں یہ کتابچہ اُنہیں دکھا بھی لیا گیا تھا۔

11۔ ''مجموعہ روبیہ'' جس میں قصیدے رباعیات، اشعار ادبیات امثال اور حِکَم عربی و فارسی ہزاروں کی تعداد میں لکھے گئے ہیں۔

12۔ ''مجموعہ''، جو نظم و نثر، امثال، حِکَم وغیرہ پر مشتمل ہے اور جدید و قدیم کتب سے اخذ کر کے عربی و فارسی میں لکھا گیا ہے۔

استاد شہرستانی عربی و فارسی کے علاوہ انگریزی زبان پر بھی پورا پورا عبور رکھتے تھے اور ''شمیران'' میں ان کا ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا جس میں عربی و فارسی انگریزی اور معتبر کتب انساب کے علاوہ بعض نایاب قلمی کتابیں بھی موجود تھیں۔

لبنان و عراق کے رسالوں میں بھی اکثر و بیشتر آپ کے مقالے شائع ہوتے رہے ہیں۔

نسب نامہ سید صالح شہرستانی

سید صالح شہرستانی بن سید ابراہیم شہرستانی متوفی ،شعبان 1376 .ھ، بن سید مرزا صالح شہرستانی ،متوفی :1309 .ھ (کربلا) بن سید مرزا محمد حسین موسوی شہرستانی ، المعروف '' آقا بزرگ'' متوفی 1247 .ھ ابن سید میرزا محمد مہدی موسوی شہرستانی متوفی:1216 .ھ (کربلا) وہ علامہ آقا باقر بہبہائی کے چار شاگردوں میں سے واحد علامہ تھے اور ابو القاسم بن میرزا روح اللہ شاہ حسین صفوی کے زمانے کے علماً میں سے تھے' بن جلال الدین حسن بن میرزا رفیع الدین محمد صدر بن جلال الدین محمد بن ابوفتوح ، امیر نظام الدین، ابوفتوح مشہور امیر نظام اور امیر فتوح میرزا فضل اللہ کے چھوٹے بھائی تھے ، (واقف الموقوفات شہیر 963 .ھ)' ابن صدر الدین اسماعیل مشہور میر سید شہرستانی واقف الموقوفات الکنیزہ فی ایران، 931 .ھ، صاحب کتاب عالم اور عباسی نے میر شہرستانی کا ذکر کیا ہے کہ شاہ اسماعیل اول سے پہلے وہ اصفہان میں وزیر مال تھے، ابن زین الدین امیر علی، بن صدر الدین اسماعیل ، بن زین الدین علی ، بن علاؤ الدین حسین، بن معین الدین عبد اللہ، بن رکن الدین حسین ، بن اشرف ، بن رکن الدین، بن حسن اشرف ، بن نور الدین محمد، بن ابی طاہر عبد اللہ، بن محمد ابو الحرث ، بن علی ابی حسن معروف ، ابن دیلمیہ ، ابن ابی طاہر عبد اللہ بن محمد، ابی حسن محدث

بن طاہر ابی طیب بن حسین قطعی ، بن موسیٰ ابی سبحہ بن ابراہیم مرتضیٰ ، بن حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام ابن حضرت جعفر صادق علیہم السلام۔

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

فہرست مضامین

شمار نمبر	فہرست عنوانات	صفحہ نمبر

مترجم کی مطبوعات

الشیعہ فی القرآن مترجم حافظ اقبال حسین جاوید

یہ کتاب عربی میں آیت اللہ العظمیٰ السید صادق الحسینی الشیرازی کی عربی کتاب کا پہلا ایڈیشن لبنان میں 1400 ہجری قمری میں چھپا ہے۔قرآن کریم کی انتالیس سورتوں میں سے اکانوے آیات کریمہ اہل سنت حضرات کی تفاسیر وکتب سے بمعہ حوالہ جات حضرت علیؑ کے شیعوں کی شان میں ترجمہ اردو میں کیا گیا ہے۔ تیسرا ایڈیشن کاغذ وکتابت وطباعت عمدہ دیدہ زیب،خوشنما سائز36x23/16 صفحات **168** بہترین ٹائیٹل فورکلر رنگین مجلد" ہدیہ **90** روپے

کمیونسٹوں سے مناظرے مترجم حافظ اقبال حسین جاوید

یہ کتاب (گفتگو ہائے باکیمونیستھا) فارسی کتاب آیت اللہ العظمیٰ السید محمد الحسینی الشیرازی نور اللہ مرقدہٗ کی عراق میں کیمونسٹوں سے مناظرے جو ہوئے تھے انہیں مرتب کیا گیا انہیں پڑھ کر کئی کیمونسٹ راہ راست پر آگئے ہیں۔اس کا اردو ترجمہ ائز 36x23/16 نیبعر ایڈیشن **192** صفحات مجلد بہترین ٹائیٹل فورکلر رنگین ہدیہ **60** روپے

رجعت (حکومت امامؑ زمانہ) مؤلف آقائی خادمی شیرازی

مترجم: حافظ اقبال حسین جاوید: فاضل فارسی، ایم۔اے۔عربی

اس کتاب میں حضرت امام مہدی الزمان کے ظہور کے بعد ان کی حکومت اور دیگر معصومین کا زمانہ حکومت۔ سائز 36x23/16 کل صفحات تقریباً374

عالم عجیب ارواح **مؤلف آقائی سید حسن ابطحی** **مترجم: حافظ اقبال حسین جاوید فاضل عربی**

(روح کے متعلق علماء وبزرگان دین ومفکرین کے تجربات ومشاہدات نمبر:1 روح دنیا میں آنے سے پہلے، نمبر:2 موجودہ دنیا میں روح، نمبر:3: موت کے بعد روح۔ان مراحل کو بیان کیا گیا ہے۔سائز36x23/16 کل صفحات تقریباً330

ملاقات باامامؑ زمان عجہ مئولف آقا سید حسن ابطحی مترجم: حافظ اقبال حسین جاوید

اس کتاب میں تقریباً ستر (70) حکایات درج ہیں جن علماء صلحاء مومنین نے امام عالی مقام سے ملاقات کی اور اپنی مشکلات و مسائل میں رہنمائی حاصل کی ان حضرات کے واقعات و حالات

جلد اول: سائز 36x23/16 کل صفحات تقریباً 325

ملاقات باامامؑ زمان عجہ مئولف آقائی سید حسن ابطحی مترجم: حافظ اقبال حسین جاوید

اس دوسری جلد میں واقعات ، حکایات درج کرنے کے علاوہ جس شخص کو حضرت بقیۃ اللہ ارواحنا لہ الفداہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا اس کی مختصری وضاحت، نیز تزکیہ نفس کے لئے اس کا مطالعہ انشاء اللہ مفید ہوگا۔ جلد دوم سائز 36x23/16 صفحات تقریباً 270

جہاد مصنف: استاد آیت اللہ مرتضیٰ مطہری شہید مترجم: حافظ اقبال حسین جاوید

فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے اور جہاد کے موضوع پر مختصر مگر جامع ، آیات و احادیث کی روشنی میں اہمیت کو بیان اور متفرق آیات کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

سائز 36x23/16 صفحات 160 مجلد دوسرا یڈیشن ہدیہ 90 روپے

اسلام اور قوانین جہان مصنف: آیت اللہ العظمیٰ السید محمد الحسینی شیرازی مرحوم

مترجم : حافظ اقبال حسین جاوید۔ دنیا کے مشہور قوانین اور قوانین اسلام کا تقابل جائزہ

سائز 36x23/16 صفحات تقریباً 160 ''ٹائیٹل رنگین فور کلر ہدیہ 90 روپے دوسرا ایڈیشن مجلد

بری کوتاہ از نہضت امام حسینؑ افکار آیت اللہ العظمیٰ السید محمد الحسینی مرحوم

مترجم حافظ اقبال حسین جاوید۔ قیام امام حسینؑ کی مختصر تحقیق اور اس کے اسباب

سائز 23x36/16 صفحات تقریباً 120 ٹائیٹل رنگین فور کلر مجلد ہدیہ 40 روپے

معروف کتب پر مبنی کمپیوٹر ڈی وی ڈی

بیادِ سید وصی حیدر رضا زیدی

کتابوں کی لسٹ ڈی وی ڈی کور کی پشت پر ملاحظہ فرمائیں۔

خصوصی تعاون: حجۃ الاسلام سید نو بہار رضا نقوی (فاضل مشہد، ایران)

سگِ درِ بتولؑ: سید علی قنبر زیدی ۔ سید علی حیدر زیدی

التماس سورہ فاتحہ برائے ایصالِ ثواب سید وصی حیدر رضا زیدی ابنِ سید حسین احمد زیدی (مرحوم)

معروف کتب پر مبنی کمپیوٹر ڈی وی ڈی • التماس سورہ فاتحہ برائے ایصالِ ثواب سید وصی حیدر رضا زیدی ابنِ سید حسین احمد زیدی (مرحوم)
DVD DOLBY DIGITAL